مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں بیتی یکسالہ زندگی کے احوال و کوائف

دارالعلوم میں بیتے ہوئے ایام

محمد آفتاب عالم قاسمی

ادارۃ النشر و التوزیع

کتاب : دارالعلوم میں بیتے ہوئے ایام

مصنف : محمد آفتاب عالم قاسمی (بانکوی)

صفحات : 216

سال اشاعت : اگست 2025

برائے رابطہ : aftabalamqasmi@gmail.com

اجمالی فہرست

عنوان	صفحہ
انتساب	۵
امتنان و تشکر	۶
مقدمہ	۷
دارالعلوم میں بیتے ہوئے ایام	۱۱
دارالعلوم کے لئے عملی تیاری	۱۱
ماہ رمضان المبارک	۱۴
دارالعلوم کے لئے روانگی	۱۵
نئی دہلی	۱۷
دارالعلوم دیوبند	۲۲
امتحان داخلہ اور طلباء کی آمد	۲۶
دارالعلوم دیوبند کا امتحان داخلہ	۲۹
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ	۳۴
قرأت کا امتحان	۳۹
داخلہ کاروائی کا آغاز	۴۴
مظاہر علوم کا سفر	۴۹
ستارۂ منزل	۵۰
وقف دارالعلوم کے طالب علم کا حادثہ	۵۴
ٹکٹ طعام کی چیکنگ	۵۶
عیدالاضحی	۵۸
رفقائے طعام سے علیحدگی	۶۳
حصول سیٹ کے لئے سعی	۶۵
مسجد رشید کے مینارہ کی بلندی پر	۶۹
مختلف موضوعات	۷۳
حضرت شیخ الحدیث صاحب کی علالت	۷۸
مفتی انوارالحق صاحبؒ کی رحلت	۸۲
مظاہر علوم کا دوسرا سفر	۸۷
ششماہی امتحان	۹۲
آمد ضیوف	۹۸
آنکھ کی خرابی اور چشمہ کی تشخیص	۱۰۷
مظاہر علوم کا تیسرا سفر	۱۱۲
اجلاس دوم رابطہ مدارس اسلامیہ	۱۲۱
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے نام خط	۱۲۵

عنوان	صفحہ
ترجمان دورۂ حدیث کی شرارت وخباثت	۱۲۷
مختلف باتیں	۱۳۱
طلبۂ دورۂ حدیث کا ہنگامہ	۱۳۵
مفتی سعید احمد پالنپوری اور چند باتیں	۱۴۲
طلباء کی تربیتی انجمنیں اور اختتامی پروگرام	۱۴۷
حضرت شیخ الحدیث صاحب اور ترجمان کی شرارت	۱۴۸
کتب احادیث کے اختتامی دروس	۱۵۲
دارالعلوم وقف دیوبند میں درس مسلسلات	۱۶۱
امتحان سالانہ دارالعلوم دیوبند	۱۶۳
حضرات اساتذۂ کرام دورۂ حدیث	۱۶۵
خواب جو شرمندۂ تعبیر ہوا	۱۶۶
جذبات واحساسات	۱۶۸
کچھ تذکرے احباب ورفقاء کے	۱۷۱
سالانہ تعطیل اور دار جدید کا تخلیہ	۱۷۵
مولانا محمد رضوان القاسمیؒ کا انتقال	۱۷۸
مولوی سبیل الرحمن بانکوی کی آمد	۱۸۰
ماہ رمضان المبارک	۱۸۳
مفتی مرشد قاسمی صاحب کی آمد	۱۸۶
رمضان کا اختتام اور چند باتیں	۱۹۱
عید الفطر	۱۹۵
توہین علمائے مونگیر	۲۰۰
ساتھیوں کی دارالعلوم آمد	۲۰۳
آخری ایام	۲۰۸
آخری لمحات	۲۱۱
الوداع دارالعلوم الوداع دارالحدیث	۲۱۳
یکسالہ زندگی ایک نظر میں	۲۱۴

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ

ہم نے ہر انسان کا نامۂ اعمال اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے

انتساب

میں اپنی اس کتاب کا انتساب

اپنی والدہ محترمہ ..... مشفق نانا جناب عبدالرحیم صاحب مرحوم ..... اور پیاری نانی صاحبہ کے نام کرنے میں فخر و سعادت محسوس کرتا ہوں، جن کی دلی آرزؤں، تمناؤں اور خواہشوں کی تکمیل مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے میری تکمیل فضیلت کے ذریعہ ہوئی۔

نیز

عالم اسلام کا سب سے عظیم اسلامی جامعہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے نام، جس کے دامن تربیت میں یک سالہ زندگی کی توفیق ایزدی نصیب ہوئی اور جس کے خوشگوار ماحول اور پرکشش فضا میں کچھ لکھنے پڑھنے اور منبع علم و عرفان سے استفادہ کے مواقع میسر ہوئے، فالحمد للہ علی ذلک۔

محمد آفتاب عالم بانکوی

۱۴ / ۵ / ۱۴۲۶ھ

امتنان وتشکر

میرے تعلیمی سلسلے کے ابتدائی ایام سے دارالعلوم دیوبند تک حصول تعلیم وتربیت میں میری خالہ محترمہ (بست پور کی ساکنہ) کی مکمل عنایات وتوجہات رہی ہیں اوراسی خالہ محترمہ کی وجہ سے میں علوم قرآن وحدیث سے بہرہ ورہوسکا ہوں اور فضیلت کا تاج میرے سرپر دراصل میری اسی خالہ محترمہ کی مرہون منت ہے، اورآج میں جوکچھ بھی ہوں یہ سب میری اسی خالہ محترمہ کی بدولت ہیں، جسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ نیزاس کا یہ قرض میں اپنی زندگی میں کبھی اتار نہیں سکتا ہوں۔

(اندرون کتاب ہذا، صفحہ ۳۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ریاست بہار کے بانکا ضلع میں واقع اپنے علاقہ سے بیرون ریاست کا یہ پانچواں اور دیوبند کا پہلا سفر تھا، اس سے پہلے میں ایک دوسرے شہر کا مسلسل چار مرتبہ علمی سفر کرچکا تھا اور ہاوڑہ، وشاکھاپٹنم، وجے واڑہ اور شہر قلی قطب کا دیدار کرچکا تھا۔ اس دوران قدرت خداوندی کے بہت سارے عجائبات و غرائبات کا مشاہدہ کرچکا تھا، لیکن ایک شوق اور جذبہ تھا جو دلوں میں انگڑائیاں لے رہا تھا۔ ایک تمنا تھی جو کئی سالوں سے قلب ناتواں کو بے چین کئے ہوئے تھی اور ایک قدیم آرزو جو مدت ہائے دراز سے نگاہ کو مشاہدہ کے لئے مضطرب کررہی تھی، ایک لمبے عرصہ سے مسلسل موقوف ہوتی جارہی تھی۔

جب میں مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا میں حصول تعلیم و تربیت میں مشغول تھا، تو اسی وقت سے میرا رابطہ اس سرزمین مقدس سے قائم تھا میرا خالہ زاد بھائی جو وہاں بہت سالوں تک تعلیم حاصل کرتے رہے ان سے برابر خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا، مزید برآں مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا کے صدر مدرس صاحب مجھے اور میرے باقی ساتھیوں کو اس سرزمین اکابر کا علمی سفر کرانے کے بہت زیادہ خواہشمند اور مشتاق تھے، لیکن قدرت کے فیصلۂ حتمی کے سامنے کسی انسان کا کیا چلتا ہے، وہ میری آرزو ابھی شرمندۂ تعبیر ہونے سے کوسوں دور تھی۔

اس درمیان میں قلی قطب کے پر رونق شہر حیدرآباد پہنچا اور وہاں کئی سالوں تک قیام پذیر رہا، لیکن اس سرزمین مقدس سے عقیدت و محبت ختم نہیں ہوئی بلکہ برابر اس اشتیاق میں مزید اضافہ ہی ہوتا رہا کہ کب اس کا دیدار کروں؟ اس کے لئے بارہا تیاری کرتا، لیکن اسکی تکمیل میں ابھی کافی وقت درکار تھے، جس کی وجہ سے وہ تیاری صرف تیاری ہی کی حد تک رہتی اور بدستور وہ تمنا، آرزو اور شوق و جذبہ دلوں میں انگڑائیاں لیتا رہا اور قلب و نگاہ کو مضطرب اور بے چین کرتا رہا کہ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ میں

میں دارالعلوم سبیل السلام سے فراغت کے بعد وطن واپس لوٹا اور بالآخر وہ مبارک و مسعود ساعت آہی گئی، جب میں ۴/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سنیچر کی رات میں گھر سے دارالعلوم جیسی مقدس سرزمین کے مبارک سفر کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔ میری خالہ محترمہ، ان کی صاحبزادیاں اور دیگر افراد خانہ میرے ارد گرد کھڑے تھے۔ ساتھ ہی خالہ محترمہ سے جدائی کا غم میرے کمزور دل پر تیر و نشتر کا کام انجام دے رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہا تھا دوسری طرف یہ بات میرے لئے باعث چین و سکون، اطمینان و راحت اور فخر و سعادت تھی کہ اب میری ایک قدیم آرزو اور تمنا کی تکمیل ہونے والی ہے۔

خیر میں وہاں سے رخصت ہو کر بذریعہ بس بھاگل پور پہنچا، پھر وہاں سے بذریعہ ٹرین گیارہ بجے کے قریب دہلی کے لئے روانہ ہوا، ٹرین نے بائیس گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد دوسرے دن ساڑھے نو بجے نئی دہلی پہنچایا، پھر وہاں سے ساڑھے تین بجے جالندھر اکپریس سے روانہ ہوا اور دیوبند اسٹیشن پر ساڑھے چھ بجے اترا، جہاں رکشہ والے مسافروں (طالبان علوم نبوت) کو دارالعلوم لے جا رہے تھے، چنانچہ ہم بھی ایک رکشہ پر سوار ہو کر دارالعلوم پہنچے۔

اب میری نگاہوں کے سامنے ایشیا کی وہ عظیم اسلامی یونیورسیٹی اور مادر علمی کی پر رونق اور شان و شوکت کی حامل عمارت موجود تھی اور میں اس کے صدر گیٹ کے سامنے کھڑا تھا، جس کی ایک قدیم تاریخ رہی ہے، جس کی مؤرخوں اور دانشوروں نے لمبی تاریخ قلمبند فرمائی ہے، جس کے متعلق مداحوں نے مدح و توصیف کے بے شمار پل تعمیر کئے اور زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں، جہاں بڑے بڑے اہل علم پیدا ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیت و استعداد کے جوہر دکھلا کر دنیا سے دارالبقاء کی طرف رحلت کر گئے ہیں، جہاں ہندوستان کے بے شمار مجاہدین ملت نے نونہالان امت کو علوم نبوی کے علاوہ شمشیر و سناں کی تربیت دی تھی اور اس بات کی ٹریننگ دیئے تھے کہ کس طرح دشمنوں کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے، ہمارے سامنے اس مرکزی یونیورسٹی کا وہ مرکزی دروازہ مثل پہاڑ کھڑا تھا، جس سے مذہب اسلام کو تقویت پہونچانے والی شخصیتیں، صوفیائے کرام، مفسرین عظام، محدثین قابل صد احترام اور معلمین اسلام گذرا کرتے تھے اور یہ عظیم ہستیاں دنیا کو اپنے علوم

ومعارف اور فضل وکمال سے سیراب اور فیضیاب کیا کرتی تھیں، ہمارے سامنے "باب قاسم" کی وہ پر موعظت درس دینے والی دیواریں تھیں جو ابھی بھی چٹان کی طرح کھڑی یہ اعلان کرتی رہتی ہیں کہ اے جاہ وحشمت کے مالک !اے غرور وتکبر سے سرشار! یہاں اپنی گردنیں جھکالو، اس لئے کہ یہاں تم سے بڑے بڑے ایسے افراد امت گذر چکے ہیں جو تم سے زیادہ مقام ومرتبے کے مالک تھے، اے زبان وادب اور جمیع علوم نبویہ وعصریہ پر بے پایاں قدرت رکھنے والے! یہاں اپنی نگاہیں نیچی کرکے چلو اس لئے کہ یہاں تم سے زیادہ بڑے بڑے ذی علم حضرات اور جمیع علوم وفنون پر تم سے زیادہ دسترس رکھنے والی شخصیتیں گزر چکی ہیں۔

چنانچہ اب میں اس عظیم اسلامی درسگاہ اور مادر علمی کے صدر گیٹ کے اندر قدم رکھ رہا تھا اور اس کو طے کرتے ہوئے کتب خانہ اور دفتر مطبخ ہوتے ہوئے دار جدید کی شاندار، پر شکوہ اور پر عظمت عمارت پہنچا جو میری آخری منزل تھی، اس کے کچھ ہی دیر بعد عشاء کی اذان ہوئی اور دار العلوم میں سب سے پہلی نماز مسجد رشید میں ادا کی اور اس کے بعد دیگر مصروفیات میں مشغول ہو گیا۔ اور اب اس جگہ میرا سفر اختتام کو پہنچا۔

پیش نظر کتاب اسی علمی سفر پر مشتمل ہے، جو ۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ کو شروع ہو کر ۲۴/ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کو ختم ہوتا ہے، شروع سے لے کر آخر تک کے احوال اس میں درج کئے گئے ہیں، یعنی دار العلوم سبیل السلام میں تیاری کے وقت سے گھر پہنچنے اور پھر گھر سے نکلنے کے وقت سے لے کر دار العلوم میں قیام کے آخری لحہ تک کے روداد سفر تفصیلی طور پر شامل کتاب ہے، جس میں اسفار مظاہر علوم کی بھی سرگذشت آگئی ہے، اس کے علاوہ واقعات دار العلوم بھی اس کا ایک اہم حصہ ہے، جب کہ احباب ورفقاء کے تذکرے کو اہمیت کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ہی جان سے زیادہ عزیز اور پیاری خالہ محترمہ کے تذکرے کو اس کتاب کے لئے باعث سعادت اور اپنے لئے موجب کامیابی گردانتا ہوں۔

اس موضوع پر ایک کتاب مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جس کا نام "احاطہ دار العلوم میں

بیتے ہوئے دن " ہے، اسی کتاب سے اخذ کر کے میں نے بھی اپنی اس کتاب کا نام "دارالعلوم میں بیتے ہوئے ایام " رکھا ہے، جو اس موضوع پر شاید دوسری کتاب ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا کام میں نے دارالعلوم ہی میں شروع کر دیا تھا مگر اس کے آخری پچاس صفحات دارالعلوم سبیل السلام میں لکھے گئے ہیں، اس کے علاوہ بھی درمیان میں بعض صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس طرح سے کل ستر صفحات سے زائد کا اضافہ دارالعلوم سبیل السلام میں آکر کیا گیا ہے، مزید برآں وضع عنوانات اور ترتیب جدید کا کام بھی یہیں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کو مکمل فرمائے، آمین، یارب العالمین۔

محمد آفتاب عالم بانکوی، حیدرآباد

۱۳/ جمادی الاول ۱۴۲۶ھ، بشب منگل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعلوم میں بیتے ہوئے ایام

جب بندۂ ناچیز نے مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا ضلع بانکا بہار میں اپنے تعلیمی مراحل کے درجہ عربی سوم کی تکمیل کی اوراس کے بعد آگے حصول تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا چاہا، تواس کے لئے ام المدارس دارالعلوم دیوبند کا انتخاب کیااوراس کی مکمل تیاری بھی ہوچکی، مگر بعض عوارض اور فیصلۂ خداوندی کے تحت دارالعلوم دیوبند کا خواب پورا نہیں ہوسکااوراس کی بجائے حیدرآباد جاپہنچا، جہاں مشہورومعروف دینی درسگاہ، اکابر دار العلوم اور مسلک دیوبند سے منسلک اور حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی دامت برکاتہم کا قائم کردہ ادارہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لئے داخل ہوا، اوروہاں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی لیکن اس درمیانی مدت میں اکابرین دیوبند سے عقیدت و محبت اور دارالعلوم سے فیضیابی اور استفادہ کے جذبہ میں کوئی کمی اور نقص واقعہ نہیں ہوا، بلکہ اس میں تواوراضافہ ہی ہوتا چلاگیاکہ بالآخروہ مبارک ساعت قریب سے قریب تر ہوگئی اور میں ہمہ تن دارالعلوم دیوبند کی تیاری میں مشغول و منہمک ہوگیا۔

دارالعلوم کے لئے عملی تیاری

کتابی تیاری

دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں چونکہ میں دورۂ حدیث میں زیر تعلیم تھا، اور ہفتم عربی کی کتابیں پڑھے ہوئے تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوچکا تھا، اس لئے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلہ کے لئے ہفتم عربی کی کتابوں کی تیاری بہت ہی اہم اور مشکل ترین کام تھا۔ لیکن تیاری تو بہرحال کرنا ہی تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلہ کے لئے ہفتم عربی کی پانچ کتابوں کا امتحان دینا ہوتا ہے۔ اوروہ پانچ کتابیں مشکوۃ المصابیح، ہدایہ اخیرین، سراجی، شرح عقائداور نخبۃ الفکر ہیں۔ اول الذکر تین کتابیں میرے

لئے کچھ زیادہ مشکل نہیں تھیں ان تینوں کتابوں کا امتحان آسانی سے دے سکتا تھا، مگر میرے لئے پریشانی کا باعث آخرالذکر دو کتابیں تھیں۔ لہذا میں نے اس سلسلہ میں اساتذۂ کرام سے استعانت واستفادہ کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ میں نے کافی غور و فکر کے بعد شرح عقائد مولانا رحمت اللہ رشادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نخبۃ الفکر مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب مدظلہ العالی سے پڑھنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ ایک دن میں نے مولانا رحمت اللہ رشادی صاحب سے ملاقات کی اور اپنا مدعا مولانا کے سامنے رکھا اور شرح عقائد پڑھانے کی درخواست کی۔ تو مولانا نے نہایت عاجزانہ انداز میں قابل قبول معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس سال سالانہ امتحان کا ناظم امتحان مجھے بنا دیا گیا ہے اور جانتے ہو کہ ناظم امتحان کی کتنی ذمہ داریاں اور مشکلات ہوتی ہیں"۔ پھر نہایت ہی مشفقانہ انداز میں ایک باپ کی مانند مجھے خیر خواہانہ انداز میں مشورہ سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ "تم ایسا کرو کہ مولانا محبوب فروغ صاحب سے ملو وہ پڑھا دیں گے"۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے تخصص فی الحدیث کے سرپرست مولانا محبوب فروغ قاسمی صاحب (برادر صغیر مولانا اختر امام عادل قاسمی صاحب) سے ملاقات کی اور مولانا کے سامنے اپنا مدعا بیان کر کے شرح عقائد پڑھانے کی درخواست کی۔ مولانا نے اولاً تو معذرت کی نیز فرمایا کہ ناظم صاحب کی طرف سے کسی بھی طالب علم کو خارجی کتاب پڑھانے کی ممانعت ہے۔ لیکن میرے اصرار کے بعد مولانا صاحب تیار ہو گئے، اور دوپہر کی چھٹی کے بعد فوری آنے کے لئے کہا۔ نیز مولانا نے فرمایا کہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے رازدارانہ طریقے سے پڑھاؤں گا۔ لیکن میرا ایک ساتھی مولوی ابوعبیدہ میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اس کو پتہ چل گیا اور اس نے بھی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے ساتھ مولانا سے استفادہ کرنے لگا۔

اس کے بعد نخبۃ الفکر رہ گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے ناظم تعلیمات مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات کی اور چونکہ مولانا ہی ہفتم عربی میں نخبۃ الفکر پڑھاتے ہیں اس لئے ان سے نخبۃ الفکر پڑھنے کی درخواست کی تو مولانا نے بھی اولا انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ناظم صاحب کی طرف سے ممانعت ہے اس لئے نہیں پڑھا سکتے ہیں۔ لیکن میرے اصرار کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے آخری گھنٹہ میں (میقات ثانی کے آخر میں عصر کے وقت نماز سے پہلے) ہفتم کی درسگاہ میں آجانا۔ چنانچہ میں اور مولوی ابوعبیدہ دونوں عصر کے وقت چھٹی ہوتے ہی فوراً ہفتم عربی کی درسگاہ پہنچ جانے لگے اور مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب سے

نخبۃ الفکر پڑھنے لگے۔ واضح رہے کہ ہفتم عربی کی درسگاہ میں روز عبارت ہم دونوں ہی پڑھتے تھے، اور ہفتم عربی کے طلباء میں سے کوئی بھی نخبۃ الفکر کی عبارت نہیں پڑھتا تھا۔

حصول تصدیق نامہ

اس کے بعد امتحان سالانہ شروع ہوگیا، مگر میری پوری توجہ دارالعلوم دیوبند میں حصول داخلہ کی طرف مرکوز تھی۔ چنانچہ امتحان سالانہ کے دوران ہی ناظم تعلیمات مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب سے ہفتم عربی کے تصدیق نامہ کے بارے میں بات کی تو انہوں نے درخواست لکھ کر دفتر تعلیمات میں جمع کرنے کے لئے کہا، جب درخواست لکھ کر دفتر تعلیمات میں جمع کیا تو تصدیق نامہ کے مضمون کو خود مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب نے ہی لکھ کر دیا اور مولانا شمشیر سبیلی صاحب سے بعینہ وہی مضمون لیٹرپیڈ پر کمپوزنگ کرانے کے لئے کہا، اس کے بعد تصدیق نامہ پر ناظم جامعہ حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا دستخط چاہیے تھا لیکن ناظم جامعہ صاحب سے ویسی امید نہیں کی جاسکتی تھی، اس لئے مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب کے اشارہ پر مولانا شمشیر سبیلی صاحب نے تصدیق نامہ دستخط کے لئے صدرالمدرسین حضرت مولانا محمد برکت اللہ قاسمی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کیا، مولانا برکت اللہ قاسمی صاحب نے میرا نام دیکھتے ہی فوراً دستخط کردیا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد مولانا سیف اللہ قاسمی صاحب، مولانا شمشیر سبیلی صاحب اور مولانا برکت اللہ قاسمی صاحب کی توجہات سے تصدیق نامہ مجھے مل گیا۔

مولانا محمد رضوان القاسمی صاحبؒ کی خفگی

امتحان سالانہ کے (شاید) آخری دن ناظم جامعہ حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام طلبۂ دورۂ حدیث کو اپنے پاس بلایا، اور آئندہ کے عزائم دریافت کرنے لگے جب مجھ سے دریافت فرمایا تو میں دل کی بات چھپا نہیں سکا اور میرے دل کی بات زبان پر آگئی، جس پر حضرت ناظم صاحب نے خفگی کا اظہار فرمایا اور نہایت ہی دھیمی آواز میں کچھ فرمایا جو میں صحیح سے سن اور سمجھ نہیں سکا۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ "جو یہاں نہیں آئے گا اور کسی دوسرے مدرسہ میں جائے گا وہ درخواست لکھ کر جمع کردو"۔

حیدرآباد سے روانگی

اس طرح سے دارالعلوم سبیل السلام میں رہ کر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینے کے لئے ہفتم عربی کی کتابوں کی تیاری بھی کرلی، نیز اسی کے ساتھ تصدیق نامہ بھی حاصل کرلیا اور پھر امتحان سالانہ کے ختم ہوتے ہی ۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز سنیچر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد جیسی پیاری مادر علمی کو الوداع کہتے ہوئے بغرض دارالعلوم دیوبند گھر کے لئے روانہ ہوا۔

ماہ رمضان المبارک

حیدرآباد سے روانگی کے بعد ۲۳/ شعبان المعظم بروز سوموار بھاگلپور پہنچا، جہاں سے بارہ بجے کے قریب اپنی خالہ کے گھر بستپور تک واصل ہوا۔ اس کے بعد میں کچھ دنوں تک اپنے مختلف رشتہ داروں سے ملتا رہا کہ اسی دوران ماہ رمضان المبارک کا چاند نکل آیا، جو ہزاروں رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور انعامات واکرامات کی ماہ ہے۔ اس ماہ کی آمد بابرکت سے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور مسرت وخوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی اور پھر کیا دیر تھی؟ اس کے فیوض وبرکات سے بہریاب ہونے لگا اور اس کی رحمتوں اور سعادتوں سے اپنے دامن کو بھرنے لگا۔

خالہ اور خالہ زاد بہنوں کی توجہات واحسانات

اس طرح سے پورا رمضان المبارک کا مہینہ ماں جیسی پیاری خالہ محترمہ کے گھر گذرا، اس دوران خالہ نے مجھے دارالعلوم دیوبند میں حصول داخلہ کی خاطر بالکل ہی یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ مطالعۂ کتب کے لئے خالی چھوڑ دیا اور میری ہر طرح کی ضروریات کی تکمیل کرتی رہی، اس سلسلہ میں خالہ زاد بہنوں نے بھی میری ہر طرح سے خدمت کی اور اپنی سگی بہنوں جیسے پیار ومحبت سے مجھے نوازا اور میرے مطالعۂ کتب میں کسی طرح سے خلل ہونے نہیں دیا۔ ساتھ ہی وہ سب بھی مجھ سے استفادہ کرتی رہیں، اور علمی اور دینی موضوعات پر معلومات حاصل کرتی رہیں۔

اس طرح یہ مہینہ گذرتا گیا اور عید سعید قریب سے قریب تر ہوتی گئی اور پھر چند ہی روز میں عید الفطر آئی اور گذر گئی اور اس کے بعد دار العلوم دیوبند کے لئے میری روانگی کا دن بھی قریب سے قریب تر ہو گیا۔

دار العلوم کے لئے روانگی

۴/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ کی رات کی ظلمت و تاریکی نے دنیائے ظلمت کدہ میں اپنی چادر پھیلانا شروع کر دیا تھا اور ہر طرف رات کے سناٹے میں خاموشی اور سکوت کی حکمرانی تھی، کسی صدائے بشری کا کہیں پتا نہ تھا، کہ ایسی حالت میں ساڑھے تین بجے میری آنکھ کھلی اور میں بستر ہی پر لیٹے ہوئے وقت کا انتظار کرنے لگا، جب گھڑی کی سوئیاں چار اور پندرہ نمبر پر آئیں تو گھر کے دیگر افراد خواتین کو بیدار کرنے کے لئے اولاً خالہ محترمہ کے پاس گیا تو وہ پہلے سے ہی بیدار ہو چکی تھی، اس کے بعد میں جب مختصر کھانا تناول کر کے گھر سے روانہ ہونے لگا تو دو بڑی خالہ زاد بہنوں نے بطور ہدیہ کچھ روپئے دیئے جن کا میں نے شکریہ ادا کیا۔ پھر جب میں گھر سے نکلنے لگا تو سبھوں نے مجھے نصیحت کی اور میں سبھوں سے سلام و مصافحہ کر کے گھر سے روانہ ہوا۔ جب میں گھر سے نکل رہا تھا تو میری نگاہیں ایک خالہ زاد بہن پر مرکوز تھیں اور میں نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے گھر سے باہر قدم رکھا اور ابھی بھی وہ منظر میری کمزور نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔

وطن عزیز کے حدود سے نکلتے ہوئے

مجھے گاڑی پر چڑھانے کے لئے محمد جمیل بھائی چلنا گاؤں تک آئے، وہاں سے جب گاڑی کھلی تو وہ بھی ساتھ چل دیئے اور گاڑی سے نہیں اترے، گاڑی جب کچھ دیر بعد اسلام پور (مدرسہ مصباح العلوم اہر وچلنا کے پاس) پہنچی تو وہاں پر سنگار پور کا مولوی محمد اختر حسین پہلے سے موجود تھا وہ گاڑی پر چڑھا اور میرے ساتھ ہو گیا، اس کے بعد جب گاڑی کھلنے لگی تو میں نے محمد جمیل صاحب سے سلام و مصافحہ کیا اور وہ گاڑی سے اتر کر گھر کی طرف روانہ ہوئے، خیر وہاں سے گاڑی کھل کر چلنا موڑ، دھوریا اور پورینی ہوتے ہوئے باغ باڑی (نزد بھاگل پور) پہنچی اور پھر وہاں سے ہم دونوں بذریعہ آٹو الٹا پل تک پہنچے، جہاں سے ہمیں پیدل ہی اسٹیشن تک چلنا پڑا، وہاں سے ساڑھے گیارہ بجے دن میں دہلی کے لئے ٹرین تھی، جس کی وجہ سے بھاگلپور اسٹیشن پر

ہمیں کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا جب وقت میعاد پر ٹرین پلیٹ فارم نمبر ایک پر آکر لگی تو ہم دونوں ٹرین پر سوار ہوئے پھر اس کے کچھ دیر بعد ٹرین کھلی اور دہلی کے لئے اپنا طویل سفر شروع کر دیا۔

سرزمین بہار کو چھوڑ کر

ٹرین اپنے وقت میعاد پر جب بھاگلپور جنکشن سے دہلی کے لئے چلی تو اسکی رفتار انتہائی سست تھی، اس طرح گویا وہ بیل گاڑی ہے اور اس کی یہ حالت پٹنہ کے قریب قریب تک برقرار رہی اور صرف بھاگلپور سے پٹنہ تک پہنچنے میں بیسیوں مرتبہ رکی ہوگی۔ اسٹیشنوں کے علاوہ جنگل، جھاڑ، کھیت ہر جگہ رکتی ہوئی چل رہی تھی جس کی وجہ سے طبیعت میں بہت زیادہ اکتاہٹ اور کدورت محسوس ہو رہی تھی، اس طرح سے ٹرین بالآخر شام کے وقت بہار کی راجدھانی پٹنہ پہنچی، جس سے دل کو اطمینان حاصل ہوا کہ اب اس کی سست رفتاری ختم ہوگی نیز یہ کہ اب ٹرین پٹنہ سے دہلی کے درمیان میں صرف دو تین مرتبہ ہی رکے گی، جس کی وجہ سے راحت قلبی اور دلی چین و سکون حاصل ہوا، پٹنہ میں ٹرین کافی دیر رکنے کے بعد جب دہلی کے لئے روانہ ہو رہی تھی تو دل دھڑک رہا تھا کہ اب کچھ ہی دیر بعد ہم سرزمین مقدس سے جدا ہونے والے ہیں وہ سرزمین اقدس کہ جہاں ہزاروں صوفیائے وقت، محدثین زماں، مفسرین عصر، فقہاء عظام اور بڑے بڑے صاحب علم و کمال اور اہل مناطقہ و فلاسفہ جلوہ افروز ہوئے، جس مبارک زمین پر ہزاروں عظیم شخصیتیں رونما ہوئیں، اب وہ سرزمین مقدس اور وہ قابل فخر وطن عزیز ہماری نگاہوں سے کچھ ہی لمحوں بعد او جھل ہونے والی تھی، جس کی وجہ سے قلب ضعیفاں اور سینۂ ناتواں قلق و اضطراب میں مبتلا ہو رہا تھا، مگر دوسری طرف یہ بات باعث اطمینان اور ذریعۂ سکون قلبی تھی کہ اولیاء کرام، اسلاف و اکابر کی جائے مبارک، محدثین و مفسرین اور فقہاء و متکلمین اسلام کی استراحت گاہ ہم سے قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے اور ہم عنقریب ہی اس قریہ تک واصل ہوں گے جہاں روحانیت ہی کا غلبہ اور اسی کی حکمرانی و بادشاہت ہے، جہاں دین الٰہی کو ہی علو و بلندی اور تفوق و برتری حاصل ہے، جہاں باطل کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے، جہاں شیطانوں کا کوئی یار و مددگار اور ان کا کوئی معاون نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک اور پیارے وطن کی یاد کافور ہوتی جا رہی تھی مگر جب اس سمت کی باتیں دماغ سے نکل جاتیں تو پھر وطن عزیز کی یاد ستانے لگتی اور جب دوبارہ سمت

آخر کی طرف توجہ مصروف ہوتی تو وہ کیفیت بدل جاتی، غرض کہ اسی ذہنی کشمکش، قلبی اضطراب اور خوشی و مسرت کی حالت میں سفر طے ہوتا رہا تا آنکہ منزل مقصود کی دوری میں چند ہی قدم کا فاصلہ رہ گیا اور نشان منزل تک ہم چند ہی ساعتوں میں پہنچنے والے تھے۔

علیگڑھ اسٹیشن پر ٹھہراؤ ختم

چند سال قبل تک جب ٹرین علیگڑھ اسٹیشن پہنچتی تھی تو ٹرین کے مسافروں کی حالت خراب ہو جاتی تھی، علیگڑھ کے باشندے اور اس کالج کے طلباء مسافروں کی زندگی دوبھر کر دیتے تھے۔ جس کالج کی بنیاد انگریز دوست سر سید خان نے ڈالی تھی، اس کالج والوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ مسافروں اور راہ گیروں کو پریشان کریں، ان کو ستائیں اور ان کا تمسخر کریں، لیکن بفضلہ تعالیٰ حکومت بہار کی سعی و کوشش اور اسکی مداخلت سے علیگڑھ اسٹیشن پر اس ٹرین کا الاؤ چند سال سے ختم کر دیا گیا ہے اور اب وہ ٹرین علیگڑھ اسٹیشن پر رکے بغیر ہی اپنی منزل کی طرف چلتی رہتی ہے، جس سے اس ٹرین کے مسافروں کو اطمینان کا لمحہ نصیب ہوا اور چین و سکون ملا ہے۔

چنانچہ ہمارے اس سفر میں ہماری ٹرین جب علیگڑھ اسٹیشن سے قریب ہوئی تو ٹرین نے اپنی رفتار کافی حد تک کم کر دی اور پھر رفتہ رفتہ دھیمی رفتار کے ساتھ ٹرین اسٹیش سے گزرتی رہی اور اس دوران بہت سارے پولس والوں نے اس ٹرین کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور جب ٹرین اسٹیشن سے آگے نکل چکی تو پولیس والوں کا گھیراؤ بھی ختم ہو گیا۔

نئی دھلی

اس کے بعد ٹرین مسلسل چلتی رہی اور چند مقامات پر رکتے ہوئے نئی دہلی پہنچی اور وہاں ٹرین کے سفر اور اس کی منزل مقصود صبح شاید دس بجے ختم ہو گئی، جہاں ہم اور جمیع مسافرین ٹرین سے اتر گئے۔ اور پھر وہاں سے دیوبند کے لئے ہماری اگلی ٹرین میں کافی دیر تھی مکمل پانچ گھنٹے سے زائد، جس کی وجہ سے پلیٹ فارم پر ہی ہمیں اور ہمارے دیگر رفقاء کو ٹھہرنا پڑا، اس سفر میں گھر سے ہمارے ساتھ ایک رفیق سفر ساتھ تھا جس کا

نام مولوی محمد اختر تھا اور اس کا تذکرہ گھر سے نکلنے کے بعد بھاگل پور اسٹیشن پہنچنے کے لئے گاڑی کے ضمن میں آچکا ہے، وہی شروع سے ہمارے ساتھ تھا، مگر نئی دہلی اترنے کے بعد اور بھی چند رفقاء شریک سفر ہو گئے، جن میں سے تو کچھ ہمارے ہی ضلع بانکا کے تھے اور کچھ صوبہ بہار کے دیگر اضلاع کے اور وہ سب بھی اسی ٹرین سے اترے تھے. جس سے ہم اترے تھے، پھر اس کے بعد ہم اور وہ سب دیوبند تک ایک ہی ٹرین سے گئے۔

نئی دہلی کی شان و شوکت

وکرم شیلہ ٹرین سے ہم جس اسٹیشن پر اترے تھے وہ نئی دہلی اسٹیشن تھی اور وہ وہی دہلی جو مسلم حکمرانوں اور سلاطین ہند کی یادگار ہے، وہی دہلی جو لال قلعہ کی عظمت اپنے میں سمیٹے ہوئی ہے، وہی دہلی جو قطب مینار اور جامع مسجد کی نرالی شان اپنے اندر رکھتی ہے، جس دہلی کو مسلم سلاطین ہند نے آٹھ سو سال تک دارالحکومت بنائے رکھا تھا، جہاں جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) سے قبل تقریباً ساڑھے تین ہزار مدارس اسلامیہ ملت اسلامیہ ہندیہ کا عظیم سرمایہ تھے، جو اسلامی علوم و فنون کا مرکز و منبع بنا ہوا تھا، جہاں سے علم و نور کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر پورے عالم کو منور کر رہی تھیں، جس سرزمین اقدس کی ایک مثالی تاریخ صفحۂ ہستی میں وجود پا چکی تھی، جہاں سے حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے عدل و انصاف، اسلام پروری، مساویانہ سلوک پورے ملک میں پھیلتے تھے، اور جس سرزمین اقدس سے ان کے عطائے حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ جس سرزمین اقدس پر فقہ حنفی کی معتبر و مستند اور قابل افتخار کتاب "الفتاوی الہندیۃ" جس کا اردو نام فتاوی عالمگیری ہے علمائے ہند کی جماعت مخصوصہ کی عرق ریزی سے حضرت اورنگ زیبؒ کی زیر نگرانی تیار ہوئی، جس پر علمائے عرب بھی عش عش کر اٹھے۔ اور وہ بھی اس فقہی اور قانونی کتاب کی عظمت و استناد کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔

ہندوستان کا دارالسلطنت

چنانچہ اب ہم ۵/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز اتوار اسی سرزمین مقدس کی "نئی دہلی ریلوے اسٹیشن" پر کھڑے تھے، جو زمین عہد انگریز کے اختتام کے بعد دوبارہ ریاستہائے متحدہ ہند کی دارالحکومت قرار پائی، اور جہاں آج

سارے اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے سفارتخانے اور سفراء ہیں، جہاں راشٹر پتی بھون ہے، جہاں کے پارلیمنٹ سے قوانین تیار ہو کر ملک میں نافذ کئے جاتے ہیں، جہاں بے شمار ملی، قومی، مذہبی اور سیاسی تنظیمیں اور جماعتیں پائی جاتی ہیں، جہاں جمعیت علمائے ہند، آل انڈیا ملی کونسلی، مسلم پرسنل لا بورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم کے مرکزی دفاتر وادارے قائم ہیں اور جہاں سے ملکی، قومی اور مذہبی خدمات پورے ملک میں انجام دیئے جاتے ہیں، ہم اسی دہلی، اسی مرکزی ارض مقدس، اسی دارالحکومت الہندیہ کی ریلوے اسٹیشن نئی دہلی کے پلیٹ فارم نمبر تین پر جالندھر اکسپریس کے انتظار میں کھڑے تھے۔

بیرون اسٹیشن کا مشاہدہ

چونکہ ہماری اگلی ٹرین میں تقریباً پانچ گھنٹے کا وقفہ تھا، جس کی وجہ سے آدھے رفقاء کو سامان وغیرہ کے پاس چھوڑ کر باقی چند ساتھی کے ساتھ ہم اجمیری گیٹ سے نکل کر اسٹیشن سے باہر آئے، جہاں کشادہ اور وسیع سڑکیں تھیں لیکن ان سڑکوں میں وہ خوبصورتی اور رونق نہیں تھی جو حیدرآباد کی سڑکوں پر ہے، البتہ لوگوں کا ازدحام ان سڑکوں پر زیادہ تھا، بسوں، موٹروں، آٹوؤں، کاروں کی بھی حد سے زیادہ بھیڑ تھی۔

الغرض ہم پیدل ہی کچھ دور تک چلے مگر ہوٹل کا کہیں پتا نہیں چل رہا تھا، کچھ نشانات اور بورڈ بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ اتفاق سے ہم ہی میں سے ایک ساتھی کو ایک ہوٹل کا پتہ معلوم تھا، لیکن جب اس ہوٹل تک پہنچے تو معمولی سا کھانے کی قیمت بہت زیادہ بتائی جارہی تھی۔ جس کی وجہ سے ہم سب واپس ہوئے اور پلیٹ فارم پر بیٹھے رفقاء کے پاس پہنچے، لیکن میں پھر وہاں سے چند رفقاء کے ساتھ دوسری طرف سے اسٹیشن کے باہر نکلا، اس طرف ہم کافی دور تک نکل گئے کہ اچانک مین روڈ آنے سے قبل راستہ ہی میں ایک جگہ ایک طعام فروش بنڈی لگایا ہوا تھا، جو ایک فراٹہ پانچ روپئے میں سبزی کے ساتھ فروخت کر رہا تھا، چنانچہ ہم دو تین ساتھیوں نے دس دس روپے کے فراٹے کھائے، اس کے بعد ادھر ادھر چلنے پھرنے کے بعد اسٹیشن واپس ہوئے۔

جب ہم چند ساتھی اسٹیشن واپس ہوئے، تو ہم نے باقی رفقاء کو بتلایا کہ ہم سب اس گیٹ سے اس طرف باہر نکلے تھے اور اس کے ساتھ ہی ہم نے ان سبھوں کو اس طعام فروش کا پتہ بھی بتلایا کہ اس سے زیادہ سستا کھانا یہاں کہیں بھی نہیں ملے گا جس پر وہ سب بھی مذکورہ مقام پر کھانے کے لئے روانہ ہوئے اور اس مرتبہ

ہم سب سامان کے پاس ٹھہرے اور سامان کی حفاظت کی ذمہ داری انجام دینے لگے، جب وہ سب تناول طعام کے بعد واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ان ہی میں سے ایک ساتھی جامع مسجد کی زیارت کے لئے چلا گیا ہے، مگر وقت کی کثرت کی وجہ سے ہم سب کو کوئی ہموم و غموم لاحق نہیں ہوئے اور ہمیں اس کے جانے سے کوئی شکوہ نہیں ہوا، مگر جب ٹرین کے وقت میعاد میں کچھ ہی دیر باقی رہ گئی اور ٹرین آنے ہی والی تھی، اور وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا تو ہم سب کو غصہ آیا اور آپس میں بہت زیادہ ناراضگی کا اظہار کرنے لگے کہ وہ بغیر بتائے جامع مسجد چلا گیا اور اب تک واپس بھی نہیں آیا ہے اور اب ٹرین بھی آنے والی ہے۔

دیوبند کے لئے روانگی

ہم سب پلیٹ فارم پر اسی میں الجھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ ساتھی جامع مسجد سے واپس آگیا جس کی وجہ سے ہم سب اس پر بہت زیادہ غصہ ہوئے، خیر اس کے کچھ ہی دیر بعد ٹرین کا وقت آدھمکا مگر ٹرین نہیں آئی تھی، پچیس منٹ سے زائد وقت گذر گیا کہ اچانک نصف گھنٹہ کی تاخیر سے ٹرین پلیٹ فارم نمبر تین پر آکر لگی اور ہم تمام رفقائے سفر دیگر مسافرین کے ساتھ ٹرین پر سوار ہوئے، اس ٹرین پر سوار ہونے میں بہت زیادہ پریشانیاں اور مشکلات پیش آئیں، اس لئے کہ پوری پلیٹ فارم پر سروں ہی سروں کا ہجوم تھا، کہیں پیر رکھنے کی جگہ نظر نہیں آرہی تھی، لیکن اس کے باوجود ہم سب کسی طرح سے ٹرین پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے، اگرچہ کہ تمام ساتھی ایک جگہ نہیں رہ سکے مگر پھر بھی ایک ہی ڈبہ میں مختلف مقامات پر جگہ پکڑ لئے تھے اور ٹرین پر مع سامان کے سوار ہو چکے تھے۔

دیوبند قریب سے قریب تر

جالندھر اکسپریس دو بجکر پچاس منٹ پر پلیٹ فارم پر آکر لگی اور پھر تمام متعلقہ مسافرین کے سوار ہونے کے بعد تین بجکر تیس منٹ پر نئی دہلی سے "دیوبند اسٹیشن" کے لئے رفتہ رفتہ تیز ہوتی ہوئی روانہ ہوئی اور پھر پوری رفتار کے ساتھ ٹرین چلنے لگی اور اس طرح ہماری منزل مقصود ہم سے مسلسل قریب سے قریب تر ہوتی گئی کہ مسلسل ایک گھنٹہ کے قریب چلنے کے بعد ٹرین غازی آباد اسٹیشن پہنچ گئی، وہی غازی آباد اسٹیشن جہاں

سے ہو کر ہماری سابقہ ٹرین بہار سے نئی دہلی گئی تھی ، اب چند گھنٹے کے بعد پھر اسی سابقہ اسٹیشن (غازی آباد) پر ہماری دوسری ٹرین رکی تھی ، پھر وہاں پر چند ہی منٹ رکنے کے بعد ٹرین ہماری منزل مقصود کو ہم سے مزید قریب سے قریب تر کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی ، اور پھر انتہائی برق رفتاری کے ساتھ آگے کا اپنا سفر شروع کر دیا ، کہ پھر "میرٹھ سیٹی" اور "مظفر نگر" میں رکتے ہوئے شام چھ بجکر تیس منٹ کے قریب دیوبند اسٹیشن پہنچی اور ہماری منزل کو ہم سے انتہائی قریب کر دیا اور اب ہم اپنی منزل سے چند ہی قدم کے فاصلے پر تھے ۔

منزل مقصود تک رسائی

دیوبند اسٹیشن پر ٹرین رکنے کے بعد ہم جمیع رفقاء نیچے اترے اور پھر کانوں میں یہ آواز سنائی دینے لگی "دار العلوم ، دارالعلوم" اس آواز کے ذریعہ بے شمار رکشہ راں مسافرین یعنی طالبان علوم نبوت کو دارالعلوم لے جانے کے لئے آوازیں لگا رہے تھے ، چنانچہ ہم سب بھی دو رکشہ پر سوار ہو کر دارالعلوم کے لئے روانہ ہوئے اور پھر رکشہ والے نے قدرے زیادہ ہی رفتاری کے ساتھ رکشہ چلانا شروع کر دیا ، جس سے مجھے ڈر بھی لگ رہا تھا کہ کہیں کسی چیز یا کسی شخص سے رکشہ کو ٹکر نہ لگ جائے ، بہر حال ہم کچھ ہی دیر میں دارالعلوم کے صدر گیٹ تک واصل ہو گئے ۔

* * * * * * *

دار العلوم دیوبند

عظیم ترین اور قدیم آرزو کی تکمیل

الحمدللہ؛ ۶/ شوال الکرم ۱۴۲۴ھ سوموار کی رات میں سات بجے کے قریب اس عاجز و سراپا تقصیر بندۂ ناچیز کی کئی سالوں کی ایک قدیم اور عظیم ترین آرزو اور خواہش کی تکمیل ہوگئی، جو عرصہ ہائے دراز سے قلب و جگر کو تڑپارہی تھی اور دلی حالات و کیفیات کو مضطرب کررہی تھی کہ تاریخ مذکور میں اس قدیم خواہش کی تکمیل ہوئی اور وہ پرانا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا، الحمدللہ۔

مینارۂ نور

اب ہم رکشہ سے اترنے کے بعد دارالعلوم کے اس صدر گیٹ یعنی باب قاسم کے سامنے کھڑے تھے اور اب ہم دارالعلوم کی مرکزی عمارت سے دست بستہ متصل تھے، اور اب ہماری آنکھوں نے علم و عرفاں، منبع روحانی، اسلامی علوم و فنون کے مرکز اور دنیائے اسلام کی سب سے عظیم اسلامی یونیورسٹی کا ان ظاہری آنکھوں سے دیدار کیا اور اب ہم اس کے سامنے ٹھہرے ہوئے تھے، جس کی ایک قدیم تاریخ رہی ہے، جس کی دانشوروں اور مؤرخوں نے مدح و ثناخوانی کے ہزاروں پل تعمیر کئے ہیں، جس کی انشاء پردازوں نے حیرت انگیز داستان حقیقی لکھے ہیں، جس کی شعرائے کرام نے تعریف و توصیف میں ہزاروں اشعار کہے ہیں، اب ہم اسی دارالعلوم کے صدر گیٹ پر کھڑے تھے، جس سے قلب کو بے حد خوشی اور مسرت حاصل ہورہی تھی۔

دار العلوم دیوبند

اس کے بعد اب ہم دارالعلوم کے صدر گیٹ کے پاس سے آہستہ آہستہ احاطۂ دارالعلوم میں قدم رکھتے

ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ساقی کوثر ﷺ کی نشان زدہ مقام پر بنی عمارت (نودرہ) اور احاطۂ مولسری کے قریب سے گزرتے ہوئے اور کتب خانہ، شعبۂ خوشخطی اور مطبخ ہوکر ہم دار جدید پہنچے جہاں حافظ فردوس صاحب سے ملاقات ہوئی، جو رمضان المبارک ہی میں دارالعلوم بغرض داخلہ آئے ہوئے تھے ان ہی کے پاس ہم سب ٹھہرے، اور دارالعلوم میں ہم نے سب سے پہلی نماز نماز عشاء مسجد رشید میں ادا کی اور اس کے بعد ہوٹل میں کھانے سے فراغت ہوئی اور پھر دیگر امور اور مشغولیات میں مصروف اور منہمک ہو گئے۔
اور یوں ۶/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سوموار کی رات سے دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں یک سالہ زندگی کا آغاز ہو گیا اور ہمارے روز و شب اور قیمتی لمحات و ساعات احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں بیتنے شروع ہو گئے، جس کے کچھ ہی ایام اور تکمیل داخلہ کے بعد باضابطہ اور طالب علمانہ حیثیت سے دارالعلوم سے استفادہ اور فیضیابی کے ایام کی ابتداء بھی ہو گئی۔

ابتدائی مراحل

دارالعلوم دیوبند میں آمد کے بعد جمیع طالبان علوم نبوت کا جو سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے وہ قیام و طعام کا مسئلہ ہے اور اس کا نظم و انتظام ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے. جس کی وجہ سے طالبان علوم نبوت کی زندگی دوبھر اور پانی پانی ہو جاتی ہے، چنانچہ مجھے بھی اس پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور میں بھی اس مشقت و مصیبت میں بتلا ہوا۔
جب میں ۶/ شوال المکرم کو دارالعلوم آیا اور دار جدید میں قیام کیا تو اس دن تو ہوٹل میں کھانا کھایا، اس لئے کہ عشاء کا وقت ہو چکا تھا اور لمبے سفر سے آکر کھانا تیار کرنے میں بہت زیادہ پریشانی ہوتی، ساتھ ہی بدن میں تعب و تھکن اور تھکاوٹ انتہاء درجے کی تھی اور ایسی حالت میں کھانے پینے کا سامان مہیا کرنا اور ضروری اشیاء کا خریدنا بہت دشوار مسئلہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ہوٹل ہی میں کھانا کھایا اور پھر رات گزرنے کے بعد دن میں تمام رفقائے سفر نے خود ہی کھانا بنانے کا نظم کرلیا لیکن میں ان سب کے ساتھ شریک نہیں ہوا اور مسئلۂ طعام میں میں ان سب سے علیحدہ ہو گیا، صبح میں ناشتہ تو سبھوں نے مل جل کر ہی کیا، مگر دوپہر کے کھانے کے وقت میں نے علیحدہ انتظام طعام کیا اور یوں میں نے اس سلسلہ میں ان سبھوں سے خود ہی تنہائی اختیار کرلیا۔

قیام وطعام کا انتظام

اسی دوران میرے ننہالی گاؤں کا مولوی محمد سفیان عالم مجھ سے ملا اور کہا کہ اگر یہاں پریشانی ہو رہی ہو تو فارسی خانہ کے کمرہ نمبر ۲ میں چلے آنا وہاں بہت جگہ خالی ہے، لیکن میں "فارسی خانہ" بھول گیا اور صرف کمرہ نمبر ۲ یاد رہا، جس کی وجہ سے اس کا کمرہ ڈھونڈنے میں میں ناکام رہا۔ پھر مغرب کے بعد دوبارہ وہ میرا کمرہ آیا اور اس نے مجھے مولوی محمد فیضان کے ساتھ مذکورہ کمرہ بھیج دیا اور اس سے کہا کہ اسے (راقم) کمرہ لے کر آؤ، چنانچہ میں اس کے ساتھ تمام سامان لے کر فارسی خانہ کمرہ نمبر ۲ منتقل ہو گیا اور وہیں قیام کا ارادہ کرلیا اور اس کمرہ میں میرے ساتھ میرا ایک ساتھی بھی آگیا تھا جس نے میرے ساتھ ہی اس کمرہ میں دوسری طرف قیام کیا۔

دارالعلوم میں قیام کی اس دوسری رات میں میں نے ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا تھا، جس پر مولوی محمد سفیان نے مجھ سے دریافت کیا کہ کھانا کھا لئے تو میں نے نفی میں جواب دیا، جس پر اس نے کہا کہ اچھا آج ہوٹل میں کھالو، چنانچہ اس دن بھی میں نے رات کا کھانا ہوٹل ہی میں کھایا اور پھر دوسرے دن سے میں ان سب کے ساتھ مسئلہ طعام میں شریک ہو گیا اور وہ ساتھی جو دارجدید سے یہاں میرے ساتھ آیا تھا وہ بھی ہم سب کے ساتھ شریک ہو گیا اور یوں قیام وطعام کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ایک مصیبت

فارسی خانہ کے کمرہ نمبر ۲ میں قیام کئے ابھی چند ہی روز گزرے تھے اور امتحان داخلہ ابھی شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک دن دارالعلوم کا دربان کمرہ میں آیا اور کہنے لگا کہ اس کمرہ کا دروازہ کس نے کھولا ہے، اس کمرہ کو تالا کے علاوہ مضبوط لوہے سے بند کیا گیا تھا اسے کس نے کھولا ہے ؟ سبھوں نے انکار کر دیا اور کسی نے اقبال جرم نہیں کیا، اس کے بعد دربان بولا کہ سب لڑکے اپنا اپنا نام اور درخواست برائے امتحان داخلہ کا نمبر ایک کاغذ پر لکھو اور تم میں سے کون قدیم طالب علم ہے بتاؤ؟ لیکن کسی نے بھی نام وغیرہ لکھ کر نہیں دیا تو پھر وہی پہلی والی بات دوہرائی لیکن پھر بھی سب خاموش رہے، اس کے بعد دربان بولا کہ اس کمرہ کے سارے لڑکے دفتر دارالاقامہ پہنچ جاؤ، اس پر غور کرنے کے بعد چند لڑکے دفتر دارالاقامہ جانے لگے، ان میں میں بھی

ساتھ تھا، لیکن مولوی محمد سفیان نے جاتے ہوئے مجھے اشارہ کیا کہ تم واپس چلے جاؤ، چنانچہ میں الٹے پاؤں واپس ہوگیا، لیکن دفتر کی طرف سے مذکورہ معاملہ میں کوئی شدت نہیں برتی گئی اور نرمی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتے ہوئے دفتر سے صرف یہی حکم ہوا کہ فوراً کمرہ خالی کردو اور کہیں دوسری جگہ سیٹ ڈھونڈلو، جس پر تمام لڑکے پریشان ہوگئے، پھر کچھ دیر کے بعد دوبارہ دربان نے آکر کہا کہ شام تک کی مہلت دی جاتی ہے، شام تک کمرہ خالی کردو۔

اس کے بعد ادھر ادھر پریشان پھرنے کے بعد شام کے وقت میں اور مولوی عرفان دوبارہ دارجدید کا سابقہ کمرہ ہی پہنچا اور مولوی سفیان اور مولوی فیضان دارجدید کے کسی دوسرے کمرہ میں چلے گئے، لیکن ہم چاروں کے طعام کا معاملہ ایک ساتھ ہی رہا اور اس کے تیار کرنے کے لئے دارجدید کے ہمارے کمرہ ہی کا انتخاب کیا گیا اور یہیں ہم چاروں مل جل کر کھانے بناتے اور کھاتے رہے۔ اس طرح یہ مصیبت آئی اور بفضلہ تعالیٰ چلی بھی گئی۔

سبب تخلیہ

دفتر دارالاقامہ کی طرف سے فارسی خانہ کا کمرہ خالی کرانے کی وجہ یہ تھی کہ اسی سال فارسی خانہ کے چند کمروں کو باجازت اہتمام دارالعلوم کتب خانہ بنانے کی تجویز کی گئی تھی، جس کی وجہ سے رمضان المبارک ہی کی تعطیل میں ان کمروں کو تالوں اور لوہے کے راڈ کے ذریعہ مضبوطی سے مقفل کردیا گیا تھا، مگر جب دارالعلوم میں داخلہ کے خواہشمند طلباء شوال میں دارالعلوم آئے تو لوہا وغیرہ کھول کر کمرہ میں رہائش اختیار کرلیا اور دروازہ کھولنے والا وہ لڑکا میرا ہی ایک ساتھی تھا اور اس نے اس کے بعد آپس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ میں نے ہی ایسا کیا تھا۔

حیدرآباد خطوط کا ارسال

جب میں گھر سے دارالعلوم دیوبند آیا تھا تو اسی روز ۶ شوال المکرم کو دن میں دارالعلوم سبیل السلام کے ایک ساتھی مولوی معراج الدین سے راہ چلتے ہوئے ملاقات ہوئی اور انہوں نے دوران گفتگو تذکرہ کیا کہ میں آج

ہی شام دارالعلوم سبیل السلام جارہا ہوں تو میں نے مناسب سمجھا کہ وہ دو خطوط جن میں سے ایک حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم اور دوسرا محمد خورشید عالم (متعلم دارالعلوم سبیل السلام) کے بنام لکھے ہوئے ہیں وہ میں ان کے بدست روانہ کردوں، چنانچہ میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ آپ دو خطوط لیتے جائیں گے ؟ تو وہ اس کے لئے برضا ورغبت تیار ہو گئے، اس کے بعد میں ان ہی کے ساتھ دار القلم گیا اور وہاں دو سفید "دارالعلوم لفافہ "خریدا اور وہ دونوں خطوط ان دونوں لفافوں میں علیحدہ علیحدہ بند کرکے ان کے حوالہ کردیا، پھر وہ اسی دن شام میں حیدرآباد کے لئے روانہ ہو گئے۔

امتحان داخلہ اور طلباء کی آمد

دارالعلوم دیوبند میں دور دراز شہروں اور ملکوں سے طالبان علوم نبوت کی آمد نصف شعبان کے بعد سے ہی شروع ہوگئی تھی اور پھر رمضان المبارک کے اواخر میں تو روزانہ ہی جماعت در جماعت آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ پھر جب عید الفطر کا دن ختم ہوا تو اس کے دوسرے ہی دن سے طالبان علوم نبوت جوق در جوق دارالعلوم میں آنے لگے تھے اور یہ سلسلہ تقریبا ۷، ۸/ شوال المکرم تک برقرار رہا۔ مگر اس کے بعد بھی دس شوال کی شام تک کچھ نہ کچھ طلباء ضرور آتے رہے اور جب گیارھویں شوال کی ابتداء ہوئی تو اس کے بعد آمد طلباء اختتام کو پہنچی مگر پھر بھی نزدیک کے خواہشمند طلباء ۱۱ شوال المکرم کی صبح تک آتے رہے اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوا۔

طالبان علوم نبوت کی کثرت ازدحام

شوال المکرم میں طالبان علوم نبوت کا ازدحام اس قدر تھا کہ احاطۂ دارالعلوم کے علاوہ بھی جہاں کہیں نظر ڈالئے ہر طرف طلباء ہی طلباء نظر آتے تھے، ہر طرف طلباء ہی کا ہجوم تھا، احاطۂ دارالعلوم اور شہر کی اس سے قریبی گلیوں اور سڑکوں پر طلباء کی بھیڑ کی وجہ سے کہیں قدم رکھنے کی جگہ ملنی دشوار تھی، وہاں کے تمام تجارتی کتب خانے والے طلباء کے ازدحام کی وجہ سے کتاب فروخت کرنے سے عاجز آرہے تھے، اس کے علاوہ

دیگراشیاء خوردونوش کی دوکانات کی بھی بعینہ یہی حالت تھی، اور طلباء کی یہ حالت مسلسل ۱۵/ شوال المکرم تک برقراررہی جب تک کہ دارالعلوم میں امتحان داخلہ اختتام پذیر نہیں ہوا۔

کتب بینی میں اشتغال

جب میں ٦/ شوال المکرم کودارالعلوم آیا تواس کے دوسرے دن سے ہی مطالعہ اورکتب بینی میں مشغول ہوگیا اورامتحان ہونے والی کتابوں کویاد کرنے لگاجن میں سے بعض کتابوں کی شروحات میں نے اپنے ماموصاحب سے ان کے صاحبزادہ مولوی عبدالستارقاسمی صاحب کی پڑھی ہوئی ساتھ لے کرآیاتھااور بعض کتابیں مولوی محمد سفیان کے پاس سے لے کرپڑھتا، اس لئے کہ وہ ایام انتہائی سخت ایام تھے۔ کسی کا کوئی پرسان حال نہ تھا، ہر کوئی اپنے میں مگن تھا، کسی کوکسی سے کوئی مطلب اوریاری نہ تھی، جمیع طلباء تمام امور غیر ضروریہ کوترک کرکے مطالعۂ کتب میں مشغول ہوگئے تھے، اس لئے میں بھی اس مقصدی عمل میں مشغول ہوگیا۔

حصول درخواست داخلہ

فارم "درخواست داخلہ برائے شرکت امتحان دارالعلوم دیوبند" کی پانچ ہی شوال سے طلباء کے درمیان فی درخواست دوروپئے کے بعوض تقسیم شروع ہوچکی تھی اور پہلے ہی دن کئی ہزارفارم تقسیم کئے جاچکے تھے۔ چنانچہ میں نے دوسرے روز٦ / شوال المکرم کو دس بجے صبح فارم درخواست حاصل کیا، لیکن اس فارم درخواست پرپاسپورٹ سائز کے دوفوٹوچسپاں کرنالازمی تھا۔جس کی وجہ سے میں اس دن فارم درخواست دفتر تعلیمات میں جمع نہیں کرسکا۔ اورپھراسی دن نماز ظہر کے بعداسٹوڈیومیں جاکرتصویر بنوایااور اس کے بعد، ۷/ شوال المکرم بروز منگل بعد نماز ظہر درخواست کی خانہ پری اور فوٹوچسپاں کرکے اسے دفتر تعلیمات میں جمع کردیااوراس طرح سے اب ایک مسئلہ حل ہوگیااوراس سمت (یعنی درخواست کاجمع کرنا) سے اطمینان حاصل ہوا، اورپھر مطالعۂ کتب میں مطمئن ہوکر مشغول ہوگیا۔

وقف دارالعلوم کی طرف توجہ

دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تو ایک مسئلہ میں اطمینان حاصل ہوگیا، مگر اس کے ساتھ ہی مجھے وقف دار العلوم میں بھی داخلہ کے واسطے درخواست دینی تھی، جس کی وجہ سے یہ کام کچھ ذہنی الجھن کا باعث بنا ہوا تھا، کہ کب وقف دارالعلوم میں درخواست تقسیم ہو اور میں بھی حاصل کروں، اسی الجھن میں بتلا تھا کہ ۸/ شوال المکرم کو افواہ اڑائی گئی کہ آج وقف دارالعلوم میں درخواست تقسیم کی جارہی ہے، مگر بعد میں پتہ چلا کہ اس دن تو نہیں البتہ ۹/ شوال المکرم بروز جمعرات تقسیم کی جائے گی، چنانچہ ۹/ شوال المکرم کو میں بھی چند رفقاء کے ساتھ وقف دارالعلوم پہنچا۔ جہاں بڑی پریشانی کے بعد ایک ساتھی نے چار درخواست بعوض فی درخواست پندرہ روپئے حاصل کیا اور پھر اس دن تو نہیں البتہ دوسرے دن ۱۰/ شوال المکرم بروز جمعہ علی الصباح درخواست کی خانہ پری اور اس پر بھی دارالعلوم کی طرح دو فوٹو چسپاں کر کے وقف دارالعلوم کے دفتر تعلیمات (ان دنوں درسگاہوں کو ہی عارضی طور پر درسگاہوں کو ہی دفتر کے کام میں لایا جارہا تھا اور اصل دفتر سے کوئی رابطہ طلباء کا باقی نہ رہا تھا) میں جمع کیا اور پھر ادھر وقف دارالعلوم سے بھی اطمینان قلبی حاصل ہوا۔

دارالعلوم میں رول نمبرات آویزاں

وقف دارالعلوم سے درخواست کے سلسلہ میں مسئلہ حل ہوگیا، مگر اسی دن ۱۰/ شوال المکرم کی شام میں دارالعلوم دیوبند میں امتحان ہال کے رول نمبرات چسپاں کئے جانے والے تھے، اس لئے میرے لئے رول نمبر بھی معلوم کرنا از حد ضروری تھا، جس کی وجہ سے توجہ اب اس طرف مبذول ہوئی، کہ ۱۱/ شوال المکرم کی رات میں بعد عشاء رول نمبرات دفتر تعلیمات کے سامنے چسپاں کردیئے گئے۔ پھر کیا دیر تھی؟ یہ بات پورے دارالعلوم میں آگ کی چنگاری کی طرح پھیل گئی اور کچھ ہی لمحے بعد دفتر تعلیمات کے سامنے طلباء کا ازدحام ہوگیا اور سب اس بات کی کوشش کرنے لگے کہ ہم سب سے پہلے اپنا اور اپنے رفقاء کا رول نمبر معلوم کریں، کہ اسی عالم میں میں نے کسی طرح مشقت و پریشانی برداشت کر کے اپنا رول نمبر برائے امتحان ہال دیکھ لیا اور اس کے ساتھ ہی چند دیگر رفقاء کے رول نمبرات دیکھنے میں کامیابی حاصل ہوگئی اور پھر اپنے

کمرہ کی طرف واپس ہوا، اس کے بعد اب امتحان کی فکر دامن گیر ہوئی کہ کل صبح سے امتحان ہوگا، اور پرچہ کیسا رہے گا؟ سوالات کس قسم کے رہیں گے؟ حل کرپاؤں گا یا نہیں؟ یہ ساری باتیں ہموم و غموم کا باعث بن گئیں۔ کہ آخر فجر کی اذان ہوئی اور طلوع شمس کے بعد وہ وقت بھی آہی دھمکا۔

دارالعلوم دیوبند کا امتحان داخلہ

۹/ شوال المکرم بروز جمعرات ہی "نقشۂ امتحان" بھی دفتر تعلیمات، باب معراج (شیخ الہند اکیڈمی) اور مدنی گیٹ پر چسپاں کیا جاچکا تھا، جس سے معلوم ہوچکا تھا کہ کونسی کتاب کس دن ہے، اس کے بعد ۱۰/ شوال کی شام ختم ہونے کے بعد رول نمبرات بھی چسپاں کردیئے گئے، جس کے بعد اب صرف امتحان کا مسئلہ باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ ۱۱/ شوال کے روز طلوع شمس کے بعد دن کا آغاز ہوا کہ اس کے آدھا گھنٹہ کے بعد طلباء کی دوڑ مسجد رشید کی طرف شروع ہوگئی، جہاں مسجد کے تہ خانہ اور بالائی حصہ میں امتحان ہال واقع ہے، چنانچہ میں بھی دیگر طلباء کی طرح دیگر رفقاء کے ساتھ مسجد رشید کے بالائی حصہ والے امتحان پال میں پہنچا اور دیگر طلباء کی طرح میں بھی اپنی متعینہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

جوابی کاپی اور پرچہ سوالات کی تقسیم

وارننگ گھنٹہ تو پونے آٹھ بجے لگ چکا تھا، پھر پندرہ منٹ کے بعد آٹھ بجے پہلا گھنٹہ لگا، اور اس کے بعد مسلسل سو گھنٹیاں لگنے کے بعد تمام طلباء کی جوابی کاپیاں ان کی متعینہ سیٹ پر رکھ دی گئیں اور ہر کاپی پر متعلقہ طالب علم کا نام، دن، تاریخ، رول نمبر، درخواست نمبر، نام ممتحنہ درجہ، نام امتحان اور ممتحنہ کتاب کا نام لکھا ہوا رہتا تھا اور چند ملازمین ہر سیٹ پر اس سے متعلقہ کاپی رکھتے جارہے تھے، تقسیم کاپی کے بعد سوالات کے پرچے تقسیم کردیئے گئے اور پھر سارے طلباء پرچہ حل کرنے میں مشغول و منہمک ہوگئے اور متعدد اساتذۂ کرام طلباء کی نگرانی بھی کر رہے تھے۔ اور ناظم امتحان مولانا احمد علی بجنوری صاحب تھے۔

پرچہ سوالات

پہلے دن صرف ایک کتاب کا امتحان تھا اور پھر اس کے ایک دن بعد ۱۳/ شوال المکرم بروز سوموار دوسرا پرچہ جس میں ایک ساتھ دو کتابوں کے سوالات تھے جن میں سے ہر ایک کتاب سے دو دو سوالات کے جوابات مطلوب تھے، اور پھر اس کے ایک دن بعد ۱۵/ شوال المکرم بروز بدھ تیسرا پرچہ تھا جس میں دو کتابوں کے سوالات تھے اور اس تیسرے پرچہ میں بھی ہر کتاب سے دو دو سوالات کے جوابات مطلوب تھے۔

دار العلوم دیوبند کا نقشۂ امتحان داخلہ برائے دورۂ حدیث ۱۴۲۴ھ

پرچہ نمبر	کتاب نمبر	نام کتاب	تاریخ وایام
۱	۱	مشکوۃ المصابیح	۱۱ / شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز شنبہ
۲	۳/۲	ہدایہ اخیرین / نخبۃ الفکر	۱۳ / شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز دوشنبہ
۳	۵/۴	شرح عقائد / سراجی	۱۵ / شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز چہارشنبہ

پرچہ امتحان کی کیفیت

اللہ تعالی کے فضل وکرم اور والدہ محترمہ، اقارب واعزاء، رفقائے کرام، محبین صد احترام اور مشفق اساتذۂ کرام کی نیک دعاؤں اور آرزؤں وتمناؤں سے تمام پرچے قابل اطمینان طور پر بہت شاندار حل ہوئے، جس سے امید قوی بندھ گئی کہ ان شاء اللہ دار العلوم میں اس ناچیز کا داخلہ ہوجائے گا اور اس کا امیدوار بھی ہوگیا،

فالحمد على ذلك اولا وآخرا.

وقف دار العلوم میں امتحان داخلہ برائے دورۂ حدیث

دار العلوم دیوبند میں امتحان داخلہ مکمل ہونے کے بعد اب ہم وقف دار العلوم میں امتحان دینے کی طرف

متوجہ ہوئے ، دارالعلوم میں تو ہمارا امتحان بدھ کے روز ہی ختم ہوگیا ، مگر وقف دارالعلوم میں امتحان کا آغاز برائے دورۂ حدیث جمعرات سے تھا ، اگر چہ کہ اعلان اول میں بدھ کو میقات اول میں امتحان رکھا گیا تھا جو کہ دارالعلوم کے وقت سے ٹکرا جا رہا تھا ، جس کی وجہ سے دوسرے اعلان میں تبدیلی وقت کرتے ہوئے بدھ ہی کو میقات ثانی میں امتحان کا وقت رکھا گیا ، مگر تیسری مرتبہ کے اعلان میں جمعرات کے روز میقات اول میں امتحان رکھا گیا اور پرچہ ثانی سنیچر کو ، لیکن پرچہ ثانی کے سلسلہ میں جمعرات کو امتحان ہال ہی میں اعلان کیا گیا کہ پرچہ ثانی سنیچر کے بجائے جمعہ کو میقات اول میں ہوگا ۔

وقف دارالعلوم میں امتحان داخلہ کا آغاز

۱۶/ شوال المکرم بروز جمعرات کو وقف دارالعلوم میں پہلا پرچہ تھا ، جس کی وجہ سے اس دن فجر کے وقت سے کافی پہلے بیدار ہونا پڑا اور کچھ دیر مطالعۂ کتب کے بعد نماز فجر ادا کی اور نماز کے بعد ہی دارالعلوم سے وقف دارالعلوم کے لئے روانہ ہوا ، دونوں دارالعلوم کے درمیان میں پیدل تقریباً پندرہ منٹ کا راستہ تھا ، جب ہم چند رفقاء کے ساتھ وقف دارالعلوم پہنچے تو اولاً دفتر تعلیمات کے سامنے ہمیں رول نمبر دیکھنا پڑا ، اس کے بعد ہم امتحان ہال (دارالحدیث جسے ایام امتحان کے دوران امتحان ہال کے کام میں بھی لایا جاتا ہے) پہنچے اور اپنی متعینہ سیٹ پر بیٹھ گئے ۔

امتحان ہال میں پہنچنے اور متعینہ سیٹ پر بیٹھنے کے کچھ دیر بعد جوابی کاپی اور پھر پرچہ سوالات تقسیم کئے گئے ، اور پھر اس کے بعد تمام طلباء پرچہ حل کرنے میں مشغول و منہمک ہو گئے ، اسی دوران لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا گیا کہ " دورۂ حدیث کے دوسرے پرچہ کا امتحان سنیچر کے بجائے کل بروز جمعہ صبح کو ہی ہوگا تمام طلباء کل بروز جمعہ ہی امتحان دینے کے لئے یہاں امتحان ہال پہنچ جائیں " ۔

وقف دارالعلوم میں دوسرا اور آخری پرچہ

چنانچہ ہم دوسرے دن ۱۷/ شوال المکرم بروز جمعہ صبح سویرے ہی وقف دارالعلوم کے لئے روانہ ہوئے اور وقت متعینہ یعنی پونے آٹھ بجے سے قبل وقف دارالعلوم پہنچ گئے اور پھر وارننگ گھنٹہ کے بعد پہلا گھنٹہ

لگنے پر دوسرا اور آخری پرچہ تقسیم کردیا گیا اور پھر بہت ہی قلیل وقت میں امتحان سے مکمل طور پر فارغ ہو کر دارالعلوم کے لئے روانہ ہوئے اور اب ہم دونوں جگہ دارالعلوم اور وقف دارالعلوم کے امتحانات سے فراغت کے بعد مطمئن ہو گئے اور اب ساری الجھنیں اور فکر و غم ختم ہو گئیں اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر فارغ البال اور بے فکر ہو گئے۔

امتحانات سے فراغت اور دیگر مصروفیات

دارالعلوم دیوبند اور وقف دارالعلوم دونوں جگہ امتحان داخلہ سے فراغت کے بعد میں ایک دوسری مشغولیت میں مصروف ہو گیا اور وہ تھی چند اساتذۂ کرام سے ستارۂ منزل کے لئے تقریظ و مکتوبات کا حصول۔ چنانچہ میں دونوں جگہ امتحان ختم ہونے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوا اور ایک روز "ستارۂ منزل" کا مسودہ لے کر حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسودہ ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت اس کے لئے کچھ تحریر فرما دیجئے، جس کے بعد حضرت مجھ سے پوچھنے لگے کہ نام کیا ہے کہاں کے ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ تینوں سوالات کا جواب دیتے ہوئے تیسرے سوال کے جواب میں عرض کیا کہ یہیں دارالعلوم میں رہتا ہوں، اس پر حضرت نے پوچھا یہاں تمہارا داخلہ ہے؟ میں نے جواب دیا جی حضرت! اسی سال دورۂ حدیث میں داخلہ ہوا ہے، اس کے بعد میں نے مزید بتایا کہ اس کتاب پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی دامت برکاتہم نے تقریظ لکھی ہے، اس پر حضرت مفتی صاحب گویا ہوئے کہ پھر تو میری تقریظ کی کیا ضرورت ہے؟ ان دونوں کی تقریظ کافی ہے، میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت! آپ بھی کچھ تحریر فرما دیجئے۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے ایک ہفتہ بعد آنا، ابھی آنکھ صحیح نہیں ہے، جس کی وجہ سے ابھی میں نہیں لکھ سکتا ہوں، شاید کہ ان دنوں حضرت مفتی صاحب کی آنکھ کا آپریشن ہوا تھا کہ یہ بات مجھے صحیح سے یاد نہیں رہی۔

حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے بعد میں حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب استاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انھوں نے چند باتیں دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ ابھی تک میں

امتحان کے پرچے جانچ کر رہا ہوں، اس لئے کچھ دنوں بعد ملنا اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی لکھی ہوئی تقریظ بھی ساتھ میں لیتے آنا۔

انتظار کے لمحات

جب دارالعلوم اور وقف دارالعلوم دونوں جگہ امتحانات سے فارغ ہو چکے، تو اب اس کے بعد نتائج کا سختی سے انتظار تھا، لیکن اس انتظار میں روز بروز دوری اور بعد ہی ہوتا گیا حتیٰ کہ یہ بعد ہفتہ تک دراز ہو گیا اور ایک ایک لمحہ اور ہر ہر ساعت پہاڑ معلوم ہونے لگی، روز و ایام سال معلوم ہونے لگے اور فکر و پریشانی اس پر مستزاد تھی۔ اس لئے کہ دل میں یہ خوف بھی پریشان کر رہا تھا کہ کہیں خدانخواستہ داخلہ کے واسطے منتخب طلباء کی فہرست میں میرا نام نہ آئے اور پھر دارالعلوم میں حصول داخلہ سے محروم ہو جاؤں۔

رحمت خداوندی اور امید کی کرن

اس خوف وہراس اور پریشانی کے باوجود میں امیدوار ہو چکا تھا کہ ان شاء اللہ ضرور بالضرور میرا داخلہ دارالعلوم میں ہو جائے گا اور میرے اس اعتماد کی مکمل بنیاد امتحانی پرچے پر تھی۔ اس لئے کہ تمام مطلوبہ سوالات میں نے بہت ہی اچھے طریقے پر تشفی بخش طور پر حل کیا تھا، جس کی وجہ سے میرا کامل اعتماد تھا کہ دارالعلوم میں ضرور میرا داخلہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

* * * * * * *

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

منتخب طلباء برائے دورۂ حدیث میں نام

۱۹/ شوال المکرم کو دونوں جگہ امتحان داخلہ ختم ہونے کے بعد امید و بیم اور خوف وہراس کے مسرور اور سخت ایام گزرتے گئے کہ ۲۵/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز سنیچر دوپہر میں اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جب میں نے بعد نماز ظہر "نتائج برائے دورۂ حدیث" دیوار پر چسپاں ہونے کے بعد اپنا نام "منتخب طلباء برائے داخلہ دورۂ حدیث" کی فہرست میں دیکھا، جس پر میں نے رب ذوالجلال والاکرام کا شکرانہ ادا کیا۔

نتائج معلوم کرنے کے لئے مشکلات کا سامنا

جب نتائج امتحان آویزاں کر دیئے گئے تو ہزاروں شائقین اور امیدوار طلباء اپنا یا اپنے ساتھی کا نتیجہ دیکھنے کے لئے بے چین اور پریشان تھے، جس کی وجہ سے وہاں کافی ازدحام تھا اور وہاں پاؤں رکھنے کے لئے بھی کوئی جگہ باقی نہ رہی تھی۔ ایسی ازدحامی حالت میں آگے بڑھ کر اپنا یا کسی دوسرے کا نام دیکھنے میں جو دقت و پریشانی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ میں بھی اس دقت و پریشانی سے دوچار ہوا، لیکن میں نے ایک تدبیر اختیار کر کے اول مرحلہ ہی میں اپنا نام دیکھنے میں کامیابی حاصل کرلی، اور وہ تدبیر اور طریقہ یہ تھا کہ دوسری جگہ جہاں نتائج آویزاں کئے گئے تھے وہ دارالحدیث فوقانی کی سامنے والی دیوار تھی، جہاں دائیں جانب سے دوسرے دروازے کے بعد دیوار پر نتائج آویزاں کئے گئے تھے، اور سطح سقف بالکل برابر تھی جس کی وجہ سے اوپر چڑھ کر دیکھنے کی کوئی صورت نہ تھی، مگر میں دروازہ پر پاؤں رکھ کر اور اس کی زنجیر پکڑ کر اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا اور جلد ہی اپنا نام دیکھ لیا، پھر اسی طرح کئی دوسرے طلباء نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔

مسرت وخوشی

دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلہ کے لئے منتخب امدادی طلباء کی فہرست میں میرانام آنے پر میں گویاکہ مسرت وخوشی سے بے خود ہو گیااور خود مجھے اپنی ذات کی کوئی خبر نہ رہی، جب میں نے مذکورہ فہرست میں اپنانام دیکھاتو فوراًمیں دروازہ پر سے نیچے کودپڑااوراپنی نظرچاروں طرف دوڑانے لگاکہ کوئی میرے جان پہچان کا ملے، لیکن میرا جاننے والاوہاں کوئی بھی موجودنہیں تھا، پھر میں اس کے بعد اردگرد گھومنے پھرنے لگا۔

احباب ورفقاء کی طرف سے مبارکبادی کی کثرت

دارالعلوم دیوبند میں میرانام آجانے کی خبر جب بانکا ضلع کے طلباء اوردیگراضلاع وصوبہ کے میرے جاننے والے طلباء میں پھیل گئی اور سبھوں کو معلوم ہوااور بہتوں نے توجب خودمیرانام دیکھ لیا، تو اس کے بعد ہرچہار جانب سے مجھے مبارکبادی ملنے لگی، ہر کوئی مجھ سے ہنسی خوشی، بشاشت قلب اور وجہ طلیق کے ساتھ ملنے لگے اور مجھے مبارکبادی پیش کرنے لگے۔

اس دن مجھے جس قدر مبارکبادیوں سے نوازا گیااور جس طرح بشاشت وجہ کے ساتھ احباب ورفقاء اور دیگر طلباء مجھ سے ملے، اس طرح کاوہ میرے لئے میری زندگی کا پہلادن تھا۔ اس سے پہلے کبھی بھی میرے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہیں کیا گیا تھااور کبھی بھی کوئی شخص اس طرح مجھ سے نہیں ملاتھا۔ پھر اس کے دودن بعد ساتھیوں میں سے بہتوں مجھ سے میٹھائی کا بھی مطالبہ کرنے لگے، جس پر میں نے تمام جاننے والوں کے درمیان میٹھائی تقسیم کی، جس کمرہ میں میں ٹھہراہواتھااس کمرہ کے شناشااورغیر شناشا سارے ساتھی اس میٹھائی میں برابر کے شریک رہے۔ اس طرح داخلہ کے لئے منتخب ہونے والے طلباء کی فہرست میں میرانام آنے پر مجھے مبارکبادی ملی اور ساتھی طلباء بشاشت وجہ کے ساتھ مجھ سے ملے اور مجھے اس کی وجہ سے میٹھائی بھی کھلانی پڑی اوراس طرح یہ خوشی منائی گئی۔

اکرام خداوندی

دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے لئے منتخب ہونے والے طلباء کی فہرست میں میرا نام توآگیا جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور پیاری والدہ محترمہ، ان کے والدین، دیگر اعزاء واقارب اور مشفق اساتذۂ کرام کی دعاؤں، آرزوؤں اور تمناؤں کا ثمرہ تھا کہ مجھ جیسے کمتر اور کند ذہن طالب علم کا داخلہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوش شفقت میں ممکن ہوسکا، اور اللہ تعالیٰ نے اس سراپا تقصیر بندہ کو اپنے محبوب ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈالی ہوئی بنیاد پر بنی عمارت اور اس درسگاہ نبوی سے استفادہ اور فیضیابی کا موقع عنایت فرمایا، فالحمد للہ علی ذلك اولا و آخرا۔

مولانا نوشاد علی سبیلی کو داخلہ کی اطلاع

جب میں حیدرآباد میں دارالعلوم کی تیاری کررہا تھا، تو اس کے متعلق روزنامہ ہمارا عوام سے منسلک مولانا محمد نوشاد علی سبیلی صاحب نہایت عقیدت مندی اور پرخلوص محبتوں کے ساتھ میری رہبری فرماتے اور مفید مشوروں اور نصیحتوں سے نوازتے رہے تھے۔ اور بوقت رخصت بہت ہی زیادہ ہمت وحوصلے اور قلبی دعاؤں سے نوازا تھا۔ اور مجھے تاکید بھی کی تھی کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے بعد مجھے ضرور اطلاع دینا اور مسلسل رابطے میں رہنا۔

مولانا نوشاد علی سبیلی صاحب سے اگرچہ میرا کوئی علاقائی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی کوئی رشتے داری یا یاری تھی۔ بس ایسے ہی روزنامہ ہمارا عوام کی نسبت سے ملاقات ہوگئی اور پھر وہ ملاقات برادرانہ تعلقات میں تبدیل ہوگئی، اور پھر یہ تعلقات اس حد تک قائم ہوگئے کہ انھوں نے اپنے سگے بھائی جیسے درجہ سے مجھے نواز دیا اور برادر صغیر پر بڑے بھائی بن کر سایہ فگن ہوگئے، اور پھر دارالعلوم دیوبند میں میرے داخلہ کی خواہش وتمنا کو انھوں نے اپنی خواہش وتمنا بنالیا اور اس سلسلے میں حتی الامکان معاونت کرتے رہے۔

چنانچہ جب ۲۵/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز اتوار دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لئے منتخب طلباء کی فہرست میں میرا نام آگیا، تو سب سے پہلے میں نے اس کی اطلاع اپنے پیارے اور مشفق و مہرباں بھائی

مولانا محمد نوشاد علی سبیلی سمستی پوری صاحب کو ہی دینا مناسب اور بہتر سمجھا۔ اس کے لئے میں نے اسی دن ۲۵/ شوال المکرم کو نمازِ عشاء کے بعد حیدر آباد میں ان کے پاس فون لگایا اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوجانے کی اطلاع دے دی تو انھوں نے مجھے مبارکباد پیش کی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا، اور پر خلوص دعاؤں اور محبتوں سے نوازا۔

اساتذۂ کرام کو اطلاع اور ان کی طرف سے مبارکبادی

اس کے بعد میں نے اپنے داخلہ کی اطلاع اساتذۂ کرام اور دیگر حضرات کو دینا چاہا، اس کے لئے میں نے اس کے بعد دوسرے دن ۲۶/ شوال المکرم کو نو بجے صبح دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد میں مولانا شمشیر عالم سبیلی صاحب (استاذ دارالعلوم سبیل السلام) کے پاس فون لگایا اور ان سے بات چیت کرتے ہوئے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوجانے کی اطلاع دی تو انھوں نے بھی مبارکباد پیش کی، پھر تو اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں میرا داخلہ ہوجانے کی خبر پورے دارالعلوم سبیل السلام میں پھیل گئی، جس سے دارالعلوم سبیل السلام کے احباب و رفقاء اور حضرات اساتذۂ کرام بے حد خوش اور مسرور ہوئے۔

ایک استاد کا فخریہ بیان

چونکہ امسال میرے ساتھ دارالعلوم سبیل السلام کے دیگر نو طلباء کا بھی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوا جس کی وجہ سے دارالعلوم سبیل السلام کے استاد تفسیر و حدیث و ادب حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رشادی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے اور دیگر طلباء کے دارالعلوم دیوبند میں داخلے کی اطلاع ملنے کے بعد فرمایا تھا کہ "کون کہتا ہے کہ اس مدرسہ (دارالعلوم سبیل السلام) میں پڑھائی نہیں ہوتی ہے؟ اگر اس مدرسہ میں پڑھائی نہیں ہوتی ہے تو پھر جتنے طلباء داخلے کے لئے دارالعلوم دیوبند گئے ان سب (ایک کے علاوہ) کا داخلہ کیسے وہاں ہوگیا؟"۔

رابطہ نہیں ہو سکا

دارالعلوم سبیل السلام میں فون پر داخلہ کی اطلاع دینے کے بعد اسی وقت میں نے بانکا ضلع کے گاؤں بست پور میں اپنی پیاری خالہ محترمہ کے پاس اور جامعہ روضۃ العلوم نیا نگر میں مفتی مرشدِ قاسمی صاحب کے پاس فون لگایا، مگر ان دونوں میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں ہو سکا، جس کی وجہ سے ان دونوں کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہو جانے کی اطلاع ان دنوں نہیں دے سکا۔

دارالعلوم میں داخلہ اور میری خالہ محترمہ کا کردار

اس جگہ یہ واضح کیا جاتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں میرے داخلہ اور اس کے لئے دیوبند تک پہنچنے میں (بانکا ضلع کے گاؤں بست پور کی ساکنہ) میری پیاری خالہ محترمہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ کردار ہے۔ میری خالہ محترمہ نے اس سلسلہ میں ہر ممکن تعاون کیا اور رمضان المبارک کے پورے مہینہ میں مجھے یکسوئی کے ساتھ مطالعۂ کتب کے لئے ساری سہولیات مہیا کیں، اور ساتھ ہی اس مبارک مہینے کی راتوں میں اپنی دعائے سحر گاہی میں رب ذوالجلال کے آگے میری کامیابی و کامرانی کے لئے عرض و نیاز بھی کیا۔ اس کے ساتھ ہی خالہ محترمہ کی دو بڑی صاحبزادیوں نے بھی میرا مکمل ساتھ دیا اور دیگر دو صاحبزادیاں جو مجھ سے عمر میں چھوٹی ہیں ان کا بھی پیار و شفقت میرے ساتھ رہا۔ نیز خالہ محترمہ کی وجہ سے ان کے دیگر افراد خانہ کا بھی ساتھ حاصل رہا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ میرے تعلیمی سلسلے کے ابتدائی ایام (مدرسہ مصباح العلوم اہر وچلنا میں داخلہ کے وقت) سے دارالعلوم دیوبند تک حصولِ تعلیم و تربیت میں میری اسی خالہ محترمہ کی مکمل عنایات و توجہات رہی ہیں اور اسی خالہ محترمہ کی وجہ سے میں علوم قرآن و حدیث سے بہرہ ور ہو سکا اور فضیلت کا تاج میرے سر پر دراصل میری اسی خالہ محترمہ کی مرہون منت ہے، جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ میری اس خالہ کو اس کے بدلے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے، آمین۔

زندگی کے لمحات میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں اور حالات بدلتے ہیں، لیکن میں نے اپنی اہلیہ سے کھلے لفظوں میں

کہہ رکھا ہے کہ جس کے بارے میں جو چاہو بولو، لیکن میں اپنی اس خالہ کے خلاف کوئی بات سن نہیں سکتا ہوں، وہ اگر میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کچھ غلط بھی کرے پھر بھی میں اس کے خلاف کوئی بھی بات سننے کا متحمل نہیں ہوں گا، اس لئے کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں یہ سب میری اسی خالہ کی بدولت ہیں، جس کا یہ قرض میں اپنی زندگی میں کبھی اتار نہیں سکتا ہوں۔

اسی لئے ۲۵/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز سنیچر جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لئے میرا نام آگیا، تو میں اس کے دوسرے روز فون کرکے خالہ محترمہ کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے مچل رہا تھا مگر حالات نے ساتھ نہیں دیا اور خالہ محترمہ سے بات نہیں ہو سکی، بنابریں خالہ محترمہ کو اس موقع پر اطلاع نہیں دے سکا۔ اللہ تعالیٰ میری اس خالہ محترمہ کی زندگی میں سکون و راحت اور امن و سلامتی کے ساتھ برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر قائم و برقرار رکھے، آمین۔

قرأت کا امتحان

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لئے میرا نام منتخب ہونے کے بعد اب ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا پارۂ عم کے امتحان قرأت کا مسئلہ۔ چونکہ دورۂ حدیث کے جمیع طلباء کو ہفتم عربی کے متعینہ ممتحنہ کتب کے علاوہ پارۂ عم کا بھی بالتجوید امتحان دینا لازم ہوتا ہے، اور یہ امتحان صرف انہیں طلباء کا ہوتا ہے جو ہفتم عربی کی ممتحنہ کتب میں پاس ہو کر منتخب ہو چکے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ امتحان قرأت کا کام ابھی باقی تھا۔ چنانچہ اس کے لئے اعلان نکالا گیا تھا کہ ۲۸/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز منگل ۹ بجے صبح دورۂ حدیث کے لئے منتخب طلباء کا امتحان قرأت ہوگا، اس لئے تمام طلباء اپنے اپنے شناختی کارڈ کے ساتھ مسجد رشید میں وقت مقررہ پر حاضر ہو جائیں۔

امتحان قرأت کی کاروائی

چنانچہ میں ۲۸/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز منگل صبح سویرے دورۂ حدیث کے چند طلباء کے ساتھ مسجد رشید

پہنچا، جہاں قرأت کا امتحان ہونا تھا، کچھ دیر کے بعد مولانا ارشد مدنی صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور پھر یکے بعد دیگرے طلباء کے نام پکارنے لگے اور سبھوں کو الگ الگ ممتحن حضرات کے پاس بھیجنے لگے، جو پارۂ عم سے چند جگہ پڑھوا کر قرأت کا نمبر ڈال رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد میرا بھی نام پکارا گیا اور میں بھی شناختی کارڈ کے ساتھ حاضر ہوا، پھر انھوں نے ایک پرچی میرے حوالہ کیا اور اشارہ کر کے ایک قاری صاحب کے پاس مجھے بھیج دیا، جنھوں نے اولاً مجھ سے سابقہ مدرسہ کا نام و پتہ، اپنا نام اور گھر کا پتہ دریافت کیا اور مزید یہ بھی دریافت کیا کہ کیا تم حافظ ہو؟ جس پر میں نے نفی میں جواب دیا، اس کے بعد انھوں نے مجھ سے پارۂ عم میں سے دو مقامات سے تلاوت کروایا اور مجھے چھوڑ دیا۔

کامیابی ندارد

قرأت کا امتحان اگرچہ کہ اچھی طرح سے دیا تھا اور بزعم خود پاس ہونے کے قابل ہو گیا تھا، مگر یہ زعم و خیال اور مسرت و خوشی اس وقت رنجیدگی اور افسردگی میں تبدیل ہو گئی جب ۲۹/ شوال المکرم کا سورج غروب ہونے کے بعد دارالحدیث کے اندر قرأت کے امتحان کا نتیجہ سنایا گیا، اس لئے کہ قرأت میں قاری صاحب نے مجھے ۲۷ نمبر دیا تھا جس کی وجہ سے میں محض تین نمبر سے ناکام ہو گیا تھا، اس لئے اس دن مجھے بربناء ناکامی در امتحان قرأت داخلہ فارم نہیں دیا گیا اور داخلہ کے لئے میری بعد والی ساری کاروائیاں روک دی گئیں، اور قرأت کے اس امتحان میں میرے ساتھ تقریباً ساٹھ سے زائد طلباء شریک تھے، جو میری ہی طرح ناکام ہو گئے تھے اور ان سب کو بھی داخلہ فارم نہیں دیا گیا تھا اور ان سب کی بھی کاروائیاں روک دی گئی تھیں۔

دوبارہ امتحان قرأت

قرأت کے پہلے امتحان میں میں تو ناکام ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے میری اور مجھ جیسے دیگر طلباء کی کاروائیاں روک دی گئیں، مگر اسی دن جس دن کہ قرأت کا نتیجہ سنا سنا کر داخلہ فارم دیا جا رہا تھا، منشی اسعد صاحب نے اعلان کیا کہ "ناکام ہونے والے سارے طلباء چلے جائیں تم سب کا دوبارہ امتحان پھر سنیچر کو ہوگا"۔
اب میں اس کے بعد پارۂ عم مزید اچھی طرح سے باتجوید یاد کرنے میں مشغول و منہمک ہو گیا۔ لیکن حسب

اعلان جب سنیچر کا دن ہوا تو اس دن امتحان نہیں ہوا اور اس کے بعد چہار شنبہ کو اعلان لگا یا گیا کہ دورۂ حدیث کے جو طلباء قرأت میں ناکام ہو گئے ہیں ان طلباء کا دوبارہ امتحان ۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ ھ بروز جمعرات ساڑھے سات بجے صبح مدرسہ ثانویہ کے دفتر تعلیمات میں ہوگا، اس لئے اس مرتبہ تمام طلباء اچھی طرح یاد کر کے آئیں اس کے بعد دوبارہ امتحان نہیں لیا جائے گا۔

ہنوز کامیابی دور است

اب دوسری مرتبہ حسب اعلان جب قرأت کا امتحان مدرسہ ثانویہ کے دفتر تعلیمات میں مولانا احمد علی بجنوری صاحب کی نگرانی میں ہوا، اور پھر اسی دن بعد نماز عصر نتیجہ سامنے آیا تو ابھی بھی کامیابی ہم سے کوسوں دور تھی، اور اس دوسری مرتبہ بھی ساٹھ میں سے تقریبا دس طلباء ناکام ہو گئے جن میں میں بھی شامل تھا۔ مجھے اس مرتبہ صرف ۲۶ نمبرات دیئے گئے تھے جب کہ اس سے پہلے ۲۷ نمبرات حاصل ہوئے تھے۔ اس ناکامی کے ساتھ ہی منشی اسعد صاحب کے اس اعلان نے کہ اس کے بعد دوبارہ امتحان نہیں لیا جائے گا میری رہی سہی ہمت وحوصلہ توڑ دی تھی، جس کی وجہ سے میری زندگی اجیرن ہو گئی اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آنے لگا کہ کیا کریں اور کیا نا کریں؟ بالآخر ہم سارے ناکام طلباء نے ۱۲/ ذیقعدہ بروز سوموار ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم سے دفتر تعلیمات میں ملاقات کی لیکن حضرت مدنی نے سبھوں کو یہ کہتے ہوئے ڈانٹ دیا کہ "جاؤ کسی دوسرے مدرسہ میں داخلہ لے لو، کیا میں تمہارا ہی بار بار امتحان لیتا رہوں گا"۔ جس کی وجہ سے ناکام ونامراد ہمیں واپس ہونا پڑا۔

مسرت وخوشی کا اعادہ

اس طرح سے میری ناکامی اور اس پر مولانا ارشد مدنی صاحب کی ڈانٹ پھٹکار نے میری رہی سہی ہمت ہی توڑ دی۔ لیکن اللہ رحم کرے ان احباب ورفقاء پر جنھوں نے ایسے حوصلہ شکن اور مشکل وقت میں میری ہمت بندھائی اور ڈھارس کے سامان مہیا کئے۔ ان سب احباب ورفقاء نے مجھے سمجھایا کہ فکر کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، تم پھر دوبارہ مولانا ارشد مدنی صاحب سے ملو، وہ بہت نرم دل انسان

ہیں، وہ صرف دفتر تعلیمات اور امور دارالعلوم کی حد تک ہی سخت ہیں، اس کے علاوہ ان سے زیادہ کوئی بھی رحمدل نہیں ہے۔

چنانچہ میں نے اس کے بعد دوسرے دن ۱۳/ ذیقعدہ بروز منگل انفرادی طور پر ہی دفتر تعلیمات میں مولانا ارشد مدنی صاحب سے ملاقات کی۔ اس مرتبہ شروع میں تو مجھے ڈانٹتے ہوئے گرجدار آواز میں کہا کہ "میں دارالعلوم کو آگ لگانے بیٹھا ہوں؟" لیکن اس کے بعد فوراً متصلاً ہی میرے افسردہ اور رنجیدہ چہرہ اور پژمردہ دل پر مسرت و شادمانی کا پھول کھلاتے ہوئے مشفق و رحمدل باپ کی مانند انتہائی نرم لہجے میں گویا ہوئے کہ "جاؤ! پھر صحیح سے تیاری کرو! دوبارہ امتحان ہوگا، اچھی طرح سے یاد کر کے آنا" پھر جب میں دفتر سے نکلنے لگا تو آپ نے دو تین مرتبہ یہی جملہ زور سے دوہرایا "دوبارہ امتحان ہوگا اچھی طرح سے یاد کر کے آنا"۔

مشق قرأت

اس کے بعد میں خوش خوش دفتر تعلیمات سے اپنے احباب و رفقاء کے پاس واپس ہوا جو مولانا ارشد مدنی صاحب کا جواب سننے کے لئے شدت کے ساتھ میرا منتظر تھے، جب میرے ان احباب و رفقاء نے مولانا ارشد مدنی صاحب کا مذکورہ بالا جواب سنا تو وہ سب بھی بہت خوش ہوئے اور میری مزید ہمت افزائی کی اور مجھے صبر و تحمل سے کام لینے کی نصیحت کی اور پھر اس کے بعد وہ سب برابر مجھے قرآن مجید (یعنی پارۂ عم) کا مشق کرانے لگے، جن میں سب سے زیادہ ہاتھ مولوی عبداللہ (غلام مولی) قاسمی کا تھا، انہوں نے خصوصیت کے ساتھ مجھے قرأت کا مشق کرانا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ بھی دیگر ہموطن رفقاء اس میں شریک و سہیم رہے، اس کے بعد جب میرا مشق قرأت مکمل ہو گیا تو پھر میں اجازت نامہ برائے امتحان کے ساتھ ۲۰/ ذیقعدہ بروز منگل مولانا ارشد مدنی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت تیاری مکمل ہو گئی تو اس پر مولانا ارشد مدنی صاحب نے جواب دیا "اعلان آئے گا، اس کے بعد امتحان ہوگا"۔

خیر اطمینان کی سانس تو پہلے ہی حاصل ہو چکی تھی جب مولانا ارشد مدنی صاحب نے کہا تھا کہ جاؤ دوبارہ امتحان ہوگا۔ اس لئے کہ مولانا ارشد مدنی صاحب کا یہ جواب کسی فکر و پریشانی والا نہیں تھا اور اس میں رنجیدگی کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ اس دوسرے جواب کے بعد میں بے فکر ہو کر کبھی کبھار مشق قرأت میں مشغول ہوتا اور کبھی

رفقاء کے درمیان ہنسی مذاق کرتا اور دیگر امور بھی برابر جاری رہے کہ اچانک جمعہ کے روز اعلان آویزاں کیا گیا کہ ۲۴ / ذیقعدہ سنیچر کے روز امتحان ہوگا۔

سہ بارہ امتحان قرأت

چنانچہ میں تیسری مرتبہ ۲۴ / ذیقعدہ بروز سنیچر قرأت کا امتحان دینے کے لئے مدرسہ ثانویہ کا دفتر تعلیمات پہنچا۔ جہاں اب تیسری مرتبہ مولانا محمد ایوب صاحب نے امتحان لیا اور صرف پارۂ عم سے ایک سورہ "سورہ علق" پڑھوایا اور بس کردیا۔ اور اس کے بعد اس مرتبہ انہوں نے میرے سامنے ہی ۳۴ نمبرات دے کر امتحان والے کاغذ پر دستخط کردیا، جس پر اب مجھے اطمینان کامل اور اعتماد تام حاصل ہوا۔ راحت قلبی، دلی سکون اور ٹھنڈک مزاجی نصیب ہوئی اور طمانینت حالی سے دل سرشار ہوا۔ امتحان کے بعد جب میں رفقاء کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی اطلاع دی کہ ممتحن صاحب نے مجھے ۳۴ نمبرات دے کر کامیاب کردیئے ہیں تو وہ سب بولنے لگے ہاں ویسے بولتے ہو ۲۴ نمرات دیئے ہوں گے جنہیں تم ۳۴ سمجھ لئے ہو۔ پھر بولے اچھا ٹھیک ہے شام تک پتہ چل جائے گا تمہیں ۳۴ نمبرات ملے ہیں یا ۲۴؟ میں نے کہا ٹھیک ہے شام میں دیکھ لینا۔

امتحان قرأت میں کامیابی

چنانچہ اس تیسری مرتبہ ۲۴ / ذیقعدہ بروز سنیچر دیئے ہوئے امتحان کا نتیجہ اتوار کی رات میں بعد نماز مغرب سامنے آیا، جو بحمدہ تعالیٰ امتحان کے وقت ہی معلوم ہو چکا تھا کہ مجھے ۳۴ نمبرات دیئے گئے ہیں۔

الحمدللہ علی ذلک اولا وآخرا

* * * * * * *

داخلہ کاروائی کا آغاز

داخلہ فارم کا اجراء

چنانچہ اس تیسری مرتبہ کے امتحان قرأت میں ۳۴ نمبرات سے کامیابی حاصل ہونے کی بنیاد پر ۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ بشب اتوار (سنیچر کو مغرب کے بعد) بعد نماز مغرب "داخلہ فارم" میرے نام پر جاری کردیا گیا، جس کے بعد میری فکر و غم اور پریشانی مکمل طور پر ختم ہوگئی۔

جب ۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ اتوار کی رات میں بعد نماز مغرب داخلہ فارم میرے نام پر جاری کردیا گیا، تو پھر اس کے دوسرے دن نماز فجر کے بعد صبح سویرے فارم کی خانہ پری کر کے میں ایک ساتھی کے ساتھ مولانا جمال صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور فارم پر وضع قطع، مسلک، لحیہ وغیرہ امور پر ان سے دستخط کرایا اور پھر درس شروع ہونے کے بعد ساعت اول میں داخلہ فارم دفتر تعلیمات میں داخل کردیا۔

شکر کارڈ و شناختی کارڈ کا اجراء

۲۵ ذیقعدہ کو جب میں نے داخلہ فارم دفتر تعلیمات میں داخل کردیا تو اسی روز گیارہ بجے دن میں "تقسیم شکر کارڈ" اور "شناختی کارڈ" دونوں دفتر دارالاقامہ سے میرے نام پر جاری کردیئے گئے، جس کے بعد میں نے فوراً اپنے شناختی کارڈ پر اپنا نام، والد کا نام، درجہ کا نام، فارم نمبر اور گھر کا پتہ لکھ کر اور اس پر پاسپورٹ سائز ایک فوٹو چسپاں کر کے دفتر تعلیمات میں جمع کردیا۔ اور پھر شناختی کارڈ مکمل طور پر تیار ہو کر ۲۷ ذیقعدہ بروز منگل دفتر سے واپس مل گیا۔

ٹکٹ طعام کا اجراء

داخلہ فارم ۲۵ ذیقعدہ کو دفتر تعلیمات میں جمع کرنے کے بعد وہ ناظم تعلیمات اور اہتمام کے دستخط کے بعد

بدست منشی صاحب ضروری کارروائیوں کے لئے مختلف دفاتر میں پہنچتا رہا اور آخر میں ۲۶ ذیقعدہ کو ہی داخلہ فارم دارالعلوم کا دفتر مطبخ پہنچ گیا۔ لیکن میں اس انتظار میں رہا کہ عام ضابطے کے تحت ٹکٹ طعام جاری کئے جانے کا اعلان کیا جائے گا، مگر ایسا نہیں ہوا جس کی وجہ اس دن دفتر مطبخ سے ٹکٹ طعام حاصل نہیں کرسکا۔ اس کے بعد ۲۷ ذیقعدہ کو ایک ساتھی نے کہا کہ ٹکٹ طعام لے لیا؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو لے لیا ہے۔ پھر اس کے بعد جب میں دفتر مطبخ پہنچا تو مجھ سے کہا گیا کہ ظہر کے بعد ٹکٹ جاری نہیں کی جاتی ہے، اب تم کل صبح کے وقت آنا۔ چنانچہ میں پھر دوسرے دن ۲۸ ذیقعدہ بروز بدھ دفتر مطبخ میں حاضر ہوا اور پھر شناختی کارڈ دکھانے کے بعد میرے نام پر ٹکٹ طعام جاری کر دیا گیا۔ اور پھر اسی دن سے دارالعلوم کے مطبخ سے باضابطہ مجھے کھانا ملنا شروع ہو گیا۔

اجراء کتب برائے دورۂ حدیث

چونکہ دفتر مطبخ پہنچنے میں مجھے دیر ہو گئی تھی اور میں بروقت حاضر نہیں ہو سکا تھا، جس کی وجہ سے ناظم مطبخ نے میری عدم حاضری کی صورت میں میرے داخلہ فارم پر "ٹکٹ طعام نمبر" کی تعیین کر کے داخلہ فارم آگے کی کاروائی کے لئے دفتر مطبخ سے کتب خانہ روانہ کر دیا تھا۔ پھر جب میں ۲۷ ذیقعدہ منگل کو مطبخ پہنچا اور وہاں ناظم مطبخ نے مجھے دوسرے دن آنے کے لئے کہا، جس کے بعد میں فوراً ہی وہاں سے کتب خانہ پہنچا، جہاں میرے نام پر کتابیں الگ کر کے ایک الگ جگہ پر رکھ دی گئی تھیں، جب میں کتب خانہ پہنچا تو کتب خانہ والے نے شناختی کارڈ دیکھنے کے بعد کتاب میرے حوالہ کر دیا، اور پھر فوراً میرے ہی سامنے انہوں نے میرے داخلہ فارم پر دستخط بھی کر دیئے، جو طلباء کے نام اجراء کتب کے سلسلہ میں دستخط کرنا لازمی ہوتا ہے۔

اجنبی طالب علم کا حسن سلوک

دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ سے مجھے دورۂ حدیث کی کتابوں کی مکمل سیٹ مل گئی جو کہ احادیث نبویہ پر مشتمل ضخیم جلدوں پر مبنی ہوتی ہے اور جس کی کل نو کتابیں ہیں۔

پھر جب میں کتب خانہ سے ہاتھ میں ہی کتابیں لے کر اپنی قیامگاہ آنے لگا تو چند قدم چلنے کے بعد ہی تھک

گیا۔ لیکن مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ اللہ کا کوئی بندہ میری اس حالت کو دیکھ بھی رہا ہے۔ چنانچہ ایک طالب علم جو میری یہ حالت دیکھ رہا تھا میرے پاس آیا اور بجذبۂ خیر خواہی مجھے مشورہ دیا کہ کتابیں کندھے پر رکھ کر چلو۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کتابیں کندھے پر رکھنے کے باوجود میں کچھ پریشان ہوں اور مجھ سے کتابوں کا بوجھ برداشت نہیں ہو پا رہا ہے تو اسی طالب علم نے میری مدد کرنے کی غرض سے مجھ سے آدھی کتابیں لینا چاہا لیکن میں نے شکریہ کے ساتھ معذرت کر کے ان کی مدد لینے سے انکار کر دیا۔ مگر انہوں نے میری معذرت خواہی قبول نہیں کی اور زبردستی مجھ سے آدھی کتابیں لے کر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور میری قیامگاہ تک پہونچا دیا۔ اس کے بعد میں نے بصمیم قلب ان کی طرف سے پر خلوص مدد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور دعاؤں سے نوازا اور پھر سلام و دعا کے بعد وہ واپس ہو گیا، مگر افسوس کہ اس دن کے بعد پھر کبھی دوبارہ اس طالب علم سے ملاقات نہیں ہو سکی ہے۔ (یہ واقعہ ۲۷ / ذیقعدہ بروز منگل کا ہے)

دارالعلوم سے پہلا وظیفہ

۲۸/ ذیقعدہ بروز بدھ دفتر مطبخ سے ٹکٹ طعام حاصل کرنے کے بعد میں وہاں سے براہ راست بارہ بجے دفتر محاسبی پہنچا، جہاں وظیفہ حاصل کرنے کے لئے طلباء کی لمبی قطار لگی ہوئی تھی، چنانچہ میں بھی دیگر طلباء کے ساتھ اس لمبی قطار میں شامل ہو گیا۔ پھر جب میرا نمبر آیا اور میں نے کارڈ منشی اشرف صاحب کو دیا اور پھر جب انہوں نے رجسٹر کھول کر دیکھا تو اس میں میرا نام درج نہیں تھا۔ پھر انہوں نے فارم والا رجسٹر کھول کر دیکھا تو اس میں میرا ابھی فارم موجود تھا اور شاید کہ وہ سارے فارم اسی دن کچھ دیر قبل دفتر محاسبی میں پہنچے ہونگے۔ اس کے بعد انہوں نے اسی وقت وظیفہ رجسٹر میں میرا نام درج کر دیا اور پھر اسی وقت ماہ ذیقعدہ کا پہلا وظیفہ ۲۸/ ذیقعدہ بدھ کے روز مجھے دیا۔ اور یوں دارالعلوم دیوبند سے حصول وظیفہ کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا اور پھر اس کے بعد مسلسل ہر ار دو ماہ کی سولھویں تاریخ کو دفتر محاسبی پہنچ کر وظیفہ حاصل کرتا رہا۔

دارالعلوم میں خوش و خرم طالب علمانہ زندگی کا آغاز

۲۸ ذیقعدہ بروز بدھ تک دارالعلوم دیوبند سے اجراء کتب، حصول ٹکٹ طعام اور وظیفہ ملنے کے بعد اب

دارالعلوم دیوبند میں میری خوش وخرم زندگی، فرحت وانبساط سے بھرپور لمحات اورراحت بخش اورآرام دہ ساعتوں کا آغاز ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میری رہی سہی فکروغم، مشقت وپریشانی اور مشکلات دور ہو گئیں، ساری الجھنیں مصیبتیں اور ہموم رفع ہو گئے، اوراس کے بعد میں عام طلبۂ دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم دیوبند کا طالب علم بن کر زندگی گزارنے لگا۔ اوراس طرح سے دارالعلوم دیوبند میں میرے طالب علمانہ دور کا آغاز ہوگیا۔ اور پھر میں اس کے بعد مسلسل مواظبت ساعات کے ساتھ دارالعلوم دیوبند سے روحانی، علمی، فکری اور ذہنی استفادہ کرنے میں مشغول ومنہمک ہوگیا۔

مولوی عبداللہ قاسمی کا احسان

جب دارالعلوم دیوبند سے میرا کھانا جاری ہوگیا اور مجھے ٹکٹ طعام مل گئی، تواس کے بعد مولوی عبداللہ (غلام مولی) قاسمی کی ٹکٹ طعام جوانہوں نے مجھے دوہفتہ قبل بطورمدداستفادہ کے لئے دیا تھا وہ ان کے پاس واپس کردیا۔ مولوی عبداللہ قاسمی نے میری پریشانی کودیکھ کرخود ہی اپنی ٹکٹ ماہ ذیقعدہ کے اوائل میں ہی مجھے یہ کہتے ہوئے دیا تھا کہ یہ ٹکٹ لواور مطبخ سے کھانا حاصل کرکے کھاتے رہو تا آنکہ تمہارا کھانا مطبخ سے جاری ہوجائے۔ اس لئے دوہفتہ تک ان کی ٹکٹ سے کھانا حاصل کرنے کے بعد جب ۲۸ ذیقعدہ کو خود میرا کھانا دارالعلوم سے جاری کردیا گیا تو اس کے بعد میں نے مولوی عبداللہ قاسمی کی ٹکٹ واپس کردی۔ اس پر میں مولوی عبداللہ قاسمی کا دل کی گہرائیوں سے شکرگزار اور دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

ناشتہ کی بابت

یہ تو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے دوپہر اور شام کے کھانے کا نظم ہوا۔ جہاں تک ناشتہ کی بات ہے تو گھر سے آتے وقت میری ماں جیسی پیاری خالہ محترمہ نے چوڑا اور چنا کافی مقدار میں دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ کچا چنا راستہ میں کھانے کے لئے بھی دیا تھا مگر وہ راستہ بھر میں کہیں کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کے علاوہ گھر سے نکلتے وقت مفتی مرشد قاسمی صاحب نے بھی ایک پائکٹ چوڑا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے چوڑا اور

چنا میرے پاس کافی مقدار میں ذخیرہ ہو گیا تھا۔

دارالعلوم آنے کے بعد چند روز تک توراستے کے لئے دیا ہوا کچا چنا ہی بقدر ضرورت چوڑا کے ساتھ ملا کر کھاتا رہا اور سارا خشک چنا بحفاظت رکھ دیا جس کا پتہ چلنے کسی بھی ساتھی کو نہیں دیا۔ اس کے ساتھ ہی بھنا ہوا چوڑا بھی الگ کر کے چنا کے ساتھ رکھ دیا تھا اس کا بھی کسی کو پتہ چلنے نہیں دیا تھا۔ البتہ کچا چوڑا بلا کسی احتیاط کے رکھے رہا جو دیگر ساتھیوں کے ساتھ کافی دنوں تک چلا۔ جب کچا چوڑا ختم ہو گیا تو اس کے بعد بھنا ہوا چوڑا نکالا جو احتیاط برتنے پر تقریباً ذیقعدہ کے اواخر تک چلا۔ اس کے بعد کچا اور بھنا ہوا چوڑا دونوں مکمل طور پر ختم ہو گئے۔ اب صرف چنا بچا ہوا تھا جسے ابھی بھی چھپائے رکھا اور استعمال میں نہیں لایا تھا، اس لئے کہ بقرعید کی تعطیل میں میں چند رفقاء کے ساتھ رہ رہا تھا اور محرم سے میں علیحدہ ہونے والا تھا۔

اس کے بعد جب ماہ محرم الحرام میں دار جدید کے ایک کمرہ میں مجھے مستقل طور پر سیٹ مل گئی اور میں اپنے رفقاء میں سے اکیلا ہی اس کمرہ میں رہنے لگا تو اب اس کے بعد میں نے چنے کی تھیلی باہر کیا اور بقدر کفایت تھوڑا تھوڑا روزانہ کھاتا رہا اور کسی کسی دن درمیان میں ناگہ بھی ہو جایا کرتا جب میں چنا رات میں پانی میں ڈالنے کے لئے بھول جاتا تھا۔ اس طرح سے وہ چنا قریب ایک مہینہ ماہ محرم کے اختتام تک چلا اور پھر اس کے بعد تو ناشتہ کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا اور پھر بغیر ناشتہ کے ہی دارالعلوم دیوبند میں میرے ایام گذرنے شروع ہو گئے ہیں اور اسی طرح سے میرے باقی ایام بھی گذرتے رہیں گے جب تک کہ میں دارالعلوم دیوبند میں رہوں گا۔

مظاہر علوم کا سفر

اہل السنت والجماعت کا مرکزی ادارہ تو یہی دار العلوم دیوبند ہے مگر اس کا ایک دوسرا مرکزی ادارہ مظاہر علوم سہارنپور بھی ہے۔ مجھے بچپن سے ہی مظاہر علوم کی زیارت کا بڑا شوق تھا اور اس کی دلی خواہش بھی تھی۔ چنانچہ داخلہ کی ساری کارروائیاں مکمل ہو جانے کے بعد میں نے اس کا ارادہ کر لیا اور مظاہر علوم جانے کے ارادہ سے ۲۹ / ذیقعدہ جمعرات کے روز دیوبند اسٹیشن پہنچا، اور بذریعہ ٹرین سہارنپور کے لئے روانہ ہو گیا۔

ٹرین پونے چھ بجے سہارنپور اسٹیشن پہنچی، وہاں اسٹیشن سے باہر مظاہر علوم کے دو طالب علم میرے سامنے سے گذرے، جن سے میں نے دریافت کیا کہ مظاہر علوم کا راستہ کون سا ہے؟ تو اس نے راستہ بتاتے ہوئے پوچھا فوراً جانا ہے کیا؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ اگر فوراً جانا نہیں ہے تو پھر ہمارے ساتھ چلنا ہم دونوں بھی جائیں گے۔ چنانچہ میں ان دونوں کے ساتھ ہو گیا اور پھر پیدل ہی سات بجے کے قریب رات میں مظاہر علوم کا احاطہ دار جدید پہنچا۔ وہاں دار جدید کے ایک کمرہ میں معلوم کیا تو وہاں مولوی شہباز عالم اور مولوی عبداللہ میں سے کوئی نہیں تھا جس کی وجہ سے میں کافی فکر مند ہوا، لیکن وہاں مقیم چند گڈاوی طلباء نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا، چنانچہ میں وہاں بیٹھا ہوا ہی تھا کہ میرا ایک دوسرا ساتھی مولوی حسین آگیا اور اس نے ہی مجھے سلام کیا، پھر اس نے میری نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مہمان نوازی کی۔ اس کے بعد دوسرے دن ۱۱ بجے مظاہر علوم سے دار العلوم کے لئے روانہ ہوا اور پونے ایک بجے دار العلوم پہنچا۔ جہاں مسجد رشید میں نماز جمعہ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے بروقت دار العلوم پہنچا دیا اور نماز جمعہ باجماعت مل گئی۔

سہارنپور کے اس پہلے سفر کے موقع پر مظاہر علوم کی زیارت سے تو بیحد خوشی اور روحانی سکون نصیب ہوا، مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی شدت سے افسوس ہوا کہ میں وہاں بارش کی وجہ سے مدرسہ سے باہر نکل کر کوئی چیز نہیں دیکھ سکا، صرف مدرسہ ہی کی عمارت دار جدید اور زکریا منزل پر اکتفاء کرنا پڑا، اور اس کے علاوہ کوئی بھی دوسری چیز دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔

ستارۂ منزل

ماہ ذی الحجہ کے اوائل میں میں ایک مرتبہ پھر سے "ستارۂ منزل" (تیس مختلف موضوعات پر علمی کاوش) کے سلسلہ میں اساتذۂ دارالعلوم دیوبند اور کتب خانوں کے گرد چکر کاٹنے لگا، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اساتذۂ دارالعلوم کی خدمت میں حاضری دے کر تائیدی کلمات کا حصول ضروری تھا۔

مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب کی خدمت میں

چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے موقر استاد حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا۔ اس مرتبہ بھی مولانا صاحب نے چند باتیں پوچھنے کے بعد کہا کہ "تم پہلے یہ کام کرو کہ مولانا سلمان بجنوری صاحب سے ملو"۔ لفظ بجنوری سن کر مجھے غلط فہمی ہوگئی، میں نے سوچا مولانا نے شاید ریاست کی جگہ سلمان کہہ دیئے ہیں، اس لئے بطور یاددہانی کے میں نے کہا "حضرت مولانا ریاست علی بجنوری" تو آپ نے فرمایا "نہیں، ان کو فرصت ہی کہاں ہے؟ ان کو بہت ساری مشغولیات رہتی ہیں"۔ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ "کسی قدیم ساتھی کو لے کر مولانا سلمان صاحب سے ملنا اور میرا نام لے کر کہنا کہ کتاب دیکھنے بولے ہیں، اور اس پر کچھ لکھوا بھی لینا"۔

مولانا سلمان بجنوری صاحب کی خدمت میں

مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب سے ملاقات کے بعد ان ہی کے حکم سے میں دارالعلوم دیوبند کے استاد عالی مرتبت حضرت مولانا سلمان بجنوری صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے بعد نماز مغرب ان کی قیامگاہ پر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ ابھی موجود نہیں ہیں اور کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں، پوچھنے پر بتایا گیا کہ

دو تین دنوں میں آجائیں گے۔ اس کے بعد جب مولانا سلمان بجنوری صاحب سفر سے واپس آگئے اور میں آپ کی قیامگاہ پر حاضری دے کر ملاقات کی اور سلام ومصافحہ کے بعد مقصد ملاقات واضح کیا اور مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب کا پیغام سنایا، تو اس کے بعد آپ نے مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب کے پاس فون لگایا مگروہ گھر پر نہیں تھے اور دوسرے دن آنے والے تھے۔ اس کے بعد مولانا سلمان بجنوری صاحب نے مجھ سے کہا کہ "مولانا گھر پر نہیں ہیں تم کل ملنا"۔

اس کے بعد تو پھر مولانا سلمان بجنوری صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ چنانچہ میں دوسرے دن ملنے گیا تو پھر آپ نے مولانا عبدالخالق سنبھلی صاحب کے پاس فون لگایا اور اس مرتبہ بحمدہ تعالیٰ بات ہوگئ۔ اس کے بعد مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ "اچھا ٹھیک ہے بعد عشاء ملنا" اس کے بعد جب بھی ملنے جاتا تو مولانا کہتے کہ دوپہر میں ملنا، مغرب بعد ملنا، عشاء بعد ملنا اور اس طرح روزانہ دو تین مرتبہ ایک ہفتہ تک بلاتے رہے، اس کے بعد جب آخری مرتبہ عشاء نماز کے بعد ملاقات کی تو اس دن بھی لکھ کر نہیں رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے اس دن آپ نے میرے جانے کے بعد میرے سامنے ہی لکھ کر دیا اور پھر مجھ سے کہا کہ "دیکھو یہ صحیح ہے؟" میں نے کہا "حضرت! بہت ہی اچھا ہے" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "میری تحریر تو آپ سے اچھی نہیں ہوتی ہوگی"۔ اس پر میں خاموش ہوگیا، پھر اس کے بعد میں حضرت سے سلام و مصافحہ کرکے رخصت ہو کر اپنی قیامگاہ پر آگیا۔

مولانا سلمان بجنوری صاحب کا بندہ کے ساتھ نبوی برتاؤ

جیسا کہ اساتذۂ دارالعلوم اور اکابرین دیوبند کی یہ مخصوص صفت اور فطری خصوصیت رہی ہے کہ وہ اخلاق حسنہ اور کردار حمیدہ کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں، تو اسی اصول پر میں نے مولانا سلمان بجنوری صاحب کو مکمل طور پر عمل کرتے ہوئے دیکھا، جب جب بھی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ میرے ساتھ انتہائی حسن سلوک اور ادب کے ساتھ ملے اور پیش آئے ہیں۔ بہتوں مرتبہ خود انہوں نے ہی مجھے بڑھ کر سلام ومصافحہ کیا اور حال وخبر دریافت کئے ہیں۔ اس کے بعد بھی جب کبھی ادھر ادھر راستہ چلتے پھرتے مولانا کا گذر ہوتا اور مجھ پر نظر پڑتی تو آپ خود ہی آگے بڑھ کر مجھ سے سلام ومصافحہ کرتے اور حال وخبر دریافت فرمایا کرتے تھے۔

تبدیلیٔ کیفیت

مولانا سلمان بجنوری صاحب سے توکام پورا ہوگیا اورانہوں نے کتاب دیکھنے کے بعد اپنی تحریر لکھ کر دے دی۔ لیکن اس کے بعد میں نے مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب اور مفتی ظفیرالدین صاحب سے مزید ملاقات کی ضرورت محسوس نہیں کی، اس لئے کہ دل اس سلسلہ میں بیزار ہوگیا۔ اور پھر یہ سلسلہ یہیں ختم کردیا گیا۔

مالک کتب خانہ سے بات چیت

ان اساتذۂ دارالعلوم سے ملنے کے بعد میں نے اشاعت کے سلسلہ میں کئی کتب خانہ والوں سے بات چیت کی لیکن کوئی بھی اس کے لئے تیار نہیں ہوا، بہت کوشش کی کہ کوئی تیار ہوجائے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ ایک کتب خانہ والا تیار ہوالیکن انہوں نے کہاکہ بقرعید کے بعد ہی شائع ہوگی، جس پر میں نے کہاکہ ٹھیک ہے بقرعید کے بعد ہی سہی۔ بقرعید کے بعد میں پھر ان سے ملا تواس کے بعد انہوں نے کہاکہ محرم کے بعد ملنا۔ چنانچہ اس کے بعد جب میں محرم کے بعد ان سے ملا تواس مرتبہ انہوں نے کہاکہ ٹھیک ہے مسودہ لاؤ، پھر میں اسی دن مسودہ کے ساتھ ان سے ملا تووہ مسودہ دیکھ کراس کی اشاعت کے لئے تیار ہوگیا۔

کتب بعوض کتب

اس کے بعد میں نے ان سے کہاکہ اس کی کمپوزنگ پر جوخرچ ہوا ہے وہ تودیں گے ؟ توانہوں نے کہاکہ کتاب توچھپنے دو، پھر اس کے بعد انہوں نے کچھ سوچ کر کہا کہ کتنا خرچ ہوا ہے میں نے جملہ خرچ بتا دیا تو انہوں نے کہاٹھیک ہے۔

اس کے بعد میں نے کہاکہ اس کے بدلہ میں کچھ کتابیں ہی دے دیجئے۔ توانہوں نے کہاکہ ایک پرچی پر کتاب کانام لکھ کردو، چنانچہ میں نے چند کتابوں کی فہرست لکھ کردی، فہرست دیکھنے کے بعدانہوں نے کہاکہ ابھی ان میں سے چند کتابیں نہیں ہیں کل آنا۔ دوسرے دن جب میں ان کے پاس گیا توانہوں نے مطلوبہ کتابیں تودے دیں، مگراس کے بعد کتاب کی اشاعت میں مسلسل تاخیر کرتے رہے، حتی کہ ششماہی امتحان

قریب تر ہو گیا۔ ششماہی امتحان سے فراغت کے بعد جب میں ان سے ملا تو اس مرتبہ انہوں نے کہا کہ جلدی تو نہیں ہو سکے گی۔ میں نے پوچھا تو پھر کب تک ہو گی؟ اس پر انہوں نے کہا کہ اس کے لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ چند کتابیں اور لینی ہیں، تو انہوں نے کہا کون سی کتاب لوگے پرچی لکھ کر دو۔ میں نے پرچی لکھ کر دیا اور پھر اس کے چند دنوں کے بعد انہوں نے مطلوبہ کتابیں مجھے دے دیں۔ لیکن اس کے بعد میں ان سے نہیں مل سکا ہوں، اور اب چند روز کے بعد ملنے کا ارادہ ہے، اس کے بعد کیا ہو گا وہ باتیں آئندہ تحریر کی جائیں گی، ان شاء اللہ۔

حاصل کردہ کتابیں

چنانچہ میں نے کتب خانہ کے مالک صاحب سے کتاب کے مسودہ پر ہوئے خرچ کے بدلہ میں دو مرتبے میں جتنی کتابیں لی ہیں وہ درج ذیل ہیں : جتنی کتابیں لی ہیں وہ درج ذیل ہیں :

۱۔ درس بخاری ۲۔ عون الترمزی ۳۔ نفع المسلم ۴۔ انعام الباری ۵۔ درس ترمزی

* دوسری مرتبہ امتحان ششماہی سے قبل لی ہوئی کتابیں:

۶۔ مسلم شریف ۷۔ ترمذی شریف ۸۔ ابوداؤد شریف ۹۔ ابن ماجہ شریف ۱۰۔ نسائی شریف

۱۱۔ غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں

* ان تمام گیارہ کتابوں کی کل قیمت چودہ سو ساٹھ (۱۴۶۰) روپئے ہیں.

وقف دارالعلوم کے ایک طالب علم کی حادثاتی موت

ماہ ذی الحجہ کے اوائل کی بات ہے کہ تعطیل عید الاضحیٰ سے صرف ایک روز قبل میں اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس وقت چند طلباء وقف دارالعلوم سے آئے اور ایک اندوہناک خبر سنائی کہ وقف دارالعلوم کے قریب ریلوے لائن کے پاس وہاں کا ایک طالب علم ٹرین سے کٹ کر مر گیا ہے، یہ سنتے ہی کمرہ میں موجود ہم سبھوں پر سکتہ طاری ہو گیا اور ہم سب پریشان ہو گئے جیسے کہ دلوں پر آسمانی بجلی ٹوٹ پڑی ہو۔ چونکہ یہ ایام کڑاکے کی سردی کے تھے. جس کی وجہ سے ہم سب سویٹر، چادر، رومال اور ٹھنڈ سے بچاؤ کے دیگر ملبوسات میں تھے، اس کے بعد ہم سب مقام حادثہ پر چلنے کے لئے تیار ہوئے، اس کے لئے میں نے فوراً اپنی چادر اتار کر رکھ دیا اور صرف ایک اونی رومال سر پر باندھے ریلوے لائن کی طرف چل دیا۔ باب الظاہر کے راستے سے وقف دارالعلوم کے قریب مذبح کے پاس سے گذرتے ہوئے مقام حادثہ کے قریب جا پہنچا۔ لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وقف دارالعلوم کا ایک استاد کسی بھی طالب علم کو مقام حادثہ تک جانے نہیں دیتے ہیں اور دور سے ہی بھگا دیتے ہیں. جس کی وجہ سے مجھے اس استاد پر بہت زیادہ غصہ آیا کہ یہ کیسا آدمی ہے جو نعش دیکھنے سے روک رہا ہے اور اس کے روکنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہاں بھیڑ اکٹھی نہ ہو جائے اس کے علاوہ اور کوئی وجہ بالکل بھی نہیں تھی، لیکن یہ کوئی خاص اور معقول وجہ اس کے لئے نہیں تھی مگر ضد اور من مانی تو اپنی جگہ قائم رہنی ہی چاہئے، اگرچہ کہ وہ وقف دارالعلوم کا طالب علم تھا اور ہم سب دارالعلوم کے تھے، لیکن ایک طالب علم کو دوسرے طالب علم سے جو محبت ہوتی ہے وہ ایسے ہی وقت میں ظاہر ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ہم سبھوں کو نعش دیکھنے سے منع کرنے پر خاص کر مجھے اس استاد پر بہت زیادہ ناراضگی ہوئی اور دل ہی دل میں اس کے متعلق نفرت آمیز باتیں پیدا ہونے لگیں۔

اسی دوران کہ ہم سب کچھ دور کھڑے ہی تھے کہ کچھ طلباء کو تیز قدموں سے میں نے مقام حادثہ کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہم سب بھی دوڑتے ہوئے پہنچے اور ابھی نظر پڑی ہی تھی اور صحیح سے دیکھنے بھی نہیں پائے تھے کہ پھر اسی استاد نے ہم سب کو بھگانا شروع کر دیا، لیکن کیا کر سکتا تھا مجبوراً واپس ہونا ہی پڑا۔ اس کے

ساتھ یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ طلباء کے علاوہ عام لوگ نعش کو دیکھ رہے تھے اور وہ استاد ان میں سے کسی کو بھی منع نہیں کررہا تھا، اگر منع کررہا تھا تو صرف طلباء کو اور کسی دوسرے کو نہیں۔

تفتیش اسباب حادثہ

مقام حادثہ پر ہمارے پہنچنے سے قبل ہی پولیس پہنچ چکی تھی اور وہ حادثہ کی تحقیقات کررہی تھی کہ کس وجہ سے موت واقع ہوئی ہے؟ آیا اس نے خودکشی کی ہے یا کسی نے قتل کرکے نعش ریلوے پٹری پر رکھ دیا ہے۔ نعش کو صحیح سے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ بدن پر کہیں بھی کوئی زخم نہیں لگا تھا سوائے اس کے کہ صرف گردن کٹی ہوئی تھی اور خون بھی بدن کے دوسرے اعضاء وجوارح پر لگا ہوا نہیں تھا، حالانکہ وہ مکمل لباس میں ملبوس تھا۔ جوتا موزہ پہنا ہوا اور چشمہ لگایا ہوا تھا، جیب میں ایک ڈائری بھی تھی جس میں مختلف چیزیں لکھی ہوئی تھیں، لیکن اس میں اسباب موت کے تعلق سے کوئی بات درج نہیں تھی، ان تمام باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کسی نے پہلے دوسری جگہ بے ہوش کرکے پھر پٹری پر رکھ کر قتل کردیا ہے، اسی لئے خون کا دھبہ ادھر ادھر نہیں تھا، اس کے ساتھ ہی دوسری طرف یہ بات بھی کہی جارہی تھی کہ ٹرین سے کٹنے پر گردن کی رگ کا منہ بند ہوجاتا ہے. جس کی وجہ سے خون نہیں بہتا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ احتمال کہ جب ٹرین گردن پر سے چلی ہوگی تو نعش ادھر ادھر ضرور تڑپی اور چھٹپٹائی ہوگی، جس کی وجہ سے نعش کو مختلف جگہوں سے کم سے کم زخم تو آنے ہی چاہئے تھے اور کپڑا ادھر ادھر سے پھٹ جانا چاہئے تھا، لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے بہت سارے طلباء اور خود میری رائے یہ تھی کہ کسی نے اس کو قتل کرکے پٹری پر رکھ دیا ہے۔ اس رائے کو وقف دارالعلوم کے چند طلباء کی اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ اس کے ایک درسی ساتھی نے کہا کہ وہ حادثہ سے پہلے درسگاہ میں پڑھنے کے لئے بیٹھا تھا کہ اسی دوران وہ درسگاہ سے نکلا اور گیٹ کے پاس واقع اسٹیڈی سے گھر فون کیا۔ لیکن اسٹیڈی والوں کا کہنا ہے کہ اس نے خودکشی کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی کہ جس سے خودکشی پر شبہ ہو سکے، پھر یہ کہ وہ وقت ٹرین گزرنے کا بھی نہیں تھا، ٹرین حادثہ کا پتہ چلنے سے تقریباً تین گھنٹے پہلے گزری تھی اور اس وقت تو یہ اپنی درسگاہ میں پڑھنے میں مشغول تھا. جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کے کسی دشمن

یا ہد معاشوں اور ڈاکوؤں کی کارستانی ہے۔ اور قاتل نے اس کو اس طرف لے جا کر اولا مار کر بے ہوش کر دیا اور پھر پٹری پر رکھ کر قتل کر دیا۔ لیکن جو بھی ہوا ہو یہ ساری باتیں صرف میرے یا دیگر طلباء کے ذہن وخیال میں پیدا شدہ احتمالات کے درجے کی ہیں جو قرائن و ذرائع سے معلوم ہوتے ہیں، جب کہ سچ اور حقیقت کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کو بہتر معلوم ہے کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ الغرض اس کے متعلق تمام تر اسباب تفتیش اختیار کرنے کے باوجود صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو سکی کہ اس کی موت کے کیا اسباب تھے؟ ادھر دوسری طرف وقت بھی کافی زیادہ ہو رہا تھا اس لئے وقف دارالعلوم کے اس استاد کے ہم سب کو جائے حادثہ سے بھگا دینے پر ہم سب دارالعلوم واپس آ گئے۔

ٹکٹ طعام کی چیکنگ

دارالعلوم دیوبند کے دفتر مطبخ سے ٹکٹ طعام ملنے کے بعد اس سے ابھی آٹھ ہی روز کھانا حاصل کیا تھا کہ جب ۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات عصر کے بعد مطبخ کھانا لینے کے لئے گیا تو کھانا تقسیم کرنے والے نے ٹکٹ روک لیا اور کہا کہ اس نمبر کی ٹکٹ دفتر سے حاصل کر لو، اس نے مزید کہا کہ کیا تم نے اعلان نہیں پڑھا تو میں نے کہا کہ میں تو کوئی اعلان پڑھا ہی نہیں ہوں، اس کے بعد اس نے کہا کہ ابھی فوراً دفتر جاؤ ورنہ ٹکٹ بند ہو جائے گی۔ یہ سنتے ہی میں فوراً وہاں سے دفتر مطبخ گیا اور وہاں شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا کہ ٹکٹ بند ہو گئی ہے تو ناظم مطبخ نے کہا "کیوں؟" میں نے کہا مجھے معلوم نہیں، اس نے پھر پوچھا ٹکٹ کب جاری ہوتی تھی؟ میں نے کہا ایک ہفتہ پہلے، اس کے بعد اس نے رجسٹر کھول کر دیکھا اور اس کے بعد کہا کہ تمہارا کھانا تو دو تین دن سے بند ہے یہ کہتے ہوئے اس نے پھر پوچھا تم کنشیشن نکالے ہو کیا؟ میں نے جواب دیا نہیں، اس کے بعد اس نے ایک دوسرا رجسٹر نکال کر مجھ سے پوچھا نام کیا ہے؟ میں نے نام بتا دیا تو وہ بولا نام تو صحیح ہے، پھر اس کے بعد اس نے ٹکٹ طعام جاری کر دیا اور پھر میں فوراً مطبخ پہنچا اور کھانا لے کر کمرہ آ گیا۔

اس کے بعد پھر دوسرے ہی دن ۷/ ذی الحجہ جمعہ کی شام کو دوبارہ میری ٹکٹ کھانا تقسیم کرنے والے نے روک لیا اور کہا کہ کل ٹکٹ چیک ہوگی شناختی کارڈ لے کر آنا۔ ٹکٹ چیک کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ بقر عید کی تعطیل میں طلباء کی بڑی تعداد گھروں کو روانہ ہوجاتی ہے اور طلباء اپنی ٹکٹیں اپنے ساتھیوں کو دے چلے جاتے ہیں، تو مطبخ والے ان ٹکٹوں کا پتہ چلانے کے لئے جو طلباء اپنے ساتھیوں کو دے کر جاتے ہیں ایسا کرتے ہیں کہ طلباء کی ٹکٹیں روک لی جاتی ہیں اور پھر وہ طلباء جو گھروں کو نہیں گئے ہوتے ہیں اور دار العلوم ہی میں مقیم ہوتے ہیں دوسرے دن اپنا اپنا شناختی کارڈ دکھلا کر اپنی اپنی ٹکٹیں حاصل کر لیتے ہیں اور پھر دار العلوم میں قیام پذیر ان طلباء کا کھانا دوبارہ جاری ہوجاتا ہے۔

چنانچہ اسی مقصد سے جمعہ کی شام کو ٹکٹ روک لئے جانے کے بعد سنیچر کے روز دوپہر کے وقت شناختی کارڈ کے ساتھ مطبخ گیا اور شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے ٹکٹ نمبر بتایا، جس کے بعد دوبارہ ٹکٹ دے دی گئی اور کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوا۔

الحمد للہ علی ذلک اولاً و آخراً

* * * * * * *

عیدالاضحیٰ

۳/فروری ۲۰۰۴ء بروز سوموار عیدالاضحی کا دن پڑا، اس دن بالکل ہی صبح سویرے فجر سے بہت پہلے بیدار ہوا اور حصول طہارت کے بعد نماز فجر کے لئے تیار ہوگیا، اور پھر نماز فجر کی ادائیگی کے لئے کمرہ میں بیٹھ کر ہی نماز فجر کے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کار وقت سے دس منٹ پہلے مسجد گیا لیکن وہاں جماعت کھڑی ہوچکی تھی اور ایک رکعت مکمل بھی ہوچکی تھی۔ (اس دن میری گھڑی کا وقت خراب ہوگیا تھا جس کا تذکرہ آئندہ آ رہا ہے) لہذا میں نے ایک ہی رکعت جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری رکعت بعد میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کی۔ اور اس دن بغیر تلاوت کئے ہی کمرہ واپس آگیا جب کہ روزانہ میری مستقل عادت تلاوت قرآن کی تھی، لیکن اس دن تلاوت قرآن مجھ سے متروک ہوگئی۔

عیدالاضحی کی بریانی

نماز فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد حسب اعلان برتن لے کر مطبخ کھانا لینے کے لئے گیا، اس دن عیدالاضحی کی وجہ سے اعلان لگا دیا گیا تھا کہ دوپہر کا کھانا صبح نماز فجر کے بعد ہی تقسیم کردیا جائے گا، اس لئے میں نماز کے بعد فوراً مطبخ پہنچا اور کھانا حاصل کیا۔ اس دن عیدالاضحی کی مناسبت سے دارالعلوم کے جمیع طلباء کے لئے کھانے میں عمدہ ترین بریانی بنائی گئی تھی اور عیدالاضحی کی مناسبت سے غیر امدادی طلباء میں سے وہ طلباء جو مطبخ سے طعام فیس ادا کرکے طعام حاصل کرتے تھے اس دن ان طلباء کو بھی کھانے میں بریانی دی گئی، جب کہ عام دنوں میں ان غیر امدادی طلباء کو کبھی بھی بریانی نہیں دی جاتی تھی۔

مسجد قدیم میں نماز عیدالاضحی

اس کے بعد جب گھڑی میں وقت دیکھا تو سات بج کر پچیس منٹ ہوا تھا۔ لہذا صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرکے نماز عیدالاضحی کی ادائیگی کے لئے مسجد قدیم (دارالعلوم کی دوسری مسجد) جا ہی رہا تھا اور ابھی احاطہ

مولسری ہی پہنچا تھا کہ وہاں سے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کے باہر بھی دارالاہتمام کے عقب حصہ میں مصلی حضرات صف لگائے کھڑے ہیں اور نماز ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے مجھے احاطۂ مولسری سے ہی بغیر نماز ادا کئے واپس ہونا پڑا۔

سات بج کر پچیس منٹ پر مسجد پہنچنے کے باوجود میری نماز چھوٹ جانے کی وجہ یہ واقع ہوئی کہ اس دن میری گھڑی کا وقت کسی وجہ سے خراب ہوگیا تھا اور گھڑی پندرہ منٹ کی تاخیر سے چل رہی تھی، جب کہ میں اپنی گھڑی کے وقت کے اعتبار سے بالکل صحیح وقت پر مسجد پہنچا تھا، لیکن اصل وقت اس سے قبل ہی ہوچکا تھا جس کی وجہ سے مسجد قدیم میں میری نماز عیدالاضحی فوت ہوگئی۔ اور اسی وجہ سے فجر کی نماز میں بھی مجھ سے تاخیر ہوگئی تھی اور فجر کی ایک رکعت چھوٹ گئی تھی جس کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد جب میں رواق خالد میں مقیم اپنے ایک ساتھی کے پاس گیا تو وہیں پر اپنی گھڑی کا وقت درست کیا اور پھر اس کے بعد دوسرے امور اور دیگر مشغولیات میں مصروف ہوگیا۔

عیدالاضحی کے دن گھڑی کی بے وفائی

جیسا کہ مذکور ہوا اس دن میری گھڑی نے میرے ساتھ کافی مذاق کیا اور میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی رہی۔ سب سے پہلے فجر کی نماز میں میرے ساتھ بدمذاق کیا اور میں وقت سے دس منٹ پہلے مسجد جانے کے باوجود ایک رکعت باجماعت نماز سے محروم رہ گیا، پھر فوری اس نے دوسرا چوٹ مجھے یہ دے دیا کہ نماز عیدالاضحی کی ادائیگی کے لئے بروقت مسجد قدیم پہنچنے سے روک دیا۔

واضح رہے کہ یہ پیراگراف محض ایک مزاحیہ ہے، میری فکر و سوچ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے، مگر مزاح بھی ضروری ہے۔

گھڑی کا خراب ہونا بتقدیر الٰہی سمجھتا ہوں اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اس دن اسی میں خیر رکھا ہو جس کے لئے گھڑی کا خراب ہونا محض ایک اتفاق نہیں بلکہ میرے لئے خیر کا باعث ہو۔ اور یہ پہلو بھی قارئین کو آئندہ خود ہی سمجھ میں آجائے گا، ان شاء اللہ۔

تناول طعام

مسجد قدیم میں نمازِ عید الاضحی چھوٹ جانے کی وجہ سے میں چند ساتھیوں کے ساتھ عیدگاہ کے وقت نماز کا انتظار کرنے لگا، لیکن اس دوران ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا جس کی وجہ سے کھانا بھی کھالینا ضروری تھا، لیکن مشکل بات یہ تھی کہ وقف دارالعلوم سے ایک ساتھی آنے والا تھا اور وہ ابھی تک آیا نہیں تھا، جس کی وجہ سے کھانا کھانے میں دیر ہوتی جارہی تھی، اس دوران میں رواق خالد اپنے ایک ساتھی کے پاس گیا اور پھر وہاں سے واپسی کے بعد دار جدید کے اپنے کمرہ میں آکر آرام کرنے لگا۔ (میں ان دنوں دار جدید میں واقع اپنے کمرہ کے بجائے رواق خالد میں اپنے ایک ساتھی کے پاس رہ رہا تھا اس لئے کہ میرے کمرہ کے اکثر ساتھی گھروں کو جاچکے تھے) کمرہ میں آکر آرام کررہا تھا اور ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک ساتھی نے باہر سے آواز دیا کہ چلو وہ آگیا ہے۔ اس کے بعد میں فوراً رواق خالد پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ وقف دارالعلوم کا ساتھی کھانا (زردہ) لے کر آیا ہے جو اس کو اس دن عید الاضحی کی مناسبت سے وقف دارالعلوم میں ملا تھا۔

وقف دارالعلوم میں کھانے کی تقسیم

ویسے تو وقف دارالعلوم میں کھانے کا انتظام صحیح نہیں تھا، اور داخلہ والے طلباء میں سے بہت ہی تھوڑی تعداد کو امدادی کھانا ملتا تھا۔ ایسے میں غیر امدادی طلباء کے لئے عید الاضحی کے روز تو کھانا ملنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ پھر اس دن طلباء کو کوئی بہتر کھانا ملنے کی توقع تو بالکل بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس بندہ (دیوبند کا کوئی شہری بندہ) کو جس نے وقف دارالعلوم کے طلباء کے درد کو سمجھنے کی کوشش کی اور عید الاضحی کے روز وقف دارالعلوم میں زیر تعلیم جمیع (امدادی و غیر امدادی) طلباء کے لئے عمدہ قسم کا زردہ کھانے کا انتظام کردیا۔

دارالعلوم کی بریانی اور وقف دارالعلوم کا زردہ

وقف دارالعلوم میں ہمارا جو ساتھی زیر تعلیم تھا اس کو ہم اور ہمارے ساتھیوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فجر کی

نماز پڑھ کر فوراً یہاں آجانا یہیں مل جل کر کھانا کھائیں گے۔ اسی لئے ہم اور ہمارے ساتھی وقف دارالعلوم کے اس ساتھی کا انتظار کر رہے تھے، جب وہ خود بھی وقف دارالعلوم سے ملا ہوا کھانا لے کر آگیا تو اب ہمارے پاس کھانا وافر مقدار میں ہوگیا، اور پھر ہم سبھوں نے مل جل کر پیار و محبت کے ساتھ عیدالاضحی کے روز دارالعلوم کی بریانی اور وقف دارالعلوم کے زردہ سے لطف اندوز ہوئے اور شکم سیر ہو کر کھایا، فالحمدللہ۔

عیدگاہ کے لئے روانگی

کھانا کھانے سے فراغت کے بعد ہم سب نمازِ عید ادا کرنے کے لئے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے عیدگاہ (دیوبند) کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ابھی بھی نماز کے وقت میں ایک گھنٹہ کا وقفہ تھا جس کی وجہ سے ہم سب عیدگاہ ہوتے ہوئے وقف دارالعلوم چلے گئے، جہاں وقف دارالعلوم کے ایک ساتھی نے اپنی چٹائی لی اور پھر عیدگاہ آئے اور چند صفوں کے بعد آگے ہی بائیں طرف علامہ انور شاہ روڈ سے متصل دائیں جانب چٹائی بچھا کر ہم تمام ساتھی بیٹھ گئے اور نماز عیدالاضحیٰ کا انتظار کرنے لگے۔

نماز عیدالاضحی کی ادائیگی

نماز شروع ہونے سے کچھ پہلے دارالعلوم دیوبند کے استاد حدیث اور نائب مہتمم حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب دامت برکاتہم نے مختصر بیان فرمایا، اس کے بعد نو بج کر چالیس منٹ پر حضرت قاری صاحب نے نمازِ عید شروع فرمائی اور نماز کے بعد عیدالاضحی کا خطبہ دیا۔ نماز و خطبہ اور دعا سے فراغت کے بعد ہم سب دوبارہ وقف دارالعلوم گئے اور وہاں سے مذبح اور محلہ خانقاہ ہوتے ہوئے دارالعلوم واپس آئے۔

نماز عید اور سلام و معانقہ

اپنی زندگی میں میں نے پہلی مرتبہ ایسی نماز عیدالاضحی پڑھی جس کے بعد سلام و مصافحہ اور معانقہ ذرہ برابر بھی دیکھنے کو نہیں ملا اور یہ نماز ادا کی گئی تھی دارالعلوم دیوبند کی یکسالہ زندگی کے دوران دیوبند کی معروف عیدگاہ میں اور قالع بدعات وخرافات حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصورپوری صاحب دامت برکاتہم کی امامت

میں۔ جہاں کسی ایک فرد نے بھی نماز کے بعد سلام و مصافحہ نہیں کیا اور معانقہ کے بغیر ہی سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

عیدگاہ میں لڑکیاں اور مخلوط خوشیاں

عجب ماجرا ہے اہلیان دیوبند کا جو اپنے پاس دارالعلوم دیوبند کے رہتے ہوئے اس کے نور سے محروم و نامراد ہیں۔ پوری دنیا دارالعلوم دیوبند کے نور سے استفادہ کر رہی ہے اور خود دارالعلوم کے آس پاس رہنے والے اہلیان دیوبند اس کے فیوض و برکات سے محروم رہ رہے ہیں اور دیوبندیوں تک دارالعلوم کا نور پہنچتا ہے لیکن وہ اس سے استفادہ نہ کرنے پر بضد اور مصر ہیں۔
غرض کہ اس موقع پر ہمیں یہ کہنا ہے کہ دارالعلوم پوری دنیا سے بدعات و خرافات کو ختم کرنا چاہتا ہے اور کسی قسم کی بدعت اس کے لئے قابل برداشت نہیں ہے، جس کا کہ ایک قسم کا مظاہرہ نماز کے بعد عیدگاہ میں ہو رہا تھا، مگر دوسری طرف دیوبند کے لوگ جو بدعات و خرافات میں مبتلا ہیں ایک دوسری عیدگاہ میں اعمال بدعت کرتے نظر آئے، چنانچہ جب ہم عیدگاہ میں نماز ادا کر کے وقف دارالعلوم اور پھر وہاں سے مذبح ہوتے ہوئے دارالعلوم واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں دیکھا کہ محلہ خانقاہ آنے سے کچھ پہلے ایک دوسری عیدگاہ میں سلام و مصافحہ اور معانقہ زوروں پر ہے، اور سب ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس عیدگاہ پر میلہ بھی لگا ہوا ہے جہاں لڑکیاں بھی موجود ہیں اور باہم عید کی خوشیاں منا رہے ہیں، دور ہی سے یہ منظر دیکھ کر میں نے ساتھیوں سے دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ بدعتیوں کی علیحدہ عیدگاہ ہے۔

بقرعید کا گوشت

نماز عیدالاضحی ادا کر کے دارالعلوم واپس ہونے کے بعد میں اور وقف دارالعلوم کا ایک ساتھی مولوی محمد سفیان دارالعلوم کا مذبح گیا جہاں قربانی کرنے کا نظم کیا گیا تھا اور جہاں عامۃ المسلمین کی طرف سے بیشمار جانوروں کی قربانی انجام دی جاتی ہے۔ اور جہاں سے ہر ایک کو وقف شدہ قربانی کا گوشت اپنی مرضی کے مطابق لے جانے کی عام اجازت ہوتی ہے خواہ طلبہ دارالعلوم ہوں یا عوام الناس، ہر ایک کو مکمل اور برابر

اجازت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ میں بھی مولوی محمد سفیان کے ساتھ دارالعلوم کا مذبح گیا اور دونوں نے گوشت کا ایک ایک بڑا ٹکڑا لیا، اور پھر کمرہ میں آکر گوشت ہڈی سے الگ کرنے لگا کہ چھری سے میرے دائیں ہاتھ کی وسطی انگلی پر زخم لگ گیا جس سے ہلکا سا خون بھی بہہ پڑا، خیر ہم دونوں نے گوشت ہڈی سے الگ کیا، اوراس کے بعد میں نے ہی اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے، اسی دوران دیگر ساتھیوں نے گوشت بنانے کی دیگر ضروری اشیاء خرید کر لادیا، اور پھر وہ سب گھومنے کے لئے چلے گئے۔ اور ادھر میں نے اکیلے ہی گوشت اور چاول پکا کر تیار کر دیا اور جب وہ سب واپس آئے تو ظہر نماز کے بعد ہم سبھوں نے مل جل کر کھانا کھایا اوراس کے بعد ہم سب بھی گھومنے پھرنے کے لئے چلے گئے اور وقف دارالعلوم اور ریلوے اسٹیشن ہوتے ہوئے دارالعلوم واپس آئے اور اس طرح سے عیدالاضحی کا یہ دن اپنے اختتام کو پہنچا۔

رفقائے طعام سے علیحدگی

۲۸/ ذیقعدہ کو دارالعلوم سے کھانا جاری ہونے کے بعد میں اپنے ضلع کے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہا تھا، جن میں سے تین میرے سابقہ مدرسہ "مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا ضلع بانکا" کے ساتھی تھے، اور چوتھا دارالعلوم حیدرآباد سے پڑھ کر آیا تھا جس کا نام حافظ فردوس تھا اور بقیہ تینوں میں سے ایک مولوی مصطفی قاسمی دوسرا مولوی منہاج الدین اور تیسرا مولوی محمد اختر حسین تھے، مولوی مصطفی قاسمی تکمیل تفسیر میں اور مولوی منہاج الدین دورۂ حدیث میں پڑھتے تھے اور مولوی اختر حسین وقف دارالعلوم کی جماعت ششم عربی میں پڑھتے تھے۔

ان چاروں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا رہا کہ بقر عید کی چھٹی میں حافظ فردوس اور مولوی مصطفی قاسمی گھر چلے گئے اور اب دارالعلوم میں ہم تین ساتھی ہی رہ گئے جن میں سے مولوی اختر حسین وقف دارالعلوم میں پڑھتے تھے اور وہاں اس کا غیر امدادی داخلہ تھا جس کی وجہ وہ دارالعلوم میں ہم سب کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے تھے، اب دو ساتھیوں کے گھر چلے جانے کے بعد ہم سب کے پاس کھانے کی صرف دو ہی ٹکٹیں بچی تھیں جن سے ہم تین ساتھی کھانا کھا رہے تھے۔ اس کے بعد جب بقر عید کی چھٹی ختم ہوگئی اور حافظ فردوس

گھر سے واپس آ گئے تو اس کے بعد بھی چند دنوں تک میں ان سب کے ساتھ شریک فی الطعام رہا لیکن اسی دوران جب میری مستقل سیٹ دفتر دار الاقامہ کی طرف سے دار جدید میں ہو گئی تو اس کے بعد میں نے ان سب سے علیحدگی اختیار کرلی اور کھانے کا نظم ان سب سے الگ تھلگ ہی اپنے کمرہ میں انفرادی طور پر کر لیا اور ان بقیہ تینوں ساتھیوں نے مولوی منہاج الدین کے کمرہ میں کھانے کا انتظام کرلیا۔ لیکن اس کے باوجود ان سب سے میرا رابطہ منقطع نہیں ہوا ہے اور اب تک ہم سب برابر آپس میں ملتے جلتے رہتے ہیں اور ابھی بھی رفاقت برقرار ہے۔

اسباب علیحدگی

ان ساتھیوں سے میری علیحدگی کے کئی اسباب تھے۔ ایک تو سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان سب کے ساتھ میرا نبھاؤ نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے کہ ان سب کے گھروں سے مختلف چیزیں اور روپئے وغیرہ آتے رہتے اور میرا کچھ بھی نہیں آتا جس کی وجہ سے ساتھ گذارنا مشکل تھا۔ میرے نزدیک یہ سب سے بڑی وجہ تھی، اگرچہ کہ ابھی تک ان میں سے کسی نے بھی اس سلسلہ میں مجھے کچھ نہیں بولا تھا، مگر مجھے اپنی ذات میں اس کا احساس پریشان کر دیا کرتا تھا، جس کی وجہ سے میں نے علیحدگی اختیار کرلی۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی مجھ سے علیحدگی کی وجہ نہیں پوچھی، جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ میری علیحدگی سے وہ سب مطمئن تھے۔

دوسری وجہ مزاج کی عدم موافقت تھی، کہ ہم میں سے کسی کا بھی مزاج ایک دوسرے سے اس معاملہ میں ملتا نہیں تھا۔ اسی لئے اب ان میں سے ایک چند مہینے قبل علیحدہ ہو گیا ہے، اور باقی دو میں سے ایک ہر وقت دوسرے سے نالاں رہتا ہے۔ مزاج کے اس عدم موافقت کا احساس شروع سے ہو چکا تھا لیکن میں کسی وجہ سے بقر عید سے پہلے الگ نہیں ہوا، پھر بقر عید کے بعد بھی متصلاً الگ اس لئے نہیں ہوا کہ وہ سب صرف دو ہی باقی رہ جاتے اور کھانے کی ٹکٹ ایک ہی رہتی جس سے دونوں کو کھانا پڑتا، اسی وجہ سے میں حافظ فردوس کے گھر سے آنے تک انتظار کرتا رہا اور ساتھ دیتا رہا اور جب وہ گھر سے واپس آ گئے تو اس کے چند دنوں بعد میں ان سب سے علیحدہ ہو گیا اور میں ابھی تک الگ ہی ہوں اور ان شاء اللہ دار العلوم میں میرے باقی ایام اسی طرح سے علیحدہ طور پر ہی گذرتے رہیں گے۔

حصول سیٹ کے لئے سعی

میرے داخلہ کی کاروائی تو بقر عید سے بہت پہلے مکمل ہو چکی تھی، لیکن ابھی تک مجھے کسی کمرہ میں سیٹ نہیں ملی تھی اوراسکی وجہ یہ تھی کہ جس وقت میرے داخلہ کی کاروائی مکمل ہوئی اس وقت تمام کمروں میں طلباء کی سیٹیں متعین کی جاچکی تھیں اوراب کوئی سیٹ خالی نہیں بچی تھی۔ ادھر کمرہ کاایک ساتھی بقر عید کی تعطیل میں گھر جانے والاتھا جس کی سیٹ خالی ہونے والی تھی اس لئے میں بقر عید کی تعطیل ختم ہونے کے انتظار میں تھاکہ اس کے بعد دارالاقامہ کی حاضری ہوگی اور پھر اس کے بعد وہ سیٹ اپنے نام کرالوں گا۔ ابھی دارالاقامہ کی حاضری میں ایک ہفتہ باقی ہی تھاکہ اس سے پہلے ایک ساتھی (مولوی عبدالقدوس قاسمی) فریضۂ تدریس انجام دینے کے لئے بجنور چلے گئے اوراس کی سیٹ خالی ہوگئی۔ لیکن اس نے جاتے ہوئے مجھ سے کہاکہ ابھی میری سیٹ ختم مت کرانا، ایسا ہوسکتا ہے کہ میں دو تین دن میں واپس آؤں گایا فون کروں گا، اس کے بعد میری سیٹ ختم کراکر تم اپنے نام پر کرالینا، لیکن جب وہ بجنور گیا تو ادھر بالکل ہی بھول گیا جس سے اس کے پیش نظر کچھ اور ہی مقصد تھا، خیر میں نے دیکھاکہ بہت سارے دیگر طلباء اس کی سیٹ پر درخواستیں ڈال رہے ہیں، تو مجھے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں دوسرے کو یہ سیٹ نہ دے دی جائے، اس لئے اس کے بعد اس ساتھی کی آمد یا فون کا مزید انتظار کرنے کے بجائے اس سیٹ پر درخواست ڈال دیا، لیکن حلقہ کے نگراں مولانا منیر الدین صاحب نے درخواست یہ کہتے ہوئے رد کردیاکہ دفتر سے پہلے پنجم عربی والے طلباء کے لئے سیٹ دینے کا حکم ہے، جس کی وجہ سے مجھے نامراد واپس ہونا پڑا۔

سفارش برائے سیٹ

جب مولانا منیر الدین صاحب نے درخواست رد کردیا تو اس کے بعد میرے ساتھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ اگر آپ مولانا ریاست بجنوری صاحب سے مل کر سیٹ کے لئے سفارش لکھوالو تو مولانا منیر الدین صاحب فوراً درخواست منظور کرلیں گے، اس لئے کہ مولانا منیر الدین صاحب کا تعلق مولانا ریاست بجنوری صاحب

سے حد درجہ مضبوط و مستحکم ہے اور مولانا ریاست بجنوری صاحب کی کسی بھی بات کو مولانا منیر الدین صاحب رد نہیں کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی کچھ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اگر آپ مولانا سلمان صاحب سے ملو اور ان سے سفارش لکھوالو تو ان کی بات مولانا منیر الدین صاحب رد نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ان دونوں کے تعلقات کافی گہرے ہیں اور دونوں کے درمیان مضبوط رفاقت ہے، اس پر میں نے سوچا کہ مولانا سلمان صاحب سے سفارش لکھوانا میرے لئے بالکل ہی آسان ہے، وہ میرے لئے سفارش فوراً لکھ دیں گے۔

چنانچہ میں اس کے بعد مولانا سلمان بجنوری صاحب استاد دارالعلوم دیوبند (جن کا تذکرہ چند صفحے قبل گذر چکا ہے) کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو بتایا کہ ایسی بات ہے، سیٹ نہیں ہو رہی ہے، تو انہوں نے حلقہ کے نگراں صاحب کا نام پوچھا پھر درخواست پر ایک تحریر لکھ دی، جسے میں لے کر دوبارہ حلقہ کے نگراں مولانا منیر الدین صاحب کے پاس گیا لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا، اب تو میں پریشان ہو گیا کہ وہ سیٹ کہیں دوسرے کو نہ دے دی جائے اس پر مستزاد کہ ناظم حلقہ نے تو مولانا سلمان صاحب کی تحریر کا بھی لحاظ نہیں رکھا جو میرے لئے بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہوا۔

ناظم دارالاقامہ مفتی یوسف تاؤلی کی خدمت میں

خیر اس کے بعد میں اسی دن بعد نماز مغرب دارالاقامہ کے ناظم حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب تاؤلوی دامت برکاتہم کی خدمت میں درخواست لے کر حاضر ہوا، تو انہوں نے چند سوالات کرنے کے بعد کہا کہ اچھا کل اتنی تاریخ ہے اور پرسوں دارالاقامہ کی گشت (حاضری برائے طلباء) ہے اس لئے تم جمعرات کو دفتر دارالاقامہ میں ملنا، اس پر میں نے کہا کہ حضرت ایک سیٹ ابھی خالی ہے، تو انہوں نے پوچھا کہاں؟ میں نے جواب دیا کہ دار جدید کے کمرہ نمبر اتنے میں، پھر انہوں نے پوچھا کس کی سیٹ خالی ہے؟ تو میں نے بتایا کہ عبد القدوس کی، اس پر انہوں نے کہا کہ وہ عبد القدوس جو بجنور چلا گیا میں نے کہا جی ہاں، اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اچھا تم کل چوتھے گھنٹہ میں دفتر دارالاقامہ میں مجھ سے ملنا۔

دفتر دار الاقامہ میں

چنانچہ میں اس کے بعد دوسرے دن منگل کے روز دفتر دار الاقامہ پہنچ کر مفتی یوسف صاحب سے ملا، جہاں مجھ سے پہلے کئی طلباء سیٹ کے واسطے مفتی صاحب کی خدمت میں پہنچ چکے تھے، جن سے یکے بعد دیگرے ان سب کی درخواست پڑھنے کے بعد کہا گیا کہ دار الاقامہ کی گشت کے بعد ملنا۔ اس کے بعد میں نے اپنی درخواست پیش کی تو یہاں بھی مفتی صاحب نے مجھ سے چند سوالات کئے اور پوچھا کہ کس کی سیٹ خالی ہے؟ میں نے کہا کہ عبد القدوس اور مصطفی دونوں کی، تو انہوں نے کہا کہ وہ عبد القدوس جو باہر نکالا گیا تھا اور جو چند روز قبل بجنور چلا گیا، میں نے کہا جی ہاں وہی، پھر انہوں نے پوچھا کہ اس کی سیٹ دار جدید ہی میں تھی، میں نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد انہوں نے دفتر کے ایک منشی سے کہا کہ رجسٹر کھول کر دیکھو، چنانچہ اس نے رجسٹر کھول کر دیکھا تو اس کی سیٹ اسی کمرہ میں تھی، پھر اس کے بعد مفتی صاحب نے درخواست منظور کر دی اور کہا کہ درخواست لے جا کر نگراں حلقہ کے پاس جمع کر دو۔

درخواست کی مکمل منظوری

پھر میں نے اسی دن بعد نماز عصر متصلا مسجد قدیم فوقانی میں ناظم حلقہ سے ملاقات کی لیکن انہوں نے اس مرتبہ بھی درخواست دیکھنے سے پہلے ہی کہا کہ سیٹ ہونے کی کوئی امید نہیں ہے، دفتر والے کا حکم ہے کہ پہلے پنجم عربی والوں کو سیٹ دی جائے، اب تو میں پریشان ہو گیا کہ جب دفتر دار الاقامہ سے درخواست کی منظوری ہو چکی ہے لیکن یہ تو بغیر دیکھے ہی درخواست رد کر دے رہے ہیں، اس کے بعد میں نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب نے دستخط کر دیئے ہیں، اس پر انہوں نے کہا کہ پھر تو میں کیا کروں؟ دفتر والے کا حکم ایسا ہی ہے (جب کہ دفتر والے سے ان کی مراد حضرت مفتی صاحب ہی تھے) پھر میں نے اپنا چہرہ کچھ پریشان حال کی طرح بنا کر کہا کہ حضرت سیٹ نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشانی ہو رہی ہے اس لئے کوشش کر دیجئے، اس پر انہوں نے کہا اچھا درخواست لاؤ تو میں نے درخواست پیش کر دی، درخواست دیکھنے کے بعد کہا کہ اب تو وہ سیٹ دوسروں کی کر دی گئی ہے، میں نے کہا اس کمرہ میں ایک سیٹ اور خالی

ہے، انہوں نے پوچھا کس کی؟ تو میں نے نام بتایا، تو اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے جاؤ اور درخواست اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد اب مجھے اطمینان حاصل ہوا اور ساری فکر و پریشانی ختم ہوئی اور سیٹ ہو جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

دارالاقامہ کی گشت

جب دار جدید میں میری سیٹ کر دی گئی، تو اس کے بعد دوسرے ہی دن دارالاقامہ کی گشت ہوئی، جس میں تمام طلبۂ دارالعلوم کی حاضری ہوئی اور اس میں جو طالب علم غیر حاضر ہوا اسکی سیٹ سوخت کر دی گئی، چنانچہ میں نے خاص اہتمام کے ساتھ اس دن دارالعلوم میں پہلی مرتبہ حاضری دی، اس سے پہلے اب تک جدید طلباء کی کوئی حاضری نہیں ہوئی تھی، نہ دارالاقامہ کی طرف سے، نہ دفتر تعلیمات کی طرف سے اور نہ ہی درسگاہ میں۔

چند تاکیدی ہدایات

جب حلقہ کے نگراں صاحب حاضری لیتے ہوئے میرا کمرہ آئے تو کمرہ کے تمام لڑکوں کو اپنی اپنی سیٹ پر کھڑا کر دیا اور بالترتیب سب کا نام رجسٹر میں درج کیا۔ اس کے بعد چند تاکیدی احکامات سنائے۔

١۔ ایک تو یہ کہ ہر ایک اپنی اپنی متعینہ سیٹ پر ہی قیام کرے، اگر کوئی دوسرے کی سیٹ پر مل گیا تو جس کی سیٹ پر کوئی پکڑا جائے گا اس سیٹ والے کی سیٹ سوخت کر دی جائے گی۔

٢۔ اسی طرح سے کوئی خارجی آدمی یا دارالعلوم کے ہی دوسرے کمرہ کا طالب علم کسی کی سیٹ پر پکڑا جائے تو اس کی سیٹ ختم کر دی جائے گی، اس لئے اگر کس کے پاس کہیں سے کوئی مہمان آجائے تو پہلے وہ قیام کے لئے اجازت حاصل کرے اس کے بعد مہمان کو اپنے پاس ٹھہرائے۔

٣۔ تیسری تاکید یہ فرمائی کہ کسی بھی نماز کے وقت گشت ہو سکتی ہے اور اگر نماز کے وقت کوئی کمرہ میں مل گیا تو اس کی سیٹ ختم کر دی جائے گی یا کھانا بند کر دیا جائے گا اور چند مرتبہ پکڑے جانے پر اخراج بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے تمام لڑکے پنجوقتہ نماز کی بالمواظبت پابندی کریں۔

مسجد رشید کے مینارہ کی بلندی پر

جمعرات کا دن تھا، موسم بھی خوشگوار اور خنکی دار تھا، ہلکی ہلکی ہوائیں مثل بسنتی اور باد نسیم کے چل رہی تھیں، فضا بھی بڑا ہی سازگار تھی، اور موسم میں کسی تبدیلی کا امکان بھی نظر نہیں آرہا تھا، اور تمام طلبۂ دارالعلوم اپنی اپنی درسگاہوں میں حصول تعلیم اور اکابرین امت سے استفادہ میں منہمک تھے۔ کہ عین اسی درمیان موسم اور فضا کے اس خوشنما اور دلکش موافقت احوال کو دیکھ کر شمیم عربی کے ایک طالب علم نے حضرت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم کے پاس دوران درس ایک پرچی بھیجی، جس میں یہ لکھا تھا کہ موسم بہت ہی خوشگوار اور سیر و تفریح کے لئے موزوں ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسجد رشید کا مینارہ کھول کر ہم طلبۂ دارالعلوم کو موسم اور فضا کے ان پر کشش اور دلکش لمحات سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا۔ جب پرچی مولانا نے پڑھی تو فوراً بولے ٹھیک ہے چلو کھول دیتا ہوں، یہ کہہ کر مولانا شمیم عربی کے تمام طلباء کو ساتھ لے کر چل دیئے اور مسجد رشید کے دونوں مینارے کھول دیئے اور دونوں میناروں کے دروازہ کے پاس ایک ایک دربان بٹھا دیا، تاکہ کوئی کمسن بچہ مینارہ پر چڑھنے نہ پائے اور انہیں روکا جا سکے۔

عجیب ماجرا

اس سے قبل جب سے یہ مسجد بن کر تیار ہوئی تھی اور اس کا مینارہ تیار ہوا تھا تو کبھی بھی کسی کے لئے بھی مینارہ نہیں کھولا گیا تھا۔ آج ٢٧/ذی الحجہ ١٤٢٤ھ مطابق ١٩/فروری ٢٠٠٤ء بروز جمعرات پہلی مرتبہ دونوں مینارے طلباء کے لئے کھول دیئے گئے۔ اس وقت ہم دارالحدیث میں تھے اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے درس حدیث سے دارالعلوم کی پوری فضا مسحور ہوئی جارہی تھی اور امام ترمذی کے فیوض و برکات سے طلبۂ حدیث مستفیض و بہرہ ور ہو رہے تھے۔ کہ حسب معمول تیسرا گھنٹہ مکمل ہوا اور اسی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کا درس بھی ختم ہوا۔ اس کے بعد ہم سب دارالحدیث سے ہاتھوں میں کتابیں لئے اپنے اپنے کمرہ کی طرف چلے تو جیسے ہی دارالحدیث سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

تمام طلباء مسجد رشید کے مینارہ کی طرف دیکھنے لگے ہیں۔ لیکن مجھے مینارہ کی بلندی پر کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا، اس لئے کہ میری آنکھ کی روشنی بہت زیادہ کمزور ہو گئی تھی، جس کی وجہ سے مجھے مینارے کے اوپر کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا، اس کے بعد میں کچھ معلوم کئے بغیر اپنا کمرہ آگیا اور دارالعلوم کے اس سے پہلے کے کوائف لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

اصرار پر اصرار

اس کے بعد کچھ ساتھی کمرہ آئے اور تذکرہ کیا کہ مسجد رشید کے مینارے کھولے گئے ہیں اور تمام لڑکے مینارہ پر چڑھ رہے ہیں۔ تب مجھے اس وقت سمجھ میں آیا کہ دارالحدیث سے نکلنے کے بعد سارے طلباء میناروں کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود میرے اندر مینارہ پر چڑھنے کا اشتیاق پیدا نہیں ہوا، اس کے بعد کچھ ساتھی مجھ سے اصرار کرنے لگے کہ تم بھی جاؤ مینارہ پر چڑھ لو، پھر کبھی اس پر چڑھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لیکن میں ان سب سے کہتا کہ اس پر کیا چڑھوں گا؟ اس پر چڑھنے سے کیا ہوگا؟ یہیں سے دیکھ لیتا ہوں، اس پر چڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن ان میں سے ایک ساتھی مولوی مستقیم سالک جو مدھوبنی کا رہنے والا ہے اور ششم عربی میں زیر تعلیم ہے (جو مجھ سے کچھ زیادہ ہی قریب اور بے تکلف تھا) اڑ گیا کہ نہیں تمہارے کو بھی مینارہ پر چڑھنا ہوگا، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، میں تمہارے ساتھ ہی مینارہ پر چڑھوں گا، اس کے ساتھ ہی دوسرے ساتھی بھی اس کی آواز پر ہاں میں ہاں ملانے لگے اور بولنے لگے کہ دیکھو اس نے اپنے شوق کو تمہارے اوپر موقوف کر دیا ہے۔ اس لئے تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اس کے شوق کو پورا کرو اور تم بھی مینارہ پر چڑھو۔

بالآخر اکثریت کے سامنے انفرادیت کو جھکنا ہی پڑا، اور ان سبھوں کے اصرار کے سامنے مجھے بے بسی اختیار کرنی ہی پڑی۔ اس کے بعد میں مولوی مستقیم کے ساتھ مینارہ پر چڑھنے کے لئے تیار ہو گیا اور پھر میں اس کے ساتھ مینارہ پر چڑھنے کے لئے کمرہ سے نکل پڑا۔ جب مدنی گیٹ سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ سارے طلباء مسجد کی طرف جوق در جوق رواں دواں ہیں، کچھ مسجد سے نکل رہے ہیں لیکن اندر جانے والوں کی تعداد نکلنے والے طلباء سے کئی گنا زیادہ ہے، چنانچہ میں بھی مسجد کی طرف آگے بڑھا اندر داخل ہوا اور پھر بائیں طرف کے مینارہ پر چڑھنا شروع کر دیا۔

قلت دوری کثرت اوقات

جب مینارہ کے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو اسی وقت سے سخت سے سخت ازدحام کا سامنا کرنا پڑا، پورے دارالعلوم کے تمام طلباء کی بھیڑان دونوں میناروں پر منڈلا پڑی تھی، طلباء بڑی مشکل سے ایک ایک قدم آگے بڑھ پا رہے تھے، جب ایک قدم اٹھاتا تو دوسرا قدم اٹھانے کے لئے بہت زیادہ دیر انتظار کرنا پڑا، اس ازدحام کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اگر بھیڑ نہ ہوتی تو مینارہ کی بلندی پر پہنچنے کے لئے مشکل سے تین چار منٹ کافی تھا، لیکن بھیڑ کی وجہ سے تقریبا آدھا گھنٹہ سے زائد کا وقت مینارہ کی اونچائی تک پہنچنے میں لگا، اس بھیڑ اور دھکا مکی کی وجہ سے بہت سارے طلباء درمیان سے ہی واپس ہونے پر مجبور ہو گئے اور بلندی تک ہزار تمناؤں اور آرزوں کے باوجود پہنچنے سے عاجز اور قاصر رہے۔

تخیلات کی دنیا میں

اسی درمیان کہ مینارہ کی بلندی پر پہنچنے کے لئے ایک ایک قدم آگے کی طرف بڑھا رہا تھا ہزاروں قسم کے تخیلات دلوں میں پیدا ہو رہے تھے اور سینکڑوں انواع کے جذبات واحساسات دل میں انگڑائیاں لے رہے تھے اور سبھوں کی پیشانیاں قدرت الہی کے سامنے جھکنے پر مجبور اور سر تسلیم خم کرنے پر لاچار ہو گئی تھیں اور سبھوں کی زبان پر بزبان حال یہ شعر جاری تھا :

خالق نے یہاں اک تازہ حرم اس درجہ حسیں بنوایا ہے
دل صاف گواہی دیتا ہے یہ خلد بریں کا سایہ ہے

مینارہ کی بلندی سے دارالعلوم کا منظر

جب نصف گھنٹہ سے زائد وقت چلتے رہنے کے بعد مینارہ کی بلندی پر پہنچ گئے اور اس کے بعد اوپر سے جب واپس نیچے اترنے لگے تو مینارہ کی ہر منزل کے باہری حصہ سے نکل کر چاروں اطراف کا مشاہدہ کرتے اور اتنی بلندی پر سے چاروں اطراف کا نظارہ بڑا خوشنما معلوم ہو رہا تھا، پھر دیوبند کا قصبہ بھی اپنی شہنشاہیت

کا مظاہرہ پیش کرتا نظر آرہا تھا، تو دوسری طرف اس کی بہت ساری چیزیں بھی توحید کا نغمہ گنگنارہی تھیں اور پھر اس میں دارالعلوم کی ساری عمارتیں خاص کر دارالحدیث، دارجدید، آسامی منزل، اعظمی منزل اور رواق خالد کے ساتھ ساتھ مسجد قدیم اور مسجد چھتہ دلوں کی دنیا کو مسحر کر رہی تھی اور ہندوستان جیسے دارالحرب ملک میں اسلام کی صداقت وحقانیت اور مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا علی الاعلان پرچار اور اس کی مکمل نمائندگی کر رہی تھی، جوں جوں ہم مینارہ کی کسی بالائی منزل سے اس سے نیچے کی منزل پر آتے تو اس کے باہری حصہ میں نکل کر بار بار اطراف اربعہ کا مشاہدہ کر کے لطف اندوز ہوتے۔ بالآخر اس طرح مینارہ کی بلندیوں کے مختلف درجات سے محظوظ ہوتے ہوئے نیچے اتر آئے۔

افسوس ....

مینارہ کی بلندی کی انتہاء تک پہنچنے اور اس بلندی پر سے اطراف اربعہ کا مشاہدہ کر کے لطف اندوز ہونے کے باوجود میری مسرت وخوشی ناقص رہی اور لطف اندوزی کا مزہ ناتمام رہا۔ اس لئے کہ میرا وہ ساتھی مولوی مستقیم سالک جس نے مجھے اصرار پر اصرار کر کے مسجد تک لایا تھا اور ساتھ ساتھ مینارہ کے زینے پر قدم رکھتے ہوئے مجھے آگے بڑھایا تھا وہ نصف مراحل طے کرنے کے بعد مجھ سے بچھڑ گیا اور میں اس سے جدا ہو گیا۔ وہ نصف مراحل طے کرنے کے بعد اس طرح بچھڑ گیا کہ میں اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا اور اس ازدحام میں طلباء کے چہروں کو جھانکتے ہوئے لاچار ہو گیا اور اس طرح وہ ساتھی جس نے ابھار کر مجھے مینارہ تک لایا تھا وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے اس خوشگوار موسم کے پرلطف فضاؤں میں میری مسرت وخوشی ناتمام اور ناقص رہی، جس پر مجھے بیحد افسوس اور دل مغموم ہے۔

صدائے دل

مسجد رشید جس کے مینارہ پر میں ۲۷ ذی الحجہ کو چڑھا تھا وہ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم اور استاد حدیث حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم کی زیر نگرانی تیار ہوئی ہے اور اب اس کے تزئینی کام تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو پورے دارالعلوم کے ساتھ حاسدوں اور دشمنان اسلام کی نگاہ بد سے محفوظ رکھے اور ان کو ان کے مقاصد مذمومہ میں ناکام ونامراد کرے۔ آمین یارب العالمین۔

****

مختلف موضوعات

کچھ باتیں اپنوں کی

اس سے قبل بقرعید کی چھٹی میں وقف دارالعلوم کا ایک طالب علم گھر جارہا تھا تو اس کے بدست میں نے ایک خط نانا کے نام روانہ کیا تھا، جس میں ایک لنگی بھیجنے کے لئے لکھا تھا، جب وہ طالب علم بقرعید کے بعد گھر سے واپس آیا تو اس نے نانا کی بھیجی ہوئی لنگی میرے حوالہ کیا اور پھر ادھر کے سارے حالات سے مجھے واقف کرایا اور مجھے بتایا کہ میں نے تمہارے متعلق گاؤں میں تذکرہ کیا کہ وہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھ رہا ہے جو سب سے بڑا مدرسہ ہے، تو گاؤں والے سب تعجب کرنے لگے کہ اس کا داخلہ وہاں ہو گیا؟ پھر یہ کہ وہ تو فارغ ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ اس کو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کا شوق ہے۔ جب اس نے میرے ماموزاد بھائی مولوی عبدالستار قاسمی سے گفتگو کی اور میرے بارے میں بتایا تو اس نے اظہار خوشی اور حوصلہ افزائی کے بجائے کہا کہ وہ تو فارغ ہو چکا ہے اب کتنا فارغ ہوگا؟ اور ماموں نے بھی اپنی الگ ہی ذہنیت دکھاتے ہوئے کہا کہ وہ تو بہت زیادہ محنتی ہے اور ذہین ہے لیکن وہ (میرے) گھر میں صحیح سے نہیں رہتا ہے۔

یوم عاشورہ، درس حدیث اور دفتری حاضری

جب سے دارالعلوم دیوبند میں میرا داخلہ ہوا تھا، اس وقت سے ابھی تک درسگاہ اور دفتر میں میری حاضری نہیں ہوئی تھی، دارالعلوم دیوبند میں طلبہ دورہ حدیث کے لئے دفتری حاضری کا رواج ہے جو اب تک نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ پہلی مرتبہ ۱۰/ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ بروز منگل ناظم تعلیمات مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے درس کے اختتام پر دارالحدیث میں اعلان فرمایا کہ "چلو! شناختی کارڈ کے ساتھ دفتر پہنچ کر حاضری دو" یہ اعلان سنتے ہی تمام طلباء کتابیں لے کر کمرہ گئے اور پھر وہاں سے شناختی کارڈ کے ساتھ دفتر تعلیمات پہنچے جہاں حاضری کے لئے تین قطاریں لگی ہوئی تھیں، دو قطاریں تو صرف قدیم طلبہ دورۂ حدیث

کے لئے مختص تھیں اور صرف ایک قطار جدید طلبۂ دورۂ حدیث کے لئے خاص تھی۔ چنانچہ میں چونکہ جدید طالب علم تھا اس لئے "جدید طلبۂ دورۂ حدیث" کی قطار میں کھڑا ہوا اور تقریبا پچیس منٹ کے بعد میرا نمبر آیا اور پھر شناختی کارڈ دکھلا کر حاضری دی اور پھر واپس ہوئے۔ ادھر حاضری کے بعد طلباء کے درمیان شور و غل ہونے لگا کہ ہر سال دفتری حاضری کے موقع پر دورۂ حدیث کے طلباء کے درمیان میٹھائی تقسیم کی جاتی تھی امسال ایسا کیوں نہیں ہوا؟ اور میٹھائی تقسیم کیوں نہیں کی گئی؟ یہ شور و شغب شدت کے ساتھ طلباء کے درمیان ہونے لگے۔

ایک صاحب خیر کی طرف سے دعوت طعام

دارالعلوم دیوبند میں اگر ملک کا یا نزدیک ہی سہی کسی شہر اور گاؤں کا کوئی مؤقر شخص دعوت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ طعام کے سلسلہ میں ساری ضروری اشیاء دارالعلوم کا مطبخ پہنچادے یا اس کے بقدر روپئے دارالعلوم میں جمع کردے تو اس کے بعد دارالعلوم ہی کے مطبخ میں داعی کی خواہش اور اس کی منشا کے مطابق کھانا تیار کر کے طلبۂ دارالعلوم میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔
چنانچہ ۱۰/ محرم الحرام بروز منگل عاشورہ کے دن ملک کے کسی مؤقر صاحب خیر شخص نے جمیع طلبۂ دارالعلوم کی دعوت طعام کررکھی تھی، جس کے لئے کھانا دارالعلوم کے مطبخ ہی میں تیار کیا گیا تھا، جب دفتری حاضری دینے کے بعد کھانے کے مقررہ وقت پر طلباء مطبخ سے کھانا لانے کے لئے گئے تب جاکر معلوم ہوا کہ آج کسی کی طرف سے دعوت ہے. جس کی وجہ سے اس دن کھانے میں تمام طلباء کو زردہ اور بریانی دی گئی۔ فجزاہ اللہ عن جمیع الطلبة احسن الجزاء.

اشکال ندارد

۱۰/ محرم الحرام کے روز میقات اول کی پڑھائی کے بعد اساتذۂ کرام نے طلباء کی ذہنیت اور ماحول کو دیکھتے ہوئے میقات ثانی میں چھٹی کردی، اگرچہ کہ اس دن دفتر تعلیمات کی طرف سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کا حکم تھا، مگر اس کے با وجود دورۂ حدیث کی میقات ثانی کے اساتذۂ کرام نے چھٹی کر دی

اور پڑھانے کے لئے نہیں آئے۔

اس موقع پر یہ اشکال نہیں ہونا چاہئے کہ اساتذۂ کرام نے وہ بھی دارالعلوم کے اساتذہ نے دفتری حکم کو نظر انداز کیسے کردیا؟ تو اس سلسلہ میں یہ وضاحت کردیتا ہوں کہ دارالعلوم کا قانون ہے کہ کسی بھی استاد کے لئے سارے ایام درس میں تعلیم دینی ضروری نہیں ہے، اختیار حاصل ہے کہ جب چاہیں پڑھائیں اور جب طبیعت نہ ہو نہ پڑھائیں، البتہ صرف کتاب کا ختم کرانا یا متعینہ نصاب تک پہنچانا ضروری اور لازمی ہے، اسی وجہ سے اگر اساتذہ ایام درس میں کبھی کبھار نہیں پڑھاتے ہیں تو دوسری طرف وہ اسکی تلافی خارجی اوقات میں پڑھا کر کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے دسویں محرم کے موقع پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ نیز یہ کہ اس دن کے تعلق سے دفتری حکم جس میں تعلیم کے جاری رکھنے کے لئے کہا گیا تھا اس کا مقصود یہ نہیں تھا کہ اس دن پڑھانا ضروری ہے، بلکہ اس بات سے واقف کرانا مقصود تھا کہ آج کے دن دفتر کی جانب سے کوئی چھٹی نہیں ہے، رہی بات پڑھانے اور نہ پڑھانے کی تو وہ اپنے سابقہ معمول کے مطابق ہونی چاہئیے۔

میری بے حیثیتی دوسروں کی نظر میں

اسی ماہ محرم الحرام کے آخری جمعہ کو مظاہر علوم سہارنپور سے مولوی شہباز عالم دارالعلوم آیا اور اس نے ایک خیر خواہ (نام کا اظہار نامناسب ہے) کی طرف سے بھیجا ہوا ایک جوڑا کپڑا میرے حوالہ کیا، میں نے اس سے پوچھا کہ اور کوئی چیز بھیجا ہے؟ خط نہیں دیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ اور کوئی چیز نہیں دیا ہے صرف یہی۔ اس کے جانے کے بعد جب میں نے پلاسٹک سے کپڑا نکال کر دیکھا تو مجھے اس بات سے بہت زیادہ دکھ ہوا اور میرے دل کو تکلیف ہوئی کہ استعمال شدہ موٹا اور بد اقسم کا ایک پھٹا پرانا کپڑا بھیجا ہے وہ بھی اتنے دور سے یہاں بھیجا ہے، اس کے ساتھ ہی میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اس نے مجھے کیا سمجھ لیا ہے؟ اس نے مجھے اتنا بے حیثیت، بے وقعت اور گھٹیا سمجھ لیا ہے کہ انہوں نے استعمال شدہ اور پھٹا پرانا کپڑا مجھے (بانکا ضلع کے ایک گاؤں سے یہاں دیوبند) بھیجنا ضروری سمجھ لیا۔ یہ سب باتیں میں دل ہی دل میں سوچنے لگا اور یہ بھی کہ آج تک میں نے کبھی کسی کا بھی کوئی استعمال شدہ کپڑا نہیں پہنا ہے، اگرچہ کہ میری زندگی

بچپن سے ہی غربت کے ادنی درجہ میں گذری ہے اوراب تومیں سابقہ زندگی سے اور بھی کمتر زندگی سے دوچار ہوں لیکن اس کے باوجوداللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ایسا موقع میرے لئے کبھی بھی نہیں آیاکہ میں کسی کااستعمال شدہ کپڑاپہنوں، اورپھریہ کہ اس نے اس سے پہلے کبھی بھی کچھ بھی نہیں بھیجاتھا، نہ یہاں دارالعلوم میں اورنہ ہی قیام حیدرآباد کے چارسالہ دورمیں، اورآج جب اس نے بھیجاہے تویہی کپڑا۔

کیایہی ہدیہ ہے؟

جب میں گاؤں سے دارالعلوم کے لئے نکلنے والا تھا تواس رات انہوں نے میری اپنے ہاں کھانے کی دعوت کی تھی اورپھر جب کھاناکھلانے کے بعدوہ مجھے گھرتک چھوڑنے آرہے تھے توراستہ میں انہوں نے مجھ سے کہاتھاکہ "بقرعیدمیں اگرکوئی دارالعلوم جائے گاتواس حقیرکی طرف سے کوئی ہدیہ جائے تواسے قبول کرنا"اس وقت میں نے سوچاکہ ان کے کہنے کامطلب کیایہی تھا؟اورکیایہی ہدیہ ہے؟اوراس کے بعدان باتوں کے علاوہ اوربھی مختلف طرح کی باتیں ذہن ودماغ میں کردش کرنے لگیں۔

بالآخرمیں نے وہ کپڑااپنے پاس رکھ لیااورپھر بعدمیں سب سامان کے نیچے بغیراستعمال کئے ہوئے اسے تہ کررکھ دیااورابھی تک وہ جوں کاتوں رکھاہواہے، وہ کپڑامیں مولوی شہبازکے مظاہرعلوم واپس چلے جانے کے بعدپھینک دیتا، مگریہ سوچ کرایسانہیں کیاکہ وہ خیرخواہ رمضان المبارک میں دارالعلوم آئیں گےاوراس وقت اگروہ کپڑاکے بارے میں پوچھ لیں تومیں کیاکہوں گا؟اورپھر کپڑاضائع کرکے ان کوناراض کرنا بھی تو مناسب نہیں ہے۔ اس لئے میں نے وہ کپڑارکھ لیااورضائع نہیں کیا۔

خیرکپڑاکے سلسلہ میں جوہوناتھاوہ ہوگیا، اس کے بعدمولوی شہبازعالم نے مجھ سے تذکرہ کیاکہ چندکتابیں خریدنی ہیں اورکچھ نام بھی بتائے، ان میں سے ایک مشکوۃ المصابیح، دوسری الصبح النوری جلددوم، تیسری تحفۃالعرب، چوتھی تقریب التہذیب وغیرہ۔ جس کے بعدمیں اسے لے کرکتب خانہ گیااورمذکورہ کتابیں اس کوخریدکردلادیا، پھروہ اسی دن عصرسے پہلے مظاہرعلوم کے لئے روانہ ہوگیا۔

شوال ۱۴۲۵ ھ میں وہ کپڑادارالعلوم سے حیدرآبادآنے سے قبل ضائع کردیا۔ ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ ھ حیدرآباد

رفیق درس اور کپڑے کا مذاق

مولوی مجاہد الاسلام جو بہار ہی کے کسی ضلع کا تھا (ضلع کا نام ذہن سے نکل چکا ہے) اور دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں زیر تعلیم تھا۔ وہ درسگاہ (دارالحدیث) میں میرے ہی ساتھ ایک تپائی پر بیٹھتا تھا۔ اکثر ہم دونوں میں مناسب اور موزوں رویہ اور بہتر سلوک ہی رہا اور کبھی ہم دونوں میں کوئی ناخوشگوار یا نزاعی واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن ایک مرتبہ اس نے مجھے ایک بات ایسی بول دی جو میں آج تک کبھی چاہ کر بھی فراموش نہیں کر سکا، اور آج تک اس کی وہ بات میرے دل میں پیوست ہے۔

ہوا یوں کہ درمیان سال میں ایک دن ایسے ہی درسگاہ میں بیٹھا تھا، اس کے دل میں کیا خیال آیا اور اس نے کیا سوچا کچھ پتہ نہیں۔ اچانک اس نے میرے انتہائی معمولی کپڑے کا مذاق بناتے ہوئے کہہ دیا کہ "یہ کپڑا پہنتے ہو، یہ بھی کوئی پہننے لائق کپڑا ہے؟" حالانکہ کپڑا اسفید اور صاف ستھرا تھا اور زیادہ پرانا بھی نہیں تھا، لیکن معمولی قیمت کا معمولی کپڑا تھا۔ بس اسی وجہ سے اس نے ایسی بات کہہ دی اور میرا مذاق اڑایا۔ جس کی وجہ سے اس کی ان باتوں نے میرا کلیجہ چیر کر رکھ دیا اور میرے دل پر گویا ہتھوڑا مار دیا۔ لیکن پھر بھی میں خاموش رہا اور کوئی جواب نہیں دیا، اور دل پر پتھر رکھ کر اتنی سخت بات کو گوارہ کر لیا۔

آنکھوں کی خرابی کا ادراک

چونکہ ہم دونوں درسگاہ میں ایک ساتھ بیٹھتے تھے، آپس میں بات چیت، ہنسی مذاق بھی ہوتی تھی۔ اسی طرح ایک دن اس نے اپنا چشمہ مجھے دیا اور کہا یہ لگا کر دیکھو آپ چشمہ میں کیسے لگتے ہو؟ جب میں نے چشمہ لگا کر ادھر ادھر دیکھا تو ہر چیز بالکل صاف صاف نظر آ رہی تھی، جب درسگاہ میں مسند حدیث کے عقب میں دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا تو میں حیران و ششدر رہ گیا، اس لئے کہ گھڑی کا وقت اچھی طرح صاف دکھ رہا تھا، جب کہ اس سے پہلے میں نے کبھی خیال ہی نہیں کیا تھا اور کچھ سوچا ہی نہیں تھا کہ گھڑی کا وقت کیوں نہیں دکھتا ہے؟ مگر اب مجھے پتہ چلا کہ میری آنکھوں کی خرابی تھی جس کی وجہ سے دور کی کوئی بھی چیز مجھے صاف دکھائی نہیں دیتی تھی۔ خیر اب اس کے بعد مجھے خرابی آنکھ کی فکر اور پریشانی دامن گیر ہو گئی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کی علالت شدیدہ

حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خان صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ذی الحجہ کے اوائل تک بخاری شریف باب الوحی تک پڑھائے، اس کے بعد حضرت شیخ صاحب بقرعید کی تعطیل میں گھر (بلند شہر) چلے گئے، پھر بقرعید کے بعد انتہائی افسوسناک اور روح پرور خبر ملی کہ حضرت کی طبیعت بہت سخت خراب ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے بہت ساری افواہیں بھی سنائی دینے لگیں اور بہت سارے خیالات و اندیشے ظاہر کئے جانے لگے۔ اس خبر سے بعضوں کو خوشی ہورہی تھی جب کہ طلباء، محبین اور خیر خواہوں کی اکثریت غم واندوہ کا شکار ہوکر ابتلاء وآزمائش کا شکار ہوگئے اور ماہی بے آب جیسی ان کی حالت ہوگئ۔

افواہ در افواہ

حضرت شیخ صاحب کے متعلق یہ خبر ملی کہ ان کے صحتیاب اور شفایاب ہونے کی امید اب بہت ہی کم ہے۔ اس خبر کی وجہ سے یہ افواہ اڑائی گئی کہ مجلس شوریٰ (دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نہیں، بلکہ طلباء کی مجلس شوریٰ) میں یہ بات طے پائی ہے کہ اب آئندہ سے حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی دامت برکاتہم ہی بخاری شریف جلد اول بھی پڑھائیں گے۔ دوسری طرف سے یہ افواہ بھی سنائی دی کہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم ناظم مجلس تعلیمی اس عہدۂ جلیلہ (شیخ الحدیث کا عہدہ) کو سنبھالیں گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی سنائی دی کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم کا شیخ الحدیث کے لئے انتخاب ہوچکا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کے بارے میں یہاں تک سننے میں آیا کہ آپ چند ہی روز میں بخاری شریف کا درس دینا شروع کردیں گے۔

غیر ضروری رائے زنی اور اظہار خیال

ان تمام تر افواہوں کے بیچ دوسری طرف طلبۂ دارالعلوم کے مابین رائے زنی شروع ہوگئ اور ہر ایک اظہار

خیال کرنے لگے کہ بخاری شریف کن کو ملنی چاہیئے؟ اگرچہ کہ طلباء کی آپسی رائے زنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی اس کا اثر دارالعلوم کی انتظامیہ اور مجلس شوری پر ذرہ برابر بھی پڑنے والا ہے۔ مگر پھر بھی طلباء آپس میں غیر ضروری رائے زنی کرتے رہے جو در حقیقت بکواس اور وقت گزاری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، کہ آئندہ شیخ الحدیث کن کو بنایا جانا چاہیئے؟۔

اس سلسلہ میں بعض طلباء حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم کا نام لیتے، تو دوسری طرف وہ طلباء جو اسعد صاحب کے عقیدت منداور معتقد تھے اور ان کو اس کے بھائی حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم سے بھی عقیدت و محبت تھی وہ ان کو شیخ الحدیث بننے کا حقداراور مستحق قرار دیتے۔

اس کے ساتھ ہی ایک بڑی تعداد ان طلباء کی بھی تھی جو دارالعلوم میں بحر العلوم سے ملقب اور چلتا پھرتا کتب خانہ حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم کے علمی فضل و کمال، رسوخ فی العلوم اور جمیع علوم اسلامیہ کا مخزن ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں تھے اور میں بھی جب اس طرح کی محفل و مجلس میں موجود رہتا اور کچھ بولنا چاہتا تو میری بھی رائے ان ہی کے حق میں ہوتی۔

یہ ساری باتیں صرف طلباء کی غیر ضروری رائے زنی تھیں، جن کا اثر مسئلۂ شیخ الحدیث پر کچھ بھی نہیں واقع ہو سکتا تھا اور ان سے اس میں کچھ بھی دخل اندازی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر یہ کہ حالات بھی تو ایسے نہیں تھے کہ اس طرح کی کوئی بات چلی ہو، یہ تو صرف افواہ کی حد تک ہی تھی۔ البتہ بعضوں کی تمنا ہو رہی تھی کہ حضرت شیخ صاحب صحتیاب نہ ہوں تاکہ مجھے شیخ الحدیث بننے کا موقع ملے۔

قلق و اضطراب

ان ساری افواہوں اور رائے زنی کے ساتھ ساتھ دوسری طرف دورۂ حدیث کے طلباء بیحد پریشان اور اداس و غمگین نظر آرہے تھے، سب فکر منداور بوجھل تھے کہ اب حضرت شیخ صاحب سے استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ مزید یہ کہ ان کے لئے یہ بات باعث تشویش ہو رہی تھی کہ ان کے بعد شیخ الحدیث کے لئے کن کا انتخاب ہوگا اور کون شیخ الحدیث بنیں گے؟ اور کون ہمیں بخاری شریف پڑھائیں گے؟ پھر یہ کہ ان کے بعد جو شیخ الحدیث بنیں گے ان کی سند کے واسطے بھی بڑھ جائیں گے اور پھر ہماری سند

حدیث کا درجہ کم ہو جائے گا، ان تمام باتوں کی وجہ سے طلبۂ دورۂ حدیث میں سے عقیدت مند طلباء کو دن میں تارے نظر آنے لگے تھے اور انہیں کوئی جائے سکون نہ مل رہا تھا۔

حضرت شیخ صاحب کی تشریف آوری

اسی دوران کہ طلباء کی حالت نازک سے نازک تر ہوتی جا رہی تھی، کئی اساتذۂ کرام درس کے اختتام پر دار الحدیث میں حضرت شیخ صاحب کے لئے دعائے شفایابی بھی فرما رہے تھے کہ بالآخر وسط محرم الحرام میں یہ چرچہ ہونے لگا کہ حضرت شیخ صاحب صحتیاب اور شفایاب ہونے لگے ہیں اور اب تھوڑے ہی دنوں میں دار العلوم تشریف لے آئیں گے۔ پھر اس کے چند ہی دنوں بعد یہ آواز کان کے پردۂ سماعت سے ٹکرائی کہ حضرت شیخ صاحب دیوبند تشریف لے آئے ہیں اور اب کچھ ہی دنوں کی استراحت کے بعد بخاری شریف کے درس کا آغاز فرما دیں گے۔

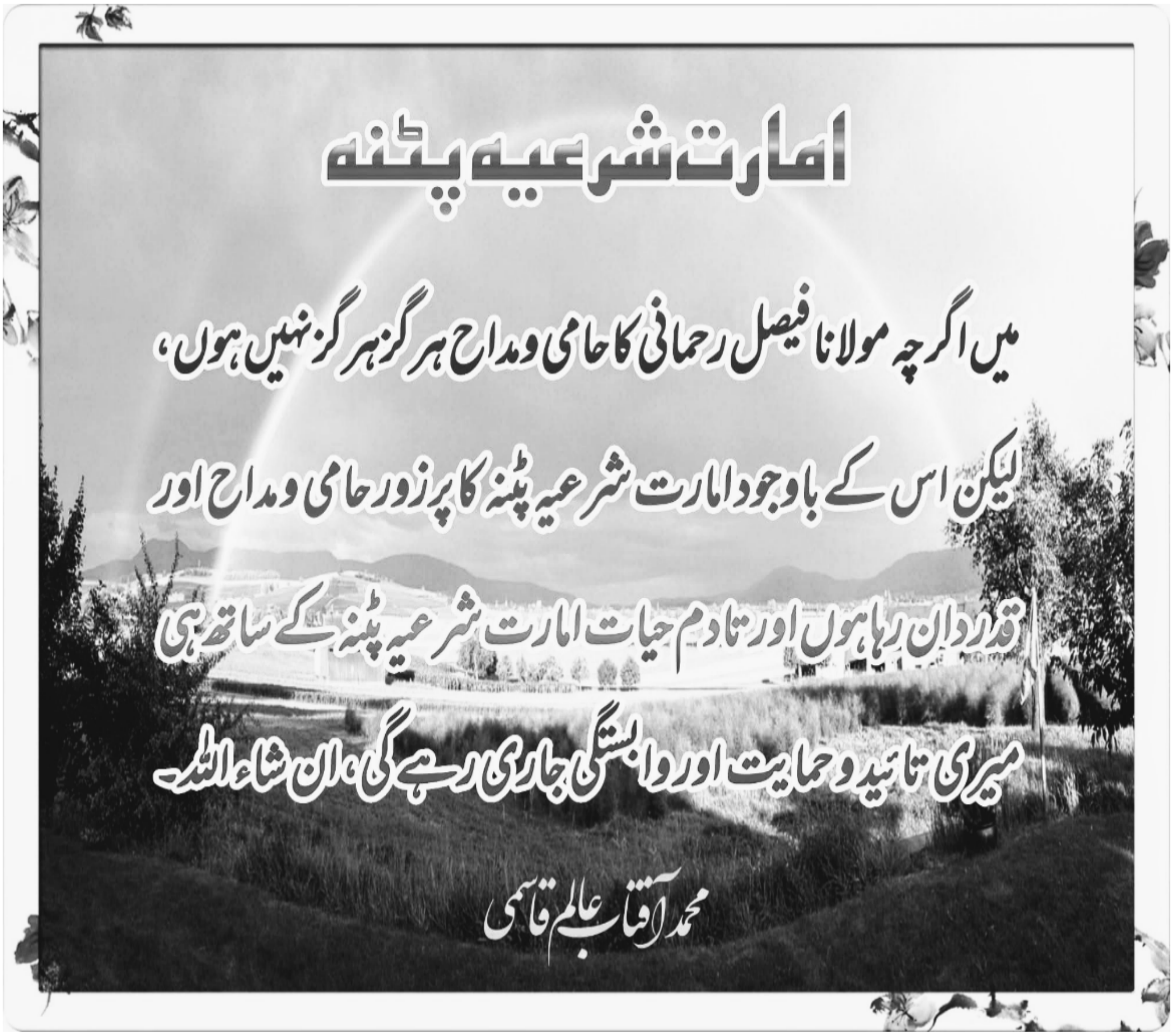
حضرت شیخ صاحب دار الحدیث میں

چنانچہ ۲۸/ محرم الرام ۱۴۲۵ھ بروز منگل اس وقت ہماری تحمید باری تعالیٰ اور مسرت وخوشی کی انتہاء نہ رہی، جب حضرت شیخ صاحب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے دار الحدیث کے اندر تشریف لائے اور ہماری نگاہ حضرت شیخ صاحب کے پر رونق چہرے پر پڑی اور حضرت شیخ صاحب مسند حدیث پر متمکن ہوئے۔ اولاً تو حضرت شیخ صاحب نے ہم جمیع طلباء کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سبھوں کی دعاؤں کی وجہ سے مجھے شفایابی عطا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سب..... پھر اس کے چند لمحے بعد حضرت شیخ صاحب نے ایک طالب علم کی عبارت خوانی کے بعد کتاب الایمان سے درس کا آغاز فرما دیا۔

دعاؤں کی پرچیاں

دار العلوم دیوبند میں ایسا ہوتا ہے کہ روزانہ بخاری شریف کے درس کے بعد دعا کے لئے دور دراز

شہروں اور ریاستوں سے خطوط اور پرچیاں آتی رہتی ہیں۔ جن میں سے کچھ براہ راست دارالحدیث کے نام پر، کچھ دفتر تعلیمات کے نام پر، کچھ حضرت شیخ صاحب کے نام پر، اور کچھ طلباء کے واسطے سے آتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب کے اس اول درس کے دن درس کے اختتام پر بہت سارے درخواست گزاروں کی دعاؤں کی پرچیاں حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئیں، اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں بہت زیادہ بیمار ہوں ابھی میرا مرض ختم نہں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بھی دعا کرو اور اپنے لئے بھی اور ان درخواست گزاروں کے لئے بھی۔ یہ کہہ کر حضرت شیخ صاحب نے دعا شروع فرمادی اور پھر گھر تشریف لے گئے، اس کے بعد اکثر و بیشتر دعاؤں میں اپنی صحتیابی اور ہم طلباء کے مقاصد کی کامیابی کے لئے دعا کرنے کہتے اور دعا فرماتے، فللہ الحمد علی ذلک۔



مفتی انوار الحق صاحبؒ کی رحلت

آخر یہ سب کہاں جا رہے ہیں؟

۱۰/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ مطابق یکم اپریل ۲۰۰۴ء بروز جمعرات کی بات ہے کہ میں بعد نماز عصر "میڈیکل کالج اینڈ ہسپتال دیوبند" کی طرف سے سیر و تفریح کر کے واپس ہوا تھا کہ بعد نماز مغرب اعلان ہوا جو میں صحیح سے سن ہی نہیں سکا اور اس کے معلوم کرنے کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ جب میں ایک ساتھی کو تلاش کرتے ہوئے مسجد رشید آیا اور پھر مسجد رشید سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ سارے کے سارے طلباء ایک ہی طرف جانے کے دھن میں ہیں اور چلے جا رہے ہیں، لیکن کیوں جا رہے ہیں؟ اس کی وجہ معلوم نہیں چل رہی تھی۔ اس کے متعلق دریافت کرنے کے لئے میں کمرہ واپس ہو رہا تھا اور ابھی مدنی گیٹ تک ہی آیا تھا کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور سوچا کہ یہ سب چلے ہی جا رہے ہیں اور کوئی ادھر سے واپس بھی نہیں ہو رہا ہے، آخر یہ سب کہاں جا رہے ہیں؟ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی، بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ ان کے ساتھ ساتھ میں بھی چلوں، یہ سب جہاں جائیں گے میں بھی وہیں جاؤں گا۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں بھی سب کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، راہ چلتے مختلف طرح کے خیالات میرے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے اور میں دوسروں کی طرف اپنی کان لگایا ہوا تھا کہ کوئی آپس میں اس کا تذکرہ کرے اور بات واضح ہو۔ لیکن سبھوں کی زبان پر سکوت کا پہرہ لگا ہوا تھا، جس کی وجہ سے کوئی اس بارے میں بات بھی نہیں کر رہا تھا کہ وہ کدھر جا رہے ہیں اور کیوں جا رہے ہیں؟ اگرچہ کہ ان سب کو حقیقت حال معلوم تھی، لیکن رنج والم کی وجہ سے کسی کی زبان چل ہی نہیں رہی تھی، سب ایک ہی دھن میں تھے، سب کو راستہ چلنے سے ہی مطلب تھا اور بس۔

مفتی انوار الحق صاحبؒ کی رحلت

اس کے کچھ دیر بعد میں وقف دارالعلوم کے احاطہ میں کھڑا تھا کہ میری نظر ایک ساتھی پر پڑی اس سے ملا اور صورت حال کے بارے میں دریافت کیا تب اس نے بتایا کہ مفتی انوار الحق صاحب انتقال کر گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہی وجہ تھی کہ سب مغموم اور فکرمند نظر آرہے تھے اور تمام طلبۂ دارالعلوم کے یہاں آنے کی وجہ بھی یہی تھی ۔ اسی دن بعد نماز عصر حضرت مولانا مفتی انوارالحق صاحب نوراللہ مرقدہ (استاد حدیث و مفتی اعظم وقف دارالعلوم) نے غسل کئے تھے اور اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب (مولانا محمد سالم قاسمی) دامت برکاتہم کے پاس پرچی بھیجی تھی کہ میں بعد نماز مغرب آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آرہا ہوں ۔ لیکن اس درمیان حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سے ملنے کے بجائے اچانک اس دنیائے بیوفا سے رحلت کر کے دنیائے بقاء کی طرف منتقل ہو کر اپنے خالق حقیقی سے ہی جا ملے اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی ۔ ہوا یہ کہ جب حضرت مفتی صاحب نے غسل فرمایا تو آپ اس کے بعد تفریح کے لئے نکل پڑے اور تفریح سے واپسی پر اچانک حضرت مفتی صاحب کی موت فجائیہ واقع ہو گئی اور آپ کو چند جملے کہنے کا بھی موقع نہیں مل سکا، کہ خاندان، بیوی، بچے یا اساتذۂ وقف دارالعلوم یا طلبۂ وقف دارالعلوم کے سلسلہ میں کچھ وصیتی کلمات کہہ سکیں ۔

مفتی صاحب کی نعش کے دیدار کی تڑپ

اس درمیان کہ میں وقف دارالعلوم کے احاطہ ہی میں تھا کہ لاؤڈ اسپیکر سے اعلان ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی نعش ان کے گھر سے وقف دارالعلوم لائی جا رہی ہے ، جس کی وجہ سے سارے طلبۂ دارالعلوم حضرت مفتی صاحب کو دیکھنے کے لئے بڑی بے تابی کے ساتھ امنڈ پڑے اور سبھوں کی نگاہیں دوسرے گیٹ کی طرف مرکوز تھیں کہ ادھر سے ہی آرہے ہوں گے ، پھر چند ہی لمحے بعد نعش آگئی اور پہلے تو نعش کو دارالحدیث کے برامدہ پر رکھا گیا لیکن طلباء کے ازدحام کی وجہ سے اساتذۂ کرام نے اس جگہ کو مناسب نہیں سمجھا اور اس کے بجائے ہاسٹل کے بیچ چبوترے کے پاس رکھنا زیادہ بہتر سمجھا گیا کہ اس جگہ چاروں طرف سے دیکھے جا سکیں گے ، جب نعش مبارک چبوترہ کے پاس رکھی گئی تو طلباء چاروں طرف سے دیکھنے کے لئے امنڈ پڑے اور اتنی زیادہ بھیڑ ہو گئی کہ قدم رکھنے کے لئے جگہ نہیں مل رہی تھی میں نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن ہم اس میں کامیاب نہیں ہو سکے ۔ حضرت مفتی صاحب ہو سکتا ہے کہ کہیں چلتے پھرتے ان پر نظر پڑی ہو اور میں دیکھا رہا ہوں ، لیکن کہیں تعارف کے ساتھ نہیں ملا تھا

جس کی وجہ سے میں ان کو پہچانتا نہیں تھا، پھر یہ کہ میں نے کبھی ان کو دیکھا تھا اور نہ ہی نام تک سنا تھا تو پھر کیسے ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوتا، اس لئے زندگی میں کبھی نہیں مل سکا تھا۔ اس وجہ سے میں ان کے چہرے سے نا آشنا تھا اور ان کو پہچانتا نہیں تھا اور اب جب کہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے تب میں انہیں ایک نظر دیکھنے کے لئے تڑپ رہا تھا، لیکن ازدحام کی وجہ سے اس کا موقع نہیں پا رہا تھا۔

قرآن خوانی اور تعزیتی بیان

سارے طلباء اشتیاق دیدار کے ساتھ نعش مبارک کے ارد گرد منتظر کھڑے ہی تھے کہ لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا گیا کہ حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں، اس لئے سارے طلبہ دارالعلوم سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ دارالحدیث پہنچ کر مختصر قرآن خوانی کریں، اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شاہ صاحب کا تعزیتی بیان ہوگا۔ لیکن طلباء نے اس طرف توجہ نہیں دی، مگر جب حضرت مہتمم صاحب تشریف لے آئے تو پھر طلباء وہاں سے چھٹنے شروع ہوئے اور سب دارالحدیث پہنچنے لگے، ہم بھی برآمدہ تک آئے مگر یہ سوچ کر واپس ہوئے کہ یہ وقت نعش مبارک دیکھنے کے لئے بہت زیادہ مناسب ہوگا، اس لئے کہ سب تو دارالحدیث چلے آ رہے ہیں اور ادھر بھیڑ ختم ہو جائے گی۔ مگر یہ صرف میرا خیال تھا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ جب ہم واپس نعش مبارک کے پاس آئے تو دیکھا کہ اب بھی نعش کے پاس سے طلباء ہٹنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، جس کی وجہ سے ناکام ہو کر دوبارہ دارالحدیث کا رخ کیا اور تعزیتی پروگرام میں شریک ہوئے۔

نعش مبارک کی زیارت

دارالحدیث میں جب حضرت مہتمم صاحب کا تعزیتی بیان ختم ہوا تو اس کے بعد ہم بڑی تیزی سے نکلے کہ اس وقت نعش کے پاس زیادہ بھیڑ نہیں ہوگی اور اس طرح اب دیکھنے کا موقع مل جائے گا، مگر جب ہم وہاں پہنچے تو معلوم نہیں کہ اس درمیانی وقت میں بھیڑ بدستور برقرار رہی یا یہ کہ پروگرام کے آخر میں دعا ختم ہونے سے پہلے ہی اکثر طلباء وہاں پہنچ گئے، جو بھی ہوا ہو اس وقت بھی ہم اپنے مقصد میں ناکام ہی رہے، اس سلسلہ میں

کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ نعش کو کس طرح دیکھا جائے؟
اس کے بعد ہم یہ سوچ کر دارالعلوم آگئے کہ پھر کچھ دیر میں واپس ہوں گے، دارالعلوم آکر عشائیہ سے فارغ ہوا اور چند لمحے آرام کرنے کے بعد ہم دوبارہ وقف دارالعلوم پہنچ گئے، اس وقت بھیڑ میں قدرے کمی آگئی تھی جس کی وجہ سے کچھ پریشانی کے بعد قریب سے حضرت مفتی صاحب کی نعش کو دیکھنے کا موقع ملا۔ اگرچہ کہ زندگی میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس کے بعد ہم دارالعلوم واپس ہوئے اور چونکہ اس درمیان میں نماز عشاء ادا نہیں کر سکا تھا اس لئے دارالعلوم واپس ہونے کے بعد اول مرحلہ میں میں نے وضو کر کے نماز عشاء ادا کی اور پھر دیگر مشغولیات میں مصروف ہو گئے۔

نماز جنازہ

رات ختم ہوتے ہی مؤذن نے اذان فجر سے فضا کو معطر کیا۔ اس کے بعد ہم نے نماز ادا کی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے کہ اسی درمیان یہ اعلان کیا گیا کہ حضرت مفتی صاحب کی تدفین آٹھ بجے صبح ہوگی، جب کہ رات میں ساڑھے دس بجے کا اعلان ہوا تھا، لیکن چونکہ نعش بہت زیادہ پھول چکی تھی اس لئے زیادہ دیر تک روکے رکھنا مناسب نہیں سمجھا گیا اور آٹھ بجے کا اعلان کیا گیا۔ خیر ہم اس کے بعد نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وقف دارالعلوم جانے لگے، راہ چلتے ہماری نگاہ جدھر بھی پڑ رہی تھی ہر طرف طلبۂ دارالعلوم ہی چلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ اس طرح طلبۂ دارالعلوم کا بڑا ہجوم وقف دارالعلوم کی طرف رواں دواں تھا۔
دوسری طرف جنازہ مکمل طور پر تیار کیا جا چکا تھا اور دور دراز شہروں اور علاقوں سے بھی عقیدت مندوں کی بڑی تعداد حاضر ہو چکی تھی، اس کے ساتھ ہی نماز جنازہ کے وقت کا بار بار اعلان بھی ہو رہا تھا۔ اسی درمیان ایک مرتبہ اعلان ہوا کہ اساتذۂ دارالعلوم دیوبند خصوصاً حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی صاحب اور حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی صاحب تشریف لا چکے ہیں ان کے واسطے آگے پہنچنے کے لئے راستہ چھوڑ دیں۔ پھر اس کے چند ہی لمحے بعد دوبارہ اعلان ہوا کہ نماز جنازہ شروع ہونے والی ہے اس لئے سب صف بندی کر لیں۔ جب احاطۂ وقف دارالعلوم میں صف بندی ہو گئی تو اس کے بعد نماز جنازہ شروع ہوئی اور وقف دارالعلوم کے مہتمم صاحب نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

مزارقاسمی میں تدفین

اس کے بعد جنازہ "مزارقاسمی" کی طرف لے جایا جانے لگا، جب جنازہ اٹھایا گیا تو اسی لمحہ سے طلبۂ دارالعلوم و وقف دارالعلوم جنازہ کو ہاتھ دینے کے لئے بے چین وبیتاب تھے، اور بڑی جدوجہد اور سعی وکوشش کے بعد جنازہ کو ہاتھ لگا رہے تھے، وقف دارالعلوم سے مزارقاسمی تک پورا راستہ یہی حال رہا، ہجوم کا یہ حال تھا کہ مزارقاسمی جانے کے لئے دیوبند کی کشادہ سڑکیں تنگ نظر آرہی تھیں، جب جنازہ مزارقاسمی پہنچنے کے قریب ہوا اور ایک پتلی سی تنگ گلی اس کی طرف جانے لگی تو وہاں ہجوم آگے نہیں بڑھ سکا اور تھوڑے تھوڑے ہی افراد اس گلی سے جاسکتے تھے، اس لئے جب جنازہ قبر میں اتارا گیا اور مٹی ڈالی جانے لگی تو اس کے بہت دیر بعد تک لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور لوگ تھوڑے تھوڑے قبرستان پہنچتے رہے اور بہت سارے طلبہ تو ناامیدی کی وجہ سے شروع ہی میں دارالعلوم واپس چلے گئے یہ سوچ کر کہ ایسی حالت میں تو قبرستان پہنچنا مشکل ہے، لیکن اس کے باوجود راقم الحروف شروع ہی میں قبرستان پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور پھر قبر مبارک پر مٹی ڈالنے کے بعد دارالعلوم واپسی ہوئی۔

قرآن خوانی اور تعزیتی جلسہ

نماز جنازہ سے قبل ہی اعلان کیا جاچکا تھا کہ آج ہی بعد نماز عصر دارالحدیث میں حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کے لئے قرآن خوانی ہوگی۔ اس لئے وقف دارالعلوم کے جمیع اساتذۂ کرام، طلبۂ عزیز اور کارکنان قرآن خوانی میں شرکت کریں۔ دوسری طرف دارالعلوم دیوبند کے طلبۂ بہار کی عظیم الشان لائبریری "بزم سجاد" کی طرف سے بھی اسی دن اسی وقت یعنی بعد نماز عصر قرآن خوانی اور حضرت مولانا مفتی ظفیرالدین مفتاحی صاحب کے بیان پر مشتمل پروگرام منعقد ہونے والا تھا، لیکن میں بزم سجاد کے پروگرام میں شریک ہونے کے بجائے وقف دارالعلوم میں منعقدہ محفل قرآن خوانی میں شرکت کے واسطے نماز عصر ادا کرکے وقف دارالعلوم پہنچا، جہاں میرے علاوہ اور بھی دیگر بہت سارے طلبۂ دارالعلوم پہنچ چکے تھے، اور اس وقت بھی مزید مسلسل آرہے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک پارہ قرآن مجید کی تلاوت کی، اس کے بعد مغرب کی

اذان ہوئی پھر نماز مغرب کے فورا بعد ہی دارالحدیث میں تعزیتی جلسہ تھا۔ اس میں حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شاہ صاحب کے علاوہ وقف دارالعلوم کے دیگر کئی اساتذۂ کرام شریک ہوئے تھے۔ جب یہ تعزیتی جلسہ اختتام پذیر ہوا تو عشاء کی اذان ہو چکی تھی، اس لئے میں بڑی تیزی کے ساتھ دارالعلوم آیا، یہاں مسجد رشید میں عشاء کی نماز ہو رہی تھی اس لئے فوراہی نماز میں شریک ہوا اور نماز سے فراغت کے بعد اپنے روز کے معمولات و مصروفیات میں لگ گیا۔

مظاہر علوم کا دوسرا سفر

حضرت مولانا مفتی انوارالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کے انتقال پرملال کے کچھ ایام بعد ایک روز ۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ جمعہ کے روز نماز جمعہ اور ظہرانہ سے فراغت کے بعد میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا اور پھر خود ہی مظاہر علوم جانے کے لئے تیار ہو گیا......... پھر تھوڑی ہی دیر بعد مظاہر علوم کے لئے روانہ ہو گیا۔ سہارنپور بس اسٹینڈ پر اتر کر پیدل ہی مظاہر علوم پہنچا، وہاں مولوی شہباز عالم اپنے کمرہ میں آرام کر رہا تھا، چنانچہ میں نے اسے بیدار کیا اور پھر اس کے بعد سلام کلام اور خیر خیریت ہوئی۔

قبرستان مظاہر علوم

مظاہر علوم پہنچنے کے بعد اسی دن بعد نماز عصر مظاہر علوم کے چند ساتھیوں کے ساتھ سیر و تفریح کا پروگرام بنا، اور اس کے لئے وہاں کے قبرستان کا انتخاب ہوا، اس انتخاب قبرستان کی ایک وجہ یہ تھی کہ میں نے وہ قبرستان نہیں دیکھا تھا جہاں مظاہر علوم کے بہت سارے اسلاف و اکابر اور اولیائے وقت مدفون ہیں، جس کی وجہ سے میرے دل میں بھی اس کی تمنا اور آرزو ہوئی کہ چلو وہیں چلتے ہیں۔
چنانچہ اس کے بعد ہم سب مذکورہ قبرستان گئے، جہاں بہت سارے اکابرین مظاہر علوم کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی، اس کے بعد جب قبرستان سے واپس ہونے لگے اور مظاہر علوم پہنچنے کے قریب ہوئے تو اچانک تیز اور زوردار بارش شروع ہو گئی، جس سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں تھی، جس کی وجہ سے ہم

سبھوں نے دوڑنا شروع کردیا اور کسی طرح مظاہر علوم کے گیٹ تک پہنچ گئے۔

نماز مغرب کے بعد مظاہر علوم کا نظام

قبرستان سے جیسے ہی ہم واپس ہوئے اور احاطہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے، اس کے چند ہی لمحے بعد اذان مغرب کی صدا فضائے سماوی میں نشر ہونے لگی، ادھر ہم وضو کر کے مظاہر علوم کی جامع مسجد پہنچے اور پھر نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ اس کے بعد میرے ساتھی مسجد ہی میں مذاکرۂ کتب میں مشغول ہو گئے اور میں بھی مسجد ہی میں ایک علیحدہ جگہ بیٹھ کر مفتی مرشد قاسمی صاحب کے نام خط لکھنے لگا۔

خط لکھنے کے بعد میں کمرہ میں آکر لیٹ گیا، اسی درمیان کہ میں لیٹا ہوا تھا وہاں کا ایک استاد طلبہ کی نگرانی کرتے ہوئے آیا، مجھے دیکھ کر کمرہ کے دوسرے طالب علموں سے جو پڑھ رہے تھے پوچھا کہ یہ کیوں سویا ہے؟ ان سبھوں نے ہی جواب دیا کہ یہ مہمان ہے، پھر دریافت کیا کہ کس کا مہمان ہے؟ تو ان سبھوں نے جواب دیا کہ شہباز عالم کا مہمان ہے۔ اس درمیان میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، اس کے بعد وہ آگے چلے گئے۔ اس کے بعد جب عشاء کی اذان ہوئی تو نماز عشاء کی ادائیگی اور پھر عشائیہ کے بعد میں سو گیا اور خواب غفلت میں سیر و تفریح کرنے لگا۔

اساتذۂ مظاہر سے استفادہ

دوسرا دن سنیچر تھا، اور اس دن مجھے دارالعلوم بھی واپس ہونا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی یہ خواہش بھی ہوئی کہ حضرت شیخ صاحب سے کچھ استفادہ کرلوں، لیکن ان کا گھنٹہ میقات اول کے سب سے آخر میں تھا اور ان سے قبل دوسرا گھنٹہ مولانا عاقل صاحب کا تھا جو ترمذی شریف جلد اول کا درس دیتے تھے، اس لئے میں حضرت شیخ صاحب کے گھنٹہ میں تاخیر وقت کی وجہ سے مولانا عاقل صاحب کے درس ترمذی میں شریک ہوا۔ لیکن مجھے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے درس میں زمین و آسمان کا فرق نظر آرہا تھا۔

خیر اس کے بعد جب دوسرا گھنٹہ ختم ہوا اور میں ساتھیوں سے ملا تو ان سبھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہاں کا درس کیسا رہا؟ تو میں نے وہ فرق جو محسوس کیا تھا بیان کردیا۔

پھراس کے ایک گھنٹہ بعدچوتھا گھنٹہ لگا جس میں حضرت مولانا شیخ یونس جونپوری صاحب درس دیتے تھے، میں ان سے استفادہ کی غرض سے دارالحدیث پہنچا، چنانچہ حضرت شیخ یونس جونپوری صاحب دارالحدیث تشریف لائے اور مسند درس پر متمکن ہوکر چھٹی ہونے تک بخاری شریف جلد اول کا درس دیتے رہے، اور "باب نوم الرجال فی المسجد" سے "باب المرور فی المسجد" تک پڑھائے، اس کے بعد متصلا مسلم شریف جلد اول کا درس دینا شروع کیا اور اس میں "باب الترغیب فی قیام رمضان" یا "باب صلاۃ النبی ودعائہ باللیل" سے "باب الحث علی صلاۃ اللیل" ختم تک پڑھائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح رہے کہ حضرت شیخ یونس صاحب ہی بخاری شریف اور مسلم شریف کی دونوں جلدیں مکمل پڑھاتے ہیں۔

حضرت شیخ یونس جونپوری صاحب کا اندازدرس

حضرت مولانا یونس جونپوری صاحب دامت برکاتہم کے درس حدیث میں جو فرق میں نے محسوس کیا وہ میرے نزدیک انتہائی نامناسب ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ عبارت خوانی بہت ہی زیادہ تیز رفتار ہورہی تھی، اتنی تیز رفتار کہ مجھے کچھ بھی سمجھ میں بالکل بھی نہیں آرہا تھا، اور ایسی عبارت خوانی دارالعلوم کے اساتذہ کے لئے بالکل بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی ہے خاص طور پر مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب کے نزدیک تو بالکل بھی نہیں۔ مزید یہ کہ حضرت شیخ جونپوری صاحب تھوڑے تھوڑے وقفہ میں غیر ضروری یاخواہ مخواہ باتوں پر عبارت خواں کے اوپر غصہ بھی ہورہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی درمیان درس دو تین طلباء کے نام بھی پکارے جو غیر حاضر تھے۔ حضرت شیخ صاحب کا یہ انداز درس مناسب معلوم نہیں ہوا۔

شیخ مظاہر اور حنفیت

حضرت مولانا یونس جونپوری صاحب دامت برکاتہم کے درس کے اختتام کے بعد جب میں ساتھیوں کے پاس کمرہ گیا تو ان سبھوں نے حضرت شیخ صاحب کے درس کے بارے میں بھی پوچھا کہ بتاؤ حضرت شیخ صاحب کا درس کیسا رہا؟ میں نے محسوس کردہ ساری باتیں بتادیں۔ تو ان میں سے ایک ساتھی نے مجھے مزید بتایا کہ "حضرت کا انداز درس ہی یہی ہے کہ عبارت خوانی تیز ہو اور وہ درمیان درس غصہ بھی ہوتے رہتے

ہیں، مستزادیہ کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو کمزور ثابت کرتے ہیں اور ان کے مقابل میں امام شافعی کے مسائل کو درست اور مبنی علی الصواب قرار دیتے ہیں"۔ اس سے مجھے خاصی تکلیف ہوئی کہ مظاہر علوم جیسی خالص حنفی مرکزی درسگاہ میں ایک حنفی شیخ الحدیث اس طرح درس دے رہے ہیں اور وہ خود اپنے ہی امام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح بیزار ہیں۔ یہ تو مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے شایان شان نہیں ہے اور یہ ان کی علمی جلالت شان کے بھی مناسب نہیں ہے۔

مظاہر علوم سے واپسی

ادھر دارالعلوم دیوبند میں اسی دن ۱۹ / صفر المظفر ۱۴۲۵ھ سنیچر کے روز حضرت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم شمائل ترمذی شریف کے درس کا آغاز کرنے والے تھے۔ اس لئے ظہر سے پہلے دارالعلوم حاضر ہونا میرے لئے انتہائی ضروری اور ناگزیر تھا، جس کی وجہ سے میں اسی دن ظہرانہ کے بعد مظاہر علوم سے بذریعہ بس دارالعلوم کے لئے روانہ ہوا اور ظہر سے کچھ پہلے دارالعلوم پہنچ گیا اور اس طرح مظاہر علوم کا یہ دوسرا سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔

جلد سازی کی دوکان پر

دیوبند پہنچنے کے بعد راستہ ہی سے میں اولاً حنیف جلد سازی کی دوکان پر چلا گیا، جہاں میں نے چند روز قبل بخاری شریف جلد سازی کے لئے دیا ہوا تھا اور اس نے جمعہ ہی کو جلد سازی کر کے کتاب دینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن میں تو جمعہ کے روز مظاہر علوم چلا گیا، جس کی وجہ سے آج مظاہر علوم سے واپسی کے وقت اس کی دوکان پر گیا اور کتاب حاصل کرنے کے لئے جب میں نے حسب معاملہ سو روپئے دیا یہ سوچ کر کے کہ وہ دونوں جلدوں کی اجرت اسی (۸۰) روپئے وصول کر کے بیس روپئے واپس کر دے گا، مگر اس نے کہا کہ جلد سازی کی اجرت ۶۵ روپئے کے اعتبار سے ۱۳۰ روپئے ہو رہی ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ بات تو ۴۰ روپئے کے اعتبار سے ۸۰ روپئے کی ہوئی تھی۔ اس نے پوچھا اچھی طرح یاد ہے نا؟ میں نے کہا یاد کیوں نہ رہے؟ جب کہ شروع ہی میں معاملہ کے وقت کافی زیادہ بحث ہوئی تھی، اس کے بعد اس نے ۲۰ روپئے واپس کر دیا۔

معاملۂ نزاع

جس دن میں نے کتاب جلد سازی کے لئے دی تھی، اس سے صرف ایک دن قبل میں ایک ساتھی کے ساتھ دوکان پر آیا اور معلوم کیا کہ بخاری شریف کی دو جلدوں کی جلد سازی کی اجرت کتنی لیں گے؟ تو اس وقت دوکان والے سے ۳۵ روپئے کے اعتبار سے ۷۰ روپئے میں بات مکمل ہوگئی۔ لیکن اس کے بعد جب دوسرے دن کتاب لے کر دوکان پہنچا تو میں نے کتاب یہ کہتے ہوئے دے دی کہ اسے ۷۰ روپئے میں باندھ دیجئے۔ تو دوکان والے نے کہا کہ نہیں ۸۰ روپئے لگیں گے، اور یہ شخص جس نے ۸۰ روپئے بولا یہ دوسرا آدمی تھا اور گذشتہ دن جس سے بات ہوئی تھی وہ بھی پاس میں ہی تھا۔ اس پر میں نے کہا کہ کل ہی تو ۷۰ روپئے میں بات ہوئی ہے، اس پر اس نے کہا کہ جس سے بات ہوئی ہے وہی باندھے گا کیا؟ میں نے کہا وہ نہیں باندھے گا تو کیا ہوا وہ کوئی دوسرا آدمی ہے کیا؟ پھر بہت دیر بحث و تکرار کے بعد کہنے لگا کہ ٹھیک ہے ستر روپئے میں باندھ دوں گا لیکن جلد کمزور ہوگی۔ پھر اس پر بھی بحث ہوئی کہ جلد کمزور کیوں؟ روپئے لے رہے ہیں یا کوئی اور چیز؟ تو اس نے کہا کہ نہیں صحیح سے کام کروانے کے لئے اسی روپئے ہی لگیں گے، بالآخر میں اسی روپئے دینے پر تیار ہوگیا اور کتاب حوالہ کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد جب جمعرات کو حسب وعدہ کتاب لینے آیا تو اس نے کہا کہ ابھی کام تو شروع بھی نہیں ہوا ہے کل جمعہ کو آنا۔ اس کے بعد تو میں جمعہ کو مظاہر علوم چلا گیا جس کی وجہ سے اس کے بعد سنیچر کے روز دوکان پہنچا تو اس دن وہ ۱۳۰ روپئے بولنے لگا، لیکن پھر بعد میں بغیر کسی بحث کے ۸۰ روپئے میں کتاب حوالے کردیا۔ اس کے بعد میں دارالعلوم آگیا۔

آغاز درس شمائل ترمذی شریف

چنانچہ اس کے بعد جب میں دارالعلوم پہنچا تو دیکھا کہ مسجد قدیم میں نماز ظہر ہو رہی ہے تو میں تیز تیز قدموں سے کمرہ پہنچا اور بڑی تیزی سے کپڑا تبدیل کر کے اور وضو کر کے مسجد چھتہ کا رخ کیا اور نماز ادا کی۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دارالحدیث میں حاضر ہوا اور درس میں شریک ہوا۔ حسب اطلاع اسی دن ۱۹/ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ بروز سنیچر حضرت مولانا عبدالخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے شمائل ترمذی شریف کے درس کا آغاز فرمایا، جس میں وقت پر دارالعلوم پہنچ جانے کی وجہ سے شرکت کا موقع مل گیا، فالحمد للہ علی ذلک۔

ششماہی امتحان

یہ کیا عجیب منظر ہے؟

ماہ صفر المظفر ختم ہونے کے بعد ماہ ربیع الاول کا آغاز ہوا، یہ مہینہ ہندوستان کے سارے مدارس اسلامیہ میں امتحان کا ہوتا ہے۔ کہیں عشرۂ اولی میں، کہیں عشرۂ ثانیہ میں اور کہیں عشرۂ اخری میں۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ششماہی امتحان اس ماہ ربیع الاول کے عشرہ اخری میں ہوتا ہے۔ امتحان ششماہی شروع ہونے سے دو ہفتے پہلے کی بات ہے کہ ابھی تک میں نے امتحان کی تیاری شروع نہیں کی تھی، ایک دن بعد مغرب دارالحدیث میں درس نہیں ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے میں اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا تھا کہ کچھ ہی دیر بعد میرے علاوہ باقی ساتھی اپنی اپنی درسگاہوں کی طرف چلے گئے اور میں کمرہ میں اکیلا ہی رہ گیا۔

ایک طرف تنہائی تو دوسری طرف بدن میں تعب و تھکن اور ذہنی کشمکش بھی محسوس کی جارہی تھی، جس کی وجہ سے طبیعت میں عجیب طرح کی اکتاہٹ معلوم ہو رہی تھی، اپنی اس ذہنی کیفیت کو بدلنے اور بہلانے کے لئے کچھ دیر بعد کمرہ سے نکل کر دارالحدیث کی طرف چہل قدمی کرتے ہوئے نکلا۔ جیسے ہی دارالحدیث کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دارالحدیث طلباء سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے اور طلباء دارالحدیث میں جمع ہو کر مطالعہ اور مذاکرۂ کتب میں مشغول و منہمک ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے بے انتہاء حیرت ہوئی اور میرے اندر استعجابی کیفیت پیدا ہوئی کہ اساتذۂ کرام کے درس میں بھی طلبہ اس طرح کثیر تعداد میں دارالحدیث میں مجتمع نہیں ہوتے ہیں اور اب جب کہ درس نہیں ہو رہا ہے تو امتحان کی تیاری کے واسطے طلبہ اس طرح محنت کر رہے ہیں اور مطالعہ و مذاکرۂ کتب میں مشغول و منہمک ہو گئے ہیں۔

افسوس اپنی ذات پر

اس عجیب ترین منظر کو دیکھ کر مجھے بیحد تعجب ہوا اور اپنے اوپر افسوس بھی، کہ سارے طلبہ تو امتحان

کی تیاری میں مشغول ومنہمک ہوچکے ہیں اور تو (راقم کی اپنی ذات) ابھی تک امتحان سے بے پرواہ ہوکرادھر ادھر پھر رہا ہے اور آرام طلبی اور ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور ٹھٹھے میں لگا ہوا ہے، ایسا لگتا ہے کہ تجھے امتحان کی کوئی ادنی فکراور معمولی پرواہ نہیں ہے، تواس سے غافل ہوکر بدمست ہوگیا ہے اوراس سے بے نیاز ہوگیا ہے، گویاکہ تجھے امتحان کی تیاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ امتحان تیرے لئے نہیں بلکہ دیگر طلبۂ دارالعلوم کے لئے ہے،۔جس کی وجہ سے تجھے اس کی حاجت ہے ہی نہیں۔

حیرت واستعجاب کی انتہاء

دارالحدیث کی بائیں جانب سے جب میں آہستہ آہستہ قدموں سے آگے بڑھااور چند ہی لمحوں بعد مسجد قدیم بائیں جانب سے داخل ہواتویہاں میری حیرت واستعجاب کی حالت میں رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی اور میں یہ منظر دیکھ کرانتہائی متعجب ہوگیاکہ مسجد بھی امتحان کی تیاری کرنے والے طلباء سے بھری ہوئی ہے، اس کے بعد حیرت واستعجاب اس وقت مزیداپنی انتہاء کو پہنچ گئی جب میں مسجد قدیم سے مسجد رشید کی طرف متوجہ ہوااوروہاں طلباء ہجوم درہجوم چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں اور ٹولیوں کی صورت میں دیکھنے کو ملے، ساتھ ہی طلباء کی ساری ٹولیاں اور کچھ طلباء الگ الگ انفرادی طور پر بھی مذاکرہ اور مطالعۂ کتب میں مشغول ومنہمک ہیں اور کوئی ایک طالب علم بھی خارجی اور غیر ضروری باتوں میں مشغول نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جب میں مسجد قدیم سے مدنی گیٹ ہوتے ہوئے مسجد رشید جارہاتھا تواِدھرادھر کہیں کوئی طالب علم چلتے پھرنے یاٹولی کی صورت میں ہنسی مذاق یاغیر ضروری گفتگو کرتے اورلن ترانی ہانکتے ہوئے نظر نہیں آیاتھا۔جب کہ دوسرے ایام میں طلباء جگہ جگہ گھومتے پھرتے اورلن ترانی ہانکتے ہی ملیں گے، مگران ایام میں ایساکچھ بھی نظر نہیں آرہاتھا۔

عزم مصمم

طلبۂ دارالعلوم کی یہ حالت وکیفیت میرے اوپر بہت زیادہ اثرانداز ہوا، میرے قلب ودماغ کو جھنجھوڑااور اس کو پلٹ کررکھ دیا،جس کی وجہ سے میں نے بھی امتحان کی تیاری شروع کردینے کاپختہ ارادہ کرلیااوریہ

عزم مصمم کرلیا کہ کل ہی سے میں بھی مطالعۂ کتب شروع کردوں گا اور اب مزید کوئی تاخیر اس سلسلہ میں بالکلیہ نہیں کروں گا۔ (اگرچہ کہ اس دن مجھے اس کی توفیق نہیں ملی اور ایک دن کی تاخیر ہو گئی) چنانچہ میں نے بھی امتحان کی تیاری اس کے دوسرے دن سے شروع کر دیا اور پھر جب دار الحدیث میں مذاکرۂ کتب شروع ہوا تو دیگر طلباء کے ساتھ میں بھی تکرار و مطالعہ میں شریک ہونے لگا اور اس طرح میرے سابقہ ایام بدل گئے۔

اعلانات برائے امتحان ششماہی

مطالعۂ کتب اور سماعت مذاکرہ کے ایام گزرتے رہے کہ امتحان کے ایام بھی قریب سے قریب تر ہو گئے اور اس کے متعلق دفتر تعلیمات کی طرف سے اعلانات اور ہدایات برائے امتحان ششماہی بھی جاری ہونے لگیں، چنانچہ ایام امتحان سے صرف ایک دن قبل امتحان ہال میں طلباء کی سیٹ کے نمبرات دفتر تعلیمات کے سامنے آویزاں کر دیئے گئے، سوائے دورۂ حدیث کے سیٹ نمبرات کے۔ اس لئے کہ دورۂ حدیث کے طلباء کا امتحان پہلے دن نہیں تھا، امتحان شروع ہونے کے بعد دوسرے دن سے دورۂ حدیث کا امتحان ہونا تھا۔ پھر اس کے بعد جب دیگر درجات کے امتحانات شروع ہو گئے تو اسی دن دورۂ حدیث کے سیٹ نمبرات بھی آویزاں کر دیئے گئے۔

دورۂ حدیث کا نقشۂ امتحان ششماہی

امتحان ششماہی شروع ہونے سے چند روز قبل ہی دار العلوم کے تمام درجات کا نقشۂ امتحان چسپاں کر دیا گیا ہے۔

پرچہ نمبر	کتب ممتحنہ	تاریخ وایام
۱	مسلم شریف	۲۱ / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز بدھ
۲	ابوداؤد شریف	۲۴ / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز سنیچر
۳	ترمذی شریف	۲۶ / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز سوموار
۴	بخاری شریف	۲۹ / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز جمعرات

کوائف امتحان

مسلم شریف : ۲۱/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز بدھ دورۂ حدیث شریف کے طلباء کا امتحان تھا اور پہلا پرچہ مسلم شریف کا تھا۔ چنانچہ اس دن وقت مقررہ پر میں امتحان ہال (مسجد رشید کا بالائی حصہ) پہنچا۔ اس کے کچھ ہی لمحے بعد جوابی کاپیاں اور پرچہ سوالات تقسیم کر دیئے گئے۔ جیسا کہ امتحان داخلہ میں کاپیاں اور پرچہ سوالات تقسیم کیئے گئے تھے۔

پرچہ سوالات ملنے کے بعد تھوڑی دیر تک پرچہ کو غور سے پڑھتا رہا اور ذہنی طور پر سوالات کے جزئیات حل کرتا رہا۔ پھر جب میں نے مطلوبہ سوالات کو حل کرنا شروع کیا تو سوال نمبر ۵ کے دو جزئیے کو لکھنا ہی بھول گیا، اگرچہ کہ ان دونوں جزئیوں کی تفصیلات مجھے یاد تھیں، مگر ان کا لکھنا ہی ذہن سے نکل گیا اور ویسے ہی کاپی جمع کر کے امتحان ہال سے نکل گیا۔

ابوداؤد شریف : اس کے بعد ۲۴/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز سنیچر ابوداؤد شریف کا امتحان تھا۔ اس پرچہ کو الحمدللہ اچھے سے حل کیا، مگر اس میں ایک چوک یہ ہوگئی کہ اس کے ایک سوال میں ایک جزئی واقعہ کو لکھ کر اس کے متعلقات کے ساتھ ساتھ پوچھا کہ یہ کس غزوہ کا واقعہ ہے؟ جس کے لکھنے میں مجھ سے غلطی ہوگئی اور میں نے غزوۂ تبوک لکھ دیا، جب کہ وہ غزوۂ بنی المصطلق کا واقعہ تھا، اس طرح سے ایک غلطی ہوگئی۔

ترمذی شریف : اس کے بعد تیسرا پرچہ ۲۶/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز سوموار ترمذی شریف کا تھا۔ اس پرچہ میں جلد اول کے تو دو سوالات مکمل طور پر حل ہو گئے، مگر جلد ثانی کا ایک سوال جو مطلوبہ تھا وہ خود اپنے ہی زعم کے مطابق تشفی بخش طور پر حل نہیں کر سکا۔

بخاری شریف : اس کے بعد چوتھا اور آخری پرچہ ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز جمعرات بخاری شریف کا تھا۔ اس کے سوالات اگرچہ کہ سابقہ سالوں کے پرچہ امتحانات سے ٹکرائے ہوئے تھے اور ان میں سے تین سوالات بعینہ سابقہ پرچہ سوالات کے لکھے ہوئے تھے۔ لیکن چونکہ میں نے امتحان سے پہلے ان سابقہ پرچہ امتحانات کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے جلد اول کے سوالات میں کچھ پریشانی ہوئی۔ اس لئے میں نے پہلے جلد ثانی سے دو سوالات حل کیے اور اس کے بعد جلد اول سے صرف

ایک سوال حل کیا اور بحمدہ تعالی اس طرح سے یہ پرچہ بھی اچھی طرح سے حل ہو گیا۔

سابقہ حالت کا اعادہ

اس طرح امتحان ششماہی ۲۱/ ربیع الاول بروز بدھ شروع ہو کر ماہ ربیع الاول ہی کی آخری تاریخ بروز جمعرات اختتام پذیر ہوا۔ اختتام امتحان کے بعد پھر ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں طلباء کا تعلیمی مذاکرہ وغیرہ ماند پڑ گیا اور اپنی سابقہ حالت پر سارے طلباء عود کر آئے۔ وہ جو کتابوں سے لاپرواہی اور بے اعتنائی طلباء کے اندر تھی پھر عود کر آئی اور طلبہ کی وہ حالت غفلت، اوقات درس تک میں گھومنا پھرنا، کمروں میں بیٹھے رہنا یا سونا، سیر و تفریح کرنا اور دکانات وغیرہ پر ازدحام لگانا سب کچھ دوبارہ طلباء کے اندر عود کر آئی۔ اور یوں امتحان ششماہی کے بعد دوبارہ علمی تسلسل میں ماند واقع ہو گئی۔

دوبارہ آغاز تعلیم

امتحان ششماہی کے بعد دارالعلوم دیوبند میں کسی طرح کی کوئی تعطیل ایک دن کے لئے بھی نہیں ہوئی اور بلا کسی تاخیر کے ۲/ ربیع الآخر سنیچر کے دن سے تعلیم کا دوبارہ آغاز ہو گیا۔ پہلے دن یعنی ۲/ ربیع الآخر کو تو دورۂ حدیث میں درس بالکلیہ ہی نہیں ہوا، البتہ دوسرے دن ۳/ ربیع الآخر اتوار کے دن سے حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب نے درس کا آغاز فرما دیا۔ اس کے بعد تیسرے دن ۴/ ربیع الآخر سوموار کے دن سے حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی نے بھی درس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس کے بعد تو اکثر اساتذۂ کرام نے سلسلۂ درس شروع کر دیئے اور یوں امتحان ششماہی کے بعد دورۂ حدیث میں تعلیمی سلسلہ دوبارہ جاری ہو گیا۔

نتائج امتحان

امتحان ششماہی ختم ہونے کے بیالیس دنوں بعد ۱۲/ جمادی الاول بروز جمعرات نتائج امتحان کا اعلان کر دیا گیا۔ جس میں میرے امتحان کا نتیجہ بھی بحمدہ تعالی حسب توقع اچھا رہا۔

دفتری حاضری اور لڈو

امتحان ششماہی کے بعد تعلیمی سلسلہ شروع ہونے کے تقریباً دس بارہ دنوں بعد دوبارہ دفتری حاضری ہوئی، لیکن اس مرتبہ بھی دفتر تعلیمات کی طرف سے طلباء کے درمیان میٹھائی تقسیم نہیں کی گئی،.جس کی وجہ سے طلباء کے درمیان بہت زیادہ چہ میگوئیاں اور شوروشغابے ہونے لگے اور پھر یہ بات ناظم تعلیمات حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب تک پہنچ گئی۔ جس کی وجہ سے اس کے تھوڑے دنوں بعد سہ بارہ دفتری حاضری ہوئی اور اس مرتبہ دورۂ حدیث کے تمام حاضر رہنے والے طلباء کے درمیان دو دو لڈو تقسیم کئے گئے۔ اس سے پہلے دو مرتبے طلباء نے خالی ہاتھ حاضری دی تھی اور یہ تیسری مرتبہ حاضری دے کر دو دو لڈو حاصل کئے۔

نہ گھبراؤ مسلمانو ! ابھی قرآن باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے، خدا کی شان باقی ہے

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں؟ جو دل میں ہنستے ہیں
ابھی تو محشر کا آخری میدان باقی ہے

آمد ضیوف

دارالعلوم دیوبند میں مختلف مواقع پر متعدد مہمانوں کی آمد بھی گاہے بگاہے ہوتی رہی ہے، اور مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کی تاکید سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت و محقق ہے، نیز دارالعلوم دیوبند کی امتیازی خصوصیات میں شامل ہے، اور میرا ذاتی طور پر روایتی اور سماجی حصہ بھی ہے۔ بنابریں ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا معاملہ روا رکھا ہے۔ خواہ مجھے ذاتی طور پر مشکلات و مصائب کا سامنا ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے دارالعلوم دیوبند میں بھی قیام کے دوران جب جب بھی اجنبی یا جان پہچان کے کسی بھی مہمانوں کی آمد ہوئی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لئے باعث رحمت اور موجب سعادت سمجھا ہے اور دل و جان سے خدمت کرنے کو اپنے ایمان کا حصہ بنایا ہے، فالحمد للہ علی ذلک۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اب کچھ مہمانوں کی آمد کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، نیز اس کے بغیر دارالعلوم میں میری یکسالہ زندگی کا تذکرہ نامکمل اور ناقص ہی رہے گا، اس لئے بھی اس کا تذکرہ ضروری ہے۔

۱۔ مہمانوں کی آمد

امتحان ششماہی کے بعد جب ۲/ ربیع الآخر سنیچر کے روز پڑھائی شروع ہوئی تو اسی دن عصر کے وقت غازی آباد سے حافظ فردوس عالم کے دو مہمان آ گئے اور وہ دونوں اس کے بارے میں معلوم کرنے کے بعد اذان عصر سے قبل اس کے کمرہ کے پاس برآمدہ میں کھڑے تھے اور میں دارالحدیث سے کمرہ آ رہا تھا، ان دونوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن خود میں ان دونوں کو پہچاننے سے قاصر رہا۔ پھر ان دونوں نے ہی مجھے آواز دی اور سلام کیا، پھر فردوس عالم کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ آگرہ گئے ہوئے ہیں چند دنوں میں آجائیں گے۔ پھر میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ آپ دونوں کون ہیں تو ان دونوں نے اپنا تعارف کرایا، اس کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ فردوس تو ہے نہیں پھر یہ دونوں کہاں جائیں گے؟ اس لئے میں نے ان دونوں سے کہا کہ چلئے کمرہ میں آرام کیجئے تو اس پر ان دونوں نے کہا کہ

نہیں مجھے ابھی جانا ہے، میں نے بات کاٹتے ہوئے کہا، جائیں گے؟ آج ٹھہریئے کل چلے جائیں گے۔ پھر وہ دونوں اس کے بعد کمرہ آ گئے۔

انتظام عشائیہ

اتفاق سے میں نے اس دن رات کے کھانے کا نظم دیگر چند ساتھیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس لئے دارالعلوم سے ملنے والا خوراک کا فروخت کرنا ضروری تھا، لہذا میں نے ٹکٹ طعام ایک ساتھی کو دیا اور اس کے پاس بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ تین ٹکٹ طعام تھی،جس کی وجہ سے کل ٹکٹ طعام چار ہو گئی۔ میں نے اس ساتھی کو ٹکٹ طعام دیتے ہوئے کہا کہ ان چار میں سے دو خوراک رکھ کر باقی دو خوراک فروخت کر دو۔ اس کے علاوہ مزید دس روپئے اشیائے خوردنی خریدنے کے لئے دیا اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ مہمان ہے، ان کو لے کر بعد مغرب وقف دارالعلوم چلا جاؤں گا۔ اس لئے آپ سب ہی کھانا تیار کر لینا میں ساتھ دینے سے معذرت خواہ ہوں،،جس کو اس نے بخوشی قبول کر لیا۔

دارالعلوم دیوبند کی سیر

پھر اس کے بعد ان دونوں کی خواہش پر ان دونوں کو پورا دارالعلوم دکھانے کے لئے نکل پڑا۔ سب سے پہلے تو رواق خالد ہی گیا اور ادھر سے ہوتے ہوئے باب معراج (شیخ الہند اکیڈمی) سے نکل کر مطبخ اور کتب خانہ دکھلاتے ہوئے احاطۂ مولسری میں واقع دارالعلوم کا وہ کنواں لے گیا جس سے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواب میں حضور ﷺ نے طلباء کے درمیان دودھ تقسیم فرمایا تھا۔ وہ کنواں دکھانے کے بعد سوچا کہ حضور ﷺ کے رومال مبارک سے مس شدہ کپڑا کی بھی زیارت کروادوں، لیکن عصر کے وقت ہی چھٹی ہو جانے کی وجہ سے اس کا کمرہ بند ہو چکا تھا اور اب دوسرے ہی دن وہ کمرہ کھلنے والا تھا۔ اس لئے اس کے بعد مسجد قدیم کا دیدار کرایا، پھر وہاں سے دارالحدیث کے سامنے سے ہوتے ہوئے مسجد رشید لے گیا اور مسجد رشید کا اندر اور باہر سے پورا سیر کرایا۔ پھر وہاں سے اعظمی منزل، مدرسہ ثانویہ (نانوتوی منزل)، افریقی منزل اور آسامی منزل کی طرف سے ہوتے ہوئے دارالتربیت لے گیا اور پھر وہاں سے

اس کے بازو میں واقع دارالقرآن لے گیا جو سہ منزلہ عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ یہ ساری عمارتیں سیر کرا کر آسامی منزل اور وہاں سے مزار قاسمی ہوتے ہوئے وقف دارالعلوم لے کر چلا گیا۔

وقف دارالعلوم کا مشاہدہ

وقف دارالعلوم جاتے ہوئے راستہ میں مولوی افتخار الحسن ملا، اور مولوی افتخار الحسن اور ان دونوں مہمانوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مولوی افتخار الحسن نے مجھ سے کہا کہ ان دونوں کو میرا کمرہ لیتے آنا۔ اس کے بعد جب وقف دارالعلوم پہنچ گیا تو وہاں اس کے گاؤں کا مولوی نور حسن ملا۔ پھر اس کے بعد متصلا ہی مغرب کی اذان ہوئی اور پھر نماز مغرب ادا کر کے وقف دارالعلوم کی چھت پر چلا گیا، وہاں مولوی نور حسن کے علاوہ اس کے گاؤں کے اور بھی دیگر طلباء جمع ہو گئے۔ اس کے کچھ دیر بعد جب میں ان دونوں کو ساتھ لے کر دارالعلوم واپس ہونے لگا تو اس کے گاؤں کا مولوی اختر حسین اپنے تمام ساتھیوں کے کہنے کی وجہ سے بولا کہ اس کو عشائیہ کے بعد یہاں (وقف دارالعلوم) پہنچا دینا۔

عشائیہ اور نماز عشاء

چنانچہ اس کے بعد میں وہاں سے دارالعلوم آگیا اور عشائیہ سے فراغت کے بعد ان دونوں کے ساتھ مسجد چھتہ میں نماز عشاء ادا کی اور وہاں سے مولوی افتخار الحسن کے کہنے کے مطابق ان دونوں کو اس کا کمرہ لے گیا اور وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد مولوی افتخار الحسن اور اس کے ایک ساتھی کی معیت میں حسب وعدہ ان دونوں کو وقف دارالعلوم لے گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد گیٹ کے پاس سے ہی مولوی افتخار الحسن اپنے ساتھی کے ساتھ واپس ہو گیا اور میں ان دونوں کے ساتھ رہا اور ان کے گاؤں والوں کے پاس پہنچا کر دارالعلوم واپس ہوا۔

دیوبند کی سیر و تفریح

دوسرے دن صبح کے وقت ان سبھوں نے مجھے وقف دارالعلوم بلایا تھا، لیکن صبح کے وقت بارش ہونے لگی، جب بارش ختم ہو گئی تو میری طبیعت وہاں جانے کی نہیں ہو رہی تھی، مگر ان سب سے وعدہ کر لینے

کی وجہ سے بادل نخواستہ جانا ہی پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہ سب ناشتہ کر رہے تھے، ناشتہ کے بعد میں ان دونوں کو لے کر دارالعلوم آگیا، اور ساتھ میں اس کے گاؤں کا ایک طالب علم بھی دارالعلوم آیا، میں نے کچھ سوچ کر ان دونوں کو اس کے ساتھ لگا دیا اور اس طالب علم سے کہا کہ ان دونوں کو رومال اور کتب خانہ دکھلا دو۔ اس کے بعد میں اپنے کمرہ میں آکر رات کا بچا ہوا کھانا کھا کر آرام کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد پھر وہ دونوں ملے۔ جس کی وجہ سے اب مجھے ان دونوں کے ساتھ شہر جانا پڑا جہاں ان کے گاؤں کا مولوی بابر حسین رہتا تھا، وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد گھومنے پھرنے کے لئے نکل گیا۔

مولوی بابر حسین کے پاس سے نکلتے ہوئے اس نے کہا کہ دوپہر میں ان دونوں کی دعوت یہیں رہی اور آپ (راقم الحروف) بھی ساتھ میں چلے آنا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد چودس (دیوبند میں ایک جگہ کا نام) اور اس کے بعد ایک کالج ہوتے ہوئے واپس ہوا، لیکن واپسی ایک دوسرے راستہ سے ایک خبیث و ملعون جگہ کے بالکل قریب سے ہوئی جو مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھی، جس کی وجہ سے ادھر سے واپس ہوا۔ (وہ ایسی جگہ تھی کہ اس کے قریب سے گزرنا بھی ہم جیسوں کے لئے لعن وطن کو دعوت دینے کے مترادف ہے)۔

خیر اس کے بعد پٹرول پمپ اور بس اسٹینڈ سے ہوتے ہوئے شہر کے پرپیچ راستوں سے گذر کر دارالعلوم واپس ہوا۔ واپسی میں ان دونوں نے کچھ کیلے خریدے جو دارالعلوم آنے کے بعد میں نے کمرہ میں ان دونوں کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں آرام کرنے لگے اور میں کچھ دیر کے لئے باہر نکل گیا۔

مہمانوں کی روانگی

اس کے بعد جب میں کمرہ واپس آیا تو اب وہ دونوں مجھے مولوی بابر حسین کے پاس جانے کے لئے کہنے لگے، لیکن اب میں نے معذرت کر دی۔ اس لئے کہ میں کل ہی سے مسلسل ان دونوں کے ساتھ ساتھ رہنے اور چلنے پھرنے کی وجہ سے بہت زیادہ تھک گیا تھا، جس کی وجہ سے میں نے ان کے گاؤں والے طالب علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ دونوں اس کے ساتھ ہی چلے جائیے۔ اس کے بعد وہ دونوں سلام و مصافحہ کر کے مجھ سے رخصت ہوئے اور شہر میں مولوی بابر حسین کے پاس چلے گئے اور پھر وہاں سے ظہرانہ کے بعد غازی آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔

۲۔ ضعیف العمر مہمان

اسی درمیان کی بات ہے کہ ایک دن دوپہر کے کھانے سے ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا، کہ ایک شخص آیا اور کمرہ کے ساتھیوں سے پوچھنے لگا کہ اس میں کوئی بانکا کا ہے ؟ تو ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کردیا۔ اس کے بعد میں اس سے ملا۔ اس کے ساتھ ایک ضعیف العمر شخص بھی تھا، ان دونوں سے میں نے بیٹھنے کے لئے کہا، پھر پانی پلا کر آرام کرنے کے لئے کہا، اسی درمیان ان دونوں کا تعارف بھی ہوا کہ وہ دونوں بانکا ضلع کے چندر پورہ گاؤں کے ہیں، ان میں سے ایک دہلی میں رہتا ہے اور دوسرا شخص جو ضعیف العمر ہے اس کا لڑکا گم ہوگیا ہے، جس کو وہ تلاش کرنے کے لئے دہلی آیا تھا اور وہاں سے ادھر ادھر تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ نیز مظفر نگر میں اس کی رشتہ داری بھی ہے اور وہ اس کے بعد یہاں دارالعلوم سے مظفر نگر ہی جانے والے تھے اور وہیں اپنے رشتہ دار کے ہاں ایک دن قیام کرنے والے تھے۔

ظہرانہ کا انتظام

دوپہر کا کھانا تو میں ابھی فوراً ہی کھا کر اٹھا تھا، اب اس کے بعد وہ دونوں آئے تھے، اب ان دونوں کے لئے میں سوچنے لگا کہ کھانے کا کیا انتظام کروں ؟ بہت سوچنے کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ چلو مولوی منہاج الدین کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ میں ان دونوں کے پاس سے آہستہ سے کھسک کر مولوی منہاج الدین کے پاس گیا مگر وہ کمرہ میں نہیں تھا وہاں صرف حافظ فردوس تھا۔ اس لئے میں نے حافظ فردوس سے ان دونوں کے بارے میں تذکرہ کیا اور کھانے کا انتظام کرنے کے بارے میں کہا تو اس نے کہا کہ کھانا کھلاؤ۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر میرے پاس انتظام ہوجاتا تو پھر میں یہاں کیوں آتا؟ اس کے بعد اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے خود ہی کہا کہ میرے پاس چاول ہے. جس سے چار پانچ آدمی کا کھانا بن سکتا ہے، سبزی وغیرہ کی تیاری آپ کیجئے۔ اور یہ کہہ کر میں اپنا کمرہ آگیا۔ ادھر مولوی منہاج الدین جب کمرہ واپس آیا تو اس کو حافظ فردوس نے بتایا کہ آفتاب ابھی آیا تھا دیکھو وہ کیا کہہ رہا ہے؟ چنانچہ مولوی منہاج الدین میرے پاس آیا اور کھڑکی سے اشارہ کیا، میں چاول کے ساتھ اس کے پاس گیا اور ان دونوں

مہمانوں کے بارے میں بتایا کہ کھانے کا انتظام کرنا ہے تو اس نے کہا ٹھیک ہے، اس کے بعد میں اس کا کمرہ گیا اور وہاں چاول چڑھا دیا، پھر میں اور مولوی منہاج الدین سبزی کے لئے ضروری چیزیں خریدنے کے لئے دوکان چلا گیا۔

دوکان سے واپسی میں میں سیدھے اپنا کمرہ چلا گیا، تو اب دونوں مہمان کہنے لگے کہ ہم جارہے ہیں۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ رکئے کھانا بن رہا ہے، کھانے کے بعد آرام کرلیجئے اور اس کے بعد چلے جائیے۔ ان دونوں میں سے ایک تو مان گیا مگر اس کے ساتھ دوسرا ضعیف العمر شخص کسی بھی طرح سے بات ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہورہا تھا اور وہ بہت زیادہ اصرار کرنے لگا۔ میں نے دوسرے سے کہا کہ آپ ہی اس کو روکئے کھانا بن رہا ہے، کسی بھی طرح اس کو آدھا گھنٹہ روکئے! اس کے بعد اس نے اس کو روکنے کے بہانے سے دارالعلوم دکھانے کے لئے لے گیا اور میں اس کا سامان اپنی الماری میں رکھ کر مولوی منہاج الدین کے پاس چلا گیا۔ اس کے کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس آگئے۔ اور پھر میں ان دونوں کو ساتھ لے کر مولوی منہاج الدین کے پاس گیا۔ اس دوران جب کھانا تیار ہوگیا تو ان دونوں کو کھانا کھلایا اور ساتھ ہی ہم تینوں نے بھی کھائے۔

آخر رشتہ نکل ہی آیا

کھانے سے فراغت کے بعد ہم سبھوں اور مہمانوں کے درمیان باتیں ہونے لگیں کہ اسی درمیان پتہ چلا کہ اس ضعیف العمر شخص کا رشتہ کچھ دور سے جاکر مولوی منہاج الدین سے ملتا ہے اور وہ دونوں کچھ دور سے رشتہ دار ہی ہیں۔ گفتگو کے بعد میں اپنا کمرہ چلا آیا اور وہ دونوں وہیں مولوی منہاج الدین کے کمرہ میں آرام کرنے لگے۔ اس کے بعد وہ دونوں تین بجے سے پہلے بیدار ہوئے اور میرے پاس آکر اپنا سامان لیا اور سلام و مصافحہ کے بعد رخصت ہوگئے۔

یہ مشہور ہے

یہ بات بھی واضح رہے کہ دارجدید کا یہ کمرہ جس میں میں قیام پذیر تھا، سالہاسال سے اس کمرہ میں بانکا ضلع

کے طلباء برابر رہتے آئے ہیں۔ جس کی وجہ سے علاقائی لوگوں اور اطراف واکناف میں مزدوری وملازمت کرنے والے بانکا ضلع سے منسلک لوگوں کے درمیان یہ کمرہ مشہور ومعروف ہے۔ اسی وجہ سے جب بھی کوئی شخص دارالعلوم دیوبند آتا ہے تو وہ براہ راست دار جدید کا یہی کمرہ آجاتا ہے۔ اس لئے یہ دونوں مہمان بھی یہیں آئے اور طلبہ بانکا کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔

۳۔ مظاہر علوم سے ساتھیوں کی آمد

اس کے بعد کی بات ہے کہ ایک روز جمعرات کا دن تھا، میں نماز مغرب کے بعد ایک ساتھی کے پاس باتیں کرنے لگا، اس کے کچھ دیر بعد یہ سوچ کر کمرہ آیا کہ ایک مضمون لکھوں گا۔ لیکن جب کمرہ آیا تو کمرہ کے ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ ابھی مظاہر علوم سے آپ کے دو ساتھی آئے ہوئے تھے اور پھر وہ آئیں گے، مزید بتایا کہ ابھی فوراً وہ نکلے ہیں، جاؤ ادھر مل جائیں گے۔ میں نے ان دونوں کے بارے میں سوچا کہ وہ مولوی شہباز اور مولوی حسین ہوں گے، اس لئے کہ اس سے ایک ہفتہ قبل میں نے مولوی شہباز کے پاس خط لکھا تھا جس میں اس کو اور مولوی حسین کو دارالعلوم آنے کے لئے کہا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے سوچا کہ وہ دونوں مولوی شہباز اور مولوی حسین ہی ہوں گے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان دونوں میں سے ایک تو مولوی حسین ہے مگر اس کے ساتھ دوسرا مولوی شہباز کے بجائے کوئی دوسرا ہے جو مظاہر قدیم کا ایک طالب علم ہے۔

تلاش وجستجو

چنانچہ میں اس کے بعد الٹے پاؤں واپس ہوا اور ان دونوں کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگا، لیکن وہ دونوں کہیں بھی نہیں ملے، تو میں کمرہ آیا اور ساتھیوں سے کہا کہ اگر اب وہ دونوں آئیں تو بیٹھنے کے لئے کہنا، میں ابھی تھوڑی دیر میں آرہا ہوں۔ میں ساتھیوں سے یہ کہہ کر ان دونوں کو ہی تلاش کرنے کے لئے نکل گیا اور مولوی شہباز کے تمام جاننے والوں کے پاس گیا لیکن وہ دونوں کہیں بھی نہیں ملے، بالآخر میں واپس اپنا کمرہ آکر اپنے امور میں مشغول ہوگیا۔ پھر اس کے کچھ دیر بعد وہ دونوں خود ہی آگئے اور سلام ومصافحہ کے بعد

بتایا کہ وہ دونوں یہاں سے وقف دارالعلوم چلے گئے تھے، جہاں انہیں ان کا کوئی جاننے والا نہں ملا تو پھر وہ دونوں دوبارہ دارالعلوم واپس آ گئے۔ اتنے میں عشاء کی اذان ہو گئی، اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں کو ساتھ لے کر عشاء کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد رشید چلا گیا۔

عشاء اور عشائیہ

مسجد رشید میں نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد کمرہ واپس آیا اور ان دونوں کو کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور ادھر میں نے کمرہ کے ایک ساتھی سے کچھ روپئے لے کر عشائیہ کا انتظام کیا۔ اس کے بعد چہل قدمی کے لئے نکل پڑے اور دارجدید کے صحن ہی میں ادھر ادھر گھومنے پھرنے کے بعد مسجد رشید کے پاس آئے، پھر واپس ہوئے اور سونے کا انتظام کرنے لگے۔

ان دنوں گرمی کافی سخت پڑ رہی تھی، اور اتفاق سے اس رات بجلی بھی نہیں تھی، جس کی وجہ سے رات کمرہ میں گذارنا مشکل تھا۔ پھر یہ کہ ایک کی جگہ پر تین آدمیوں کا سونا گرمی میں اور زیادہ پریشانی کا باعث ہوتا، اس لئے مناسب یہی سمجھا کہ چھت پر سویا جائے۔ چنانچہ میں بچھانے اور اوڑھنے کے لئے چادریں لے کر ان دونوں کے ساتھ دارالحدیث کی چھت پر چلا گیا اور وہیں چھت کے درمیانی حصے میں سونے کا انتظام کیا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر گفتگو کرتے رہے اور پھر سب بستر پر دراز ہو گئے۔

صبح صادق کے بعد

صبح صادق ہونے کے بعد جب فجر کی اذان ہوئی تو ہم بیدار ہوئے اور کمرہ آ گئے، اس کے بعد ضروریات بشریہ اور وضو سے فارغ ہو کر نماز فجر مسجد رشید میں ادا کی۔ اس کے بعد وہ دونوں کمرہ میں آکر سو گئے اور میں ناشتہ تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ناشتہ تیار کرنے کے لئے ضروری چیزیں خرید کر لایا اور پھر ناشتہ تیار کیا، اور اس کے بعد ان دونوں کو بیدار کیا۔ پھر ناشتہ سے فارغ ہو کر مولوی منہاج الدین کا کمرہ گیا اور وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ان دونوں کی خواہش پر کتاب خریدنے کے لئے کتب خانہ کی طرف نکلے، لیکن یہ یاد ہی نہیں رہا کہ کتب خانہ اتنے سویرے نہیں کھلتا ہے، کتب خانہ کھلنے کا وقت دس بجے ہے،

جس کی وجہ سے واپس ہونا پڑا، واپسی میں مولوی منہاج الدین نے مچھلی خریدی اور پھر وہ کچھ دوسری چیزیں خریدنے کے لئے چلے گئے اور میں وہاں سے اپنا کمرہ چلا آیا اور وہ دونوں مولوی منہاج الدین کے ساتھ ہو گئے۔ پھر وہ دونوں واپسی میں میرا کمرہ آئے ہی نہیں اور ادھر سے ادھر ہی مولوی منہاج الدین کا کمرہ چلے گئے۔

باعث تکلیف

وہ دونوں مہمان تو مولوی منہاج الدین کے ساتھ چلے گئے، لیکن تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ مولوی منہاج الدین نے مجھ سے اجازت نہیں لی کہ میں دوپہر میں ان دونوں کا کھانا بناؤں گا اس لئے تم مت بنانا، اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی نے مجھے بتایا، یہی نہیں بلکہ وہ دونوں تو اس کے بعد مجھ سے ملے ہی نہیں اور ادھر سے ہی مظاہر علوم واپس بھی چلے گئے۔ جس پر مجھے بڑی تکلیف اور دکھ ہوا کہ یہ کیسا انسان ہے؟ کہ میرے پاس آیا اور مجھے کہے بغیر دوسرے کے ساتھ ظہرانہ میں شریک ہوا اور مزید یہ کہ وہ مجھے اطلاع کئے بغیر ہی یہاں سے چلا بھی گیا۔ اس سے تو اچھے وہ چاروں جاہل تھے جو اس سے پہلے دو مرتبہ آئے تھے۔ دو شخص غازی آباد سے اور دو شخص دہلی سے۔ ان سبھوں نے میرا بہت زیادہ احسان مانا تھا اور میرا بہت زیادہ شکرگذار ہوا تھا، گویا کہ میں ان لوگوں کا بہت بڑا محسن ہوں اور مجھ سے اجازت لے کر وہ سب واپس ہوئے تھے۔ لیکن یہ تو ایسا ہے کہ مجھ سے ملنا بھی گوارہ نہیں کیا، آخر یہ میرے پاس آکر ٹھہرا ہی کیوں تھا؟

خودغرضی

اس کے بارے میں میرا گمان اور خیال تو یہی تھا کہ وہ میرے خط لکھنے پر آیا ہے، لیکن اس کے اس رویہ سے میرا خیال بدل گیا اور مجھے گمان غالب ہو گیا کہ وہ اپنی کسی خاص ضرورت کی وجہ سے آیا تھا۔ اور میرا یہ گمان اس وقت یقین میں بدل گیا جب میں ۵/ جمادی الاول کو مظاہر علوم گیا، تو مولوی شہباز نے مجھے بتایا کہ وہ بہت ہی اہم اور سخت ضرورت کی بناء پر دارالعلوم گیا ہوا تھا، تب میں نے دل ہی دل میں کہا :-

ریا کار آدمی ، ریا کار دنیا
مطلب کی یاری ہے بے کار دنیا

آنکھ کی خرابی اور چشمہ کی تشخیص

جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ میری آنکھ خراب ہوگئی تھی، اور اس کی وجہ سے مجھے کافی فکر و پریشانی لاحق ہوگئی تھی اور سخت اضطراب کا شکار ہوگیا تھا۔ بنا بریں ششماہی امتحان کے بعد ایک خط اپنے مشفق و مہربان نانا جان کے نام بھیجا تھا مگر ماموں کے نام خط لکھنے کا خیال تک بوجوہ نہیں آیا، جب کہ دوسرا خط ناامیدی کے باوجود بست پور کے خالو کو لکھا تھا۔ تاکہ روپئے میسر ہو اور آنکھ کی فکر و پریشانی سے چھٹکارہ مل سکے۔

نانا جان کا آخری معاملۂ شفقت و رحمت

اس سے قبل وقف دار العلوم کے دو ساتھی امتحان ششماہی کے ڈیڑھ ہفتے بعد گھر جارہے تھے، ان دونوں کا گھر میرے ننہالی گاؤں میں ہے، جس کی وجہ سے میں نے ان کے بدست ایک خط اپنے مشفق و مہربان نانا جان کے نام لکھ دیا تھا، جس میں لکھا تھا کہ آنکھ خراب ہوگئی ہے، اس لئے جیسے بھی ہو چشمہ بنوانے کے واسطے روپئے (غیر متعین) ضرور بالضرور بھیج دیجئے اور بڑی تاکید کے ساتھ یہ خط لکھا تھا۔ ادھر ماموں نے تو کچھ روپئے نہیں بھیجے مگر نانا جان کو رحم آیا اور انھوں نے ایک سو چالیس روپئے بھیج دیئے۔ اس کے ساتھ ہی نانی محترمہ نے بھی نانا اور ماموں وغیرہ سے چھپاتے ہوئے ایک سو چالیس روپئے بھیج دیئے۔ اللہ تعالیٰ نانا اور نانی دونوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے اور ان دونوں کی زندگی کے باقی ایام کو خوش و خرم اور امن و سکون کے ساتھ گذار دے، آمین یارب العالمین۔

نانا جان مرحوم کی داغ مفارقت

اس جگہ یہ سطریں لکھتے ہوئے دل رنجیدہ اور افسردہ ہے، آنکھیں اشکبار ہیں، کلیجہ منہ کو آرہا ہے، اس لئے کہ یہی وہ نانا (جناب عبد الرحیم صاحب مرحوم) تھے جنھوں نے میری آنکھ خراب ہونے کی خبر ملنے پر میرے اوپر رحم کھاتے ہوئے چشمہ بنوانے کے لئے میرے پاس سال گذشتہ دار العلوم دیوبند میں ایک سو چالیس

روپئے بھیجے تھے، اس کے علاوہ اس سے پہلے ۱۴۲۴ھ کی بقر عید کے موقع پر میرا خط پڑھ کر ایک لنگی بھی بھیجے تھے۔ مگر وہی نانا جان جب میں سال رواں بقر عید سے قبل ان کی بیماری کی خبر سن کر گھر گیا اور اس کے بعد ۳/ذی الحجہ بروز جمعہ میں اپنے اسی نانا جان کے پہلو میں بیٹھا ان کی حالت دریافت کر رہا تھا، اور ان سے پوچھ رہا تھا کہ "نانا! آپ نے مجھے پہچانا؟ نانا! آپ نے مجھے پہچانا؟ نانا! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟" تو میری ان سوالیہ باتوں پر میرے وہ مشفق اور مہربان نانا جان جو میرے لئے اسم با مسمی تھے خاموش تھے، ان کی زبان ساکت تھی، اور بزبان حال میرا وہ مشفق نانا جان میرے چہرہ کو پہچاننے سے انکار کر رہے تھے، جس کی وجہ سے میری آنکھوں میں بے تحاشا آنسو جاری ہو گئے اور وہ رکنے اور خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے، اور میں اسی وقت گھر کے ایک علیحدہ مقام پر بیٹھ کر رونے لگا تھا جس پر گھر کے سارے لوگ خصوصا نانی جان، ماموں اور مامی وغیرہ مجھے سمجھا رہے تھے اور مجھے دلاسا دے رہے تھے۔ مگر ان سب کے دلاسوں سے میرے رونے میں کوئی فرق نہیں واقع ہو رہا تھا، بالآخر بہت دیر بعد میری آنکھوں سے آنسو بند ہوئے۔ پھر اس کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد میں ان کے قریب بیٹھا تھا کہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گلہ پر رکھا جس سے ان کا اشارہ گلہ پر ہاتھ پھیرنا تھا، جس کے بعد میں ان کے گلہ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرتا رہا۔ اس کے بعد انہوں نے دو مرتبہ ایسا ہی کیا، اسی دوران انہوں نے ایک مرتبہ اشارہ سے پانی طلب کیا تو میں نے چند گھونٹ پانی انہیں پلایا۔ اس کے علاوہ میرے ہاتھ سے انہیں کوئی چیز نصیب نہیں ہو سکی، اور مزید مجھے خدمت کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ اور پھر انہوں نے ۴/ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ سنیچر کے روز اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے مجھے داغ مفارقت دے گئے،

انا للہ وانا الیہ راجعون.

یہی سب وہ باتیں تھیں جو اس وقت میری آنکھوں کو رلا رہی ہیں اور انہیں باتوں کی وجہ سے میرا دل پریشان، قلب مضمحل اور کلیجہ منہ کو آرہا ہے، اللہ میرے نانا جان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے اور بال بال رحمت کا معاملہ فرمائے، اور انہیں جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

(۲۳ / ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ بروز بدھ)

خالو کے نام خط اور جواب

وقف دارالعلوم کے جو دو ساتھی ششماہی امتحان کے بعد گھر گئے تھے، ان کے بدست ایک خط تو نانا جان کے نام بھیجا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا خط بست پور کے خالو کے نام بھی بھیجا تھا، چونکہ ضرورت ہی اتنی سخت تھی کہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ اور میں نے آنکھوں کی فکر و پریشانی سے مجبور ہو کر وہ خط لکھا تھا، ورنہ تو خالو کے نام خط لکھ کر کبھی بھی اپنی پریشانی اور تکلیف کا اظہار نہ کرتا۔ اگرچہ کہ نانا کے نام خط لکھ دیا تھا مگر نانا سے بوجوہ غربت و تنگدستی امید نہیں تھی، اسی وجہ سے اس کے ساتھ ہی دوسرا خط خالو کے نام بھی لکھنا ضروری سمجھا تھا تاکہ ادھر سے محرومی کی صورت میں ادھر سے میری ضرورت پوری ہو جائے۔ مگر اس کے باوجود کہ میں پریشان تھا اور مجھے روپئے کی شدید ضرورت تھی، جس کی وجہ سے خالو کے نام خط میں اپنی پریشانی اور تکلیف کا اظہار تو کر دیا تھا لیکن کھلے لفظوں میں روپئے کا تقاضا نہیں کیا تھا اور نہ ہی روپئے کے متعلق کوئی بات لکھی تھی، مگر خط کا مقصد ہی وہی تھا، اور کوئی بھی شخص خط پڑھ کر مقصد کو سمجھ سکتا تھا۔

لیکن زندگی میں کبھی بھی ان کی طرف سے میرے ساتھ خیر و بہتری کا معاملہ روا نہیں رکھا گیا، بایں وجہ محرومی اور افسوس کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ البتہ کافی دنوں کے بعد خالہ زاد بھائی جو میرا ہمنام بھی ہے اس نے جوابی خط لکھا، اور میری تکلیف و پریشانی پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مشورہ پیش کیا اور لکھا کہ "میرا بھی مشورہ ہے کہ آپ جلدی سے آنکھ کسی اچھے ڈاکٹر سے دکھلا کر علاج کروالیں" گویا کہ میں نے خط لکھ کر ان سے مشورہ طلب کیا تھا کہ میری آنکھ خراب ہوگئی ہے اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ آپ مشورہ سے نوازیں۔

علالت طبیعت اور شدید انتظار

وہ دونوں ساتھی جو امتحان ششماہی کے بعد گھر گئے تھے، جب وہ گھر سے وقف دارالعلوم آگئے، تو اس کے دوسرے دن، ۱۷/ ربیع الآخر روز اتوار کو بعد نماز عصر کمرہ میں بیٹھا اس امید کے ساتھ ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ ضرور بالضرور اس وقت میرے پاس آئیں گے، جب کہ میں حسب معمول روزانہ عصر کی نماز

پڑھ کر باہر سیر و تفریح کے لئے نکلا کرتا تھا، لیکن اس دن ان دونوں کی وجہ سے سیر و تفریح کے لئے باہر نہیں نکلا۔ اس کے ساتھ ہی اس دن میری طبیعت کچھ ناساز بھی تھی، اس دن ظہر کے بعد سے ہی ہلکا بخار معلوم ہو رہا تھا اور اس وقت اس میں کچھ تیزی ہو رہی تھی۔ اس لئے اس دن خاص طور پر میں باہر سیر و تفریح کے لئے نکلنا چاہتا تھا تاکہ کمرہ میں لیٹے ہوئے کہیں طبیعت اور زیادہ خراب نہ ہو جائے، مگر یہ کہ ان دونوں کے آنے کا شدید انتظار بھی تھا۔ اس انتظار کے باوجود میں خود عصر کے بعد وقف دارالعلوم اس لئے نہیں گیا کہ وہ عصر کے بعد کمرہ میں نہیں رہتے ہیں اور ادھر ادھر نکل جاتے ہیں، اس لئے اس کے نہ آنے کی صورت میں میں نے سوچا تھا کہ مغرب کی نماز وقف دارالعلوم میں ہی جا کر پڑھوں گا یا مغرب کی نماز یہیں پڑھ کر بعد میں چلا جاؤں گا۔

ابھی میں یہ سب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ وہ دونوں کمرہ میں داخل ہوئے اور ان دونوں کے ساتھ ان کا ایک ساتھی بھی تھا، سلام و مصافحہ کے بعد میں نے ان سے ننہال کے حالات سے واقفیت حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ ابھی یہاں کیا کر رہے ہو؟ تو میں نے کہا کہ اگر ابھی میں یہاں نہ رہتا تو ملاقات بھی نہیں ہوتی اور پھر بتایا کہ آج میری طبیعت کچھ ناساز ہے لیکن آپ کے انتظار کی وجہ سے میں کمرہ میں ہوں اور سیر و تفریح کے لئے نہیں نکلا ہوں۔

دارالعلوم وقف دیوبند میں

اس کے بعد ان دونوں نے بتایا کہ بست پور سے خالہ نے کپڑا بھیجا ہے اور نانا نے ایک سو چالیس روپئے اور نانی نے بھی ایک سو چالیس روپئے اس طرح سے کل دو سو اسی روپئے بھیجے ہیں، پھر اس نے کہا کہ ابھی روپئے اور کپڑے لے کر نہیں آیا ہوں وقف جا کر لے لینا۔ اس کے بعد ان سبھوں کے ساتھ میں باہر نکلا اور ادھر ادھر چلنے پھرنے کے بعد وقف دارالعلوم چلا گیا اور وہاں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان ہوئی اور وہیں وقف دارالعلوم میں مغرب کی نماز ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد اس نے کپڑا اور روپئے نکال کر میرے حوالہ کر دیا، اور پھر اس کے بعد ان دونوں کے ایک ساتھی جوان کے ساتھ ہی گھر سے آیا تھا اور وہ بھی بانکا ضلع کا ہی تھا، اس نے گھر سے لایا ہوا آم تھیلے سے نکالا اور پھر ان سبھوں کے ساتھ مل کر میں بھی

اس میں شریک ہوا۔ اس کے بعد جب میں دارالعلوم واپس ہونے لگا تو وہ دونوں اصرار کرنے لگے کہ کھانا کھا کر جانا، لیکن میں نے عذر پیش کیا کہ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میری طبیعت ناساز ہے اس لئے میں نہیں کھا سکتا ہوں۔ چنانچہ کافی اصرار کے بعد میں کپڑے اور روپئے لے کر دارالعلوم واپس ہوا اور یہاں آکر دیگر معمولات میں مصروف ہوا۔

آنکھ کا معائنہ اور چشمہ کی تشخیص

اس کے بعد دوسرے ہی دن ۱۸/ ربیع الآخر بروز سوموار میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے آنکھ کا معائنہ کرانا ہے اس لئے آپ ساتھ چلیئے! تو وہ اس کے لئے تیار ہو گیا، اور اتفاق سے اس دن تیسرا گھنٹہ خالی تھا، تو میں موقع کو غنیمت جانتے ہوئے تیسرے گھنٹہ میں اس ساتھی کے ساتھ "مدنی آئی میڈیکل دیوبند" گیا، اور وہاں کاؤنٹر پر پہنچ کر پرچی بنوائی جس کی فیس پانچ روپئے لگی، پرچی بنانے والے نے کہا کہ آدھا گھنٹہ میں آنا، چنانچہ میں چوتھا گھنٹہ لگنے کے بعد ساڑھے دس بجے دوبارہ مدنی آئی میڈیکل پہنچا، لیکن دوسری مرتبہ بھی ڈاکٹر نہیں آئے تھے، کافی دیر انتظار کے بعد ڈاکٹر آئے، اور پھر اس کے بعد آنکھ کا معائنہ کیا اور ایک ڈراپ لکھتے ہوئے بولا کہ چشمہ لگے گا یا نہیں؟ جا کر کمپیوٹر میں جانچ کرا لو!۔ اس کے بعد میں نے مزید دس روپئے کی رسید بنوا کر کمپیوٹر سے آنکھ کا جانچ کروایا، اس کے بعد ایک دوسرے ڈاکٹر کے پاس گیا، اس نے چشمہ کی تعیین کی اور اس کے ساتھ ہی پتہ لکھ کر دیا کہ اس پتہ پر چار بجے ملنا میں وہیں دوکان پر رہوں گا۔ اس کا پتہ یہ تھا "بینا آپٹیکل حیات میڈیکل کے سامنے ہنومان چوک دیوبند"۔

چشم ضعیفاں کے لئے چشمہ

چنانچہ پھر میں اسی دن اسی ساتھی کے ساتھ چار بجے بینا آپٹیکل پہنچا، وہاں وہ ڈاکٹر موجود نہیں تھا، دوکان پر کوئی دوسرا شخص تھا، اسی دوسرے شخص کو میں نے پرچی دی، تو اس نے چشمہ کے بہت سارے فریم نکال کر دکھایا اور میرے سامنے رکھ کر مجھے کوئی ایک فریم پسند کرنے کے لئے کہا، جن میں سے میں نے درمیانہ سائز کا ایک فریم ساتھی کی رائے کی مدد سے منتخب کیا، جس کی قیمت ایک سو تیس روپئے بتائی گئی،

لیکن کم کرانے پر ایک سودس روپۓ پر بات مکمل ہوئی، اس کے بعد شیشہ لگانے کی قیمت چالیس روپۓ بتائی گئی، اس طرح کل ڈیڑھ سو روپۓ پورے چشمہ پر خرچ بتایا، جن میں سے کچھ روپۓ اسی وقت مانگا، جس پر میں نے اس وقت ایک سو روپۓ دیئے اور پچاس روپۓ باقی رکھا، اس کے بعد دوکان والے نے کہاکہ مغرب کے بعد آنا اور چشمہ لے جانا، چنانچہ میں دوسری مرتبہ اکیلے ہی مغرب بعد دوکان پر گیا اور باقی ماندہ پچاس روپۓ ادا کر کے چشمہ لے کر واپس ہوا، اور اس طرح ڈیڑھ سو روپۓ میں چشمہ بنا اور میری آنکھ پر چشمہ لگنے کا آغاز ہو گیا جو اب تک برقرار ہے۔

مظاہر علوم کا تیسرا سفر

سہارنپور چلنا ہے

۴/ جمادی الاول بدھ کے روز نمازِ مغرب کے بعد مسجد رشید میں مجھ سے ایک قدیم ساتھی مولوی افتخار الحسن (جوگڈا ضلع کے کوریانہ گاؤں کا ہے اور اس وقت دارالعلوم ہی میں شیم عربی میں زیر تعلیم ہے) ملا اور مجھ سے کہاکہ "کل آپ کو میرے ساتھ سہارنپور چلنا ہے" میں نے اس کے اصرار کے بعد کہاکہ میرے پاس تو روپۓ نہیں ہیں، کیسے جاؤں ؟ تو اس نے کہا "کسی سے لے لو" میں نے کہا "آپ ہی دے دو" اس پر وہ تیار ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا "عشاء کے بعد کمرہ میں ملنا" اس کے بعد میں مسجد رشید سے اپنا کمرہ آیا اور ترمذی شریف لے کر دارالحدیث پڑھنے چلا گیا۔

حالت طلباء مثل بلی

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم چند لمحے بعد دارالحدیث میں تشریف لے آئے اور درس کا آغاز فرما دیا۔ جب عشاء کی اذان ہوئی اور درس کا اختتام ہوا تو حضرت الاستاذ مفتی صاحب نے اختتام درس پر فرمایا "تم سب بہت دنوں سے درس کی پابندی کرتے کرتے دبلا اور پتلا ہو گئے ہو، جیساکہ بلی خوراک اور غذا نہ ملنے کی وجہ سے سکھ جاتی ہے، اس لئے ایک ہفتہ کی چھٹی ہے، جاؤ! آرام کرو!"۔

اس سے مجھے بیحد خوشی ہوئی کہ کل مجھے سہارنپور جانا ہے، چلواچھا ہواکہ حضرت نے چھٹی کردی۔ پھر میں عشاء کے بعد مولوی افتخارالحسن کا کمرہ گیا مگر وہ وہاں موجود نہیں تھا، ایک طالب علم سے پوچھنے پر پتہ چلاکہ ابھی تک وہ نماز پڑھ کر آیا نہیں ہے، جس کی وجہ سے میں اپنا کمرہ آگیا، کمرہ آکرابھی میں بیٹھا ہی تھاکہ مولوی افتخارالحسن کہیں سے گھومتے ہوئے میرے پاس آیااور کھڑکی سے آواز دی، میں کمرہ سے نکل کراس سے ملاتواس نے کہاکہ "میں کمرہ نہیں گیاتھا، فلاں ساتھی سے اس کے کمرہ میں باتیں کررہاتھا۔ پھر مزیداس نے مجھ سے پوچھتے ہوئے کہا"کل چلوگے نا؟"میں نے کہا"ہاں یارچلوں گا"اس کومیں نے مزیدبتایاکہ "حضرت مفتی صاحب نے بھی ایک ہفتہ کے لئے چھٹی کردی ہے، اس لئے کل مغرب کے بعدپڑھائی بھی نہیں ہوگی"۔ اس کے بعد پھر میں نے مزیداس سے کہاکہ "کل جانے سے آدھا گھنٹہ پہلے دو بجے مجھے بیدار کردینا، اس لئے کہ اس وقت میں سویارہتاہوں" تواس نے کہا "ٹھیک ہے! بیدار کردوں گا"۔

مظاہر علوم کا تیسرا سفر

اس کے بعد دوسرے دن ۵/ جمادی الاول کودو بج کر پندرہ منٹ پر مولوی افتخارالحسن نے آکر مجھے بیدار کردیا، میں نے اٹھ کر وضو کر کے کپڑا تبدیل کیااور ظہر کی نماز اداکی۔ اس لئے کہ ظہر کی نماز ان دنوں دارالعلوم میں تین بجے ہواکرتی تھی اور سفر کی وجہ سے نماز چھوٹ جاتی، اس لئے کمرہ ہی میں وقت کی قلت کی وجہ سے صرف چاررکعت فرض نماز پڑھی، نمار کے فوراً بعد اس کا ساتھی مجھے بلانے آگیا، اور پھر میں اسی کے ساتھ کمرہ سے نکل پڑااور پھر ہم تینوں اسٹیشن کی طرف تیز تیز قدموں سے چل دیئے۔ اس لئے کہ ٹرین کاوقت قریب سے قریب ترہوتا جارہاتھا۔ اسٹیشن پہنچنے کے بعد ستائیس روپئے میں تین ٹکٹ فی ٹکٹ نو روپئے میں سہارنپور کے لئے خریدا، اور پھر پلیٹ فارم نمبرایک پر ٹرین کا انتظار کرنے لگے، کچھ دیر بعد اعلان ہواکہ ٹرین پلیٹ فارم نمبر دو پر آرہی ہے۔ اس لئے ہم سب دو نمبر پلیٹ فارم پر پہنچے۔

جامعۃ الشیخ کا طالب علم

اسی درمیان جامعۃ الشیخ کا ایک طالب علم ہم سب کے بازو میں آکر بیٹھ گیااوراس نے ہم سب سے پوچھاکہ

"سہارنپور جانے والی ٹرین اسی پلیٹ فارم پر آئے گی کیا؟" تو ہم سب نے کہا "ہاں! اسی پر آئے گی اور ہم سب بھی سہارنپور ہی جارہے ہیں"۔ پھر اس کے کچھ ہی دیر بعد ٹرین آگئی اور ہم سب اس پر سوار ہو گئے اور ہم سب کے ساتھ ہی جامعۃ الشیخ کا وہ طالب علم بھی سوار ہوا اور ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

ٹرین سے دارالعلوم کا منظر

اس کے بعد جب ٹرین دیوبند اسٹیشن سے کھلی تو چند لمحے چلنے کے بعد دیوبند ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور درختوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں پورا قصبہ دیوبند اور دارالعلوم کی ساری عمارتیں چھپ گئیں اور صرف درختوں اور جھاڑیوں کے اوپر سے دارالعلوم کی دارالتفسیر (دارالحدیث) اور مسجد رشید (دونوں) کے عالیشان گنبد اور پر شکوہ مینارے دلکشی کا بڑا ہی خوشنما منظر پیش کر رہے تھے، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہم اس وقت کسی ایسی خالص اسلامی سلطنت میں سفر کر رہے ہیں۔ جہاں بالکل اسلام ہی کا بول بالا ہو اور غیر مسلموں کا قدم ابتدائے اسلام سے وہاں پڑا ہی نہ ہو۔ اس طرح اپنی جمیع شان و شوکت اور اسلامی اقدار و روایات کے ساتھ دارالعلوم کا دارالحرب جیسے ملک میں قیام و بقاء محض اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے؟

دارالعلوم کا قیام دارالحرب میں

اسی وجہ سے جب چند سال قبل لیبیا کے صدر مملکت جناب معمر قذافی صاحب حفظہ اللہ ہندوستان کے دورہ پر آئے تھے اور انھوں نے اپنے دورہ میں سے وقت نکال کر دارالعلوم دیکھنے کے ارادہ کا اظہار کیا، تو حکومت کے افسران نے ان کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن معمر قذافی صاحب نے دارالعلوم دیکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، جس کی وجہ سے حکومت کو اجازت دینی پڑی۔ اس کے بعد معمر قذافی صاحب نے دارالعلوم کا دیدار کر کے جو تاثرات قائم کئے وہ یہ تھے:-

"اس طرح اپنی پوری شان و شوکت اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے ساتھ دارالعلوم کا ہندوستان جیسے دارالحرب ملک میں رہنا انتہائی حیرت انگیز اور قابل تعجب بات ہے، جب کہ ہماری اسلامی

ریاست لیبیا اور دیگر اسلامی ریاستوں اور ملکوں میں بھی اس طرح کا کوئی دینی ادارہ اور مدرسہ قائم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ادارہ اتنی شان و شوکت اور اسلامی اقدار کے ساتھ سرگرم عمل ہے"۔

یہ لیبیائی صدر مملکت معمر قذافی صاحب کے تاثرات کا خلاصہ اور مفہوم ہے، جس سے دارالعلوم کی عظمت و شوکت جو دیگر بلاد و امصار اور ملکوں میں ہے اس کا بخوبی پتہ چلتا ہے اور اس پر ایک ہلکی سی روشنی پڑتی ہے۔

سحرانگیزی

جب بھی کوئی شخص دہلی وغیرہ سے اس ریلوے لائن سے ہوکر سفر کرتا ہے اور پھر جب وہ دیوبند اسٹیشن سے ذرہ آگے بڑھتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے اس قصبہ میں درختوں اور جھاڑیوں کے اوپر سے دارالعلوم کے یہ گنبد اور مینارے اپنی سحرانگیزی کے ساتھ دلوں کو دارالعلوم کی طرف کھینچتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سارے مسافرین اس بات پر مجبور بھی ہوجاتے ہیں کہ اس اسلامی قلعہ اور دینی مرکز کا پہنچ کر دیدار کرلیا جائے۔ اور بالآخر وہ دارالعلوم کے صدر گیٹ یا مدنی گیٹ سے ہوتے ہوئے ساقی کوثر ﷺ کی ڈالی ہوئی بنیاد پر بنی عمارت "نودرہ" کو دیکھتے ہیں، اور پھر ان کی زبانیں خود بخود اس مصرعہ کو گنگنانے لگتی ہیں :-

آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

اس کے ساتھ ہی زائرین و مسافرین کا قلب و نظر دارالعلوم کی دید اور زیارت سے مچلنے لگتا ہے اور وہ اس کی عظمت اور شان انفرادیت کا اعتراف کرتے ہوئے بزبان حال کہنے لگتے ہیں :-

یہ مجلس مے وہ مجلس ہے خود فطرت جس کی قاسم ہے
اس بزم کا ساقی کیا کہیئے جو صبح ازل سے قائم ہے

اس کے ساتھ ہی وہ بانی دارالعلوم کی توصیف و منقبت بیان کرنے کے بعد دارالعلوم کی نشاۃ ثانیہ کے معمار کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے گویا ہوتے ہیں :-

یہ شجرۂ طیب پھیلا ہے تا وسعت امکان پھیلے گا

دشمنانِ دارالعلوم کے عزائم

ٹرین سے سفر کرنے والوں میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی ہوتے ہیں، بلکہ غیر مسلموں کی تعداد تو مسلمانوں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جہاں یہ دارالعلوم مسلمانوں کے لئے باعث فخر وسعادت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب وجگر کے لئے فرحت وانبساط کا سبب ہے، وہیں یہ دارالعلوم بعض متعصب اور شر پسند عناصر کی نگاہوں میں کانٹوں کی طرح چبھنے لگتا ہے اور پھر کیا ....

.......اس کے بعد تو وہ مسلمانوں اور ان کے اسلامی اداروں بالخصوص اس اسلامی مرکز دارالعلوم کے تئیں بری طرح کے مذموم خیالات سوچنے لگتے ہیں اور مختلف طرح کی سازشیں ان کے ذہنوں اور دماغوں میں پروان چڑھنے لگتی ہیں۔ پھر جب اس سے چند ہی قدم آگے چل کر ان کی نگاہیں وقف دارالعلوم کی "دار الحدیث" پر پڑتی ہیں تو ان کے خیالات و نظریات اور سازشوں میں مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس اسلامی قلعہ، مذہبی چھاؤنی اور دینی مرکز دارالعلوم اور وقف دارالعلوم دونوں کو حاسدوں کی گندی نگاہوں سے محفوظ رکھے اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے دائرۂ کار اور میدان عمل کو مزید مستحکم اور وسیع سے وسیع تر بنائے، آمین یارب العالمین۔

طالب علم سے تعارفی بات چیت

جامعۃ الشیخ کا وہ طالب علم ہم سبھوں کے ساتھ ہی ٹرین میں بیٹھا تھا، مگر ابھی تک اس سے تعارفی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ اب جب کہ ٹرین دیوبند اسٹیشن سے کھلنے کے بعد تھوڑی ہی دیر چلی تھی تو اس سے تعارفی بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا، اس نے اپنا نام عبدالباسط بتایا، پھر مزید تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ وہ میرے آبائی گاؤں کے پاس ہی ایک گاؤں کا رہنے والا ہے اور فی الوقت وہ جامعۃ الشیخ میں زیر تعلیم ہے۔

احاطۂ مظاہر علوم کے اندر

اس کے کچھ دیر بعد ٹرین سہارنپور اسٹیشن پہنچ گئی اور ہم سب وہیں اتر گئے، البتہ جامعۃ الشیخ کا طالب علم

عبد الباسط اس سے آگے جانے والا تھا اس لئے وہ نہیں اترا، اس سے سلام و مصافحہ کے بعد ہم سب مظاہر علوم روانہ ہو گئے۔ اس کے کچھ ہی چھنوں بعد مظاہر علوم کی عمارت ہمارے سامنے تھی، میرے دونوں ساتھی قدیم مظاہر علوم چلے گئے اور میں جدید مظاہر علوم چلا گیا۔ وہاں ابھی میقات ثانی کی پڑھائی ختم نہیں ہوئی تھی، اس لئے اولا تو میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا، پھر کچھ دیر بعد میں اپنے ساتھی مولوی شہباز عالم کے کمرہ میں آکر لیٹ گیا، جس کے تھوڑی دیر بعد مولوی شہباز عالم کے علاوہ اس کمرہ کے دیگر ساتھی آنے شروع ہو گئے اور پھر مولوی شہباز عالم بھی آگیا۔ اس سے سلام و مصافحہ کے بعد گفتگو ہونے لگی اسی دوران مولوی حسین بھی وہاں آگیا۔ اس سے بھی سلام و مصافحہ کیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد عصر کی اذان ہوئی اور اس وقت ان سبھوں نے مطبخ سے کھانا لایا اور سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کے بعد مظاہر علوم کی جامع مسجد میں جا کر عصر کی نماز ادا کی۔

کمپنی باغ کی سیاحت

عصر کی نماز کے بعد مظاہر علوم کے چند ساتھیوں کے ساتھ ٹہلنے کے لئے نکل گیا، اور اس کے لئے کمپنی باغ کا انتخاب ہوا، مظاہر علوم سے کچھ ہی دوری پر کمپنی باغ واقع ہے۔ چنانچہ ہم سب پیدل ہی کمپنی باغ گئے، لیکن باغ میں سوائے درخت اور جھاڑو غیرہ کے کوئی اور چیز قابل دید نہیں تھی، اس کے باوجود شہر کے مرد وخواتین بھی اس باغ میں تفریح کے لئے بکثرت آتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس دن بھی عصر کے بعد بہت سارے مرد وخواتین تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے، اگر چہ کہ زیادہ بھیڑ نہیں تھی لیکن پھر بھی بہت زیادہ لوگ آئے ہوئے تھے۔ اس باغ میں ایک مزار بھی ہے جہاں خواتین بکثرت جایا کرتی ہیں، اس مزار کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کسی آدمی کا مزار ہے یا کسی کتا یا بلی وغیرہ کا، ساتھیوں سے بھی اس مزار کے بارے میں کچھ واقفیت نہیں مل سکی۔

پھر ہم سب اس کے اندر ہنسی مذاق اور دل لگی کرتے ہوئے گھومتے پھرتے رہے، اور آخر میں چاروں اطراف کا چکر لگا کر ایک جگہ آرام کی غرض سے بیٹھ کر آپس میں ہنسی مذاق کے ساتھ دیگر بات چیت بھی ہونے لگی، جس میں ایک موضوع دار العلوم بھی تھا۔ پھر اس کے بعد مغرب کی اذان سے کچھ پہلے ہم وہاں

سے نکلے اور مظاہر علوم واپس ہونے لگے، لیکن درمیان راستہ ہی میں مغرب کی اذان ہوگئی اور راستہ ہی کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی، پھر وہاں سے مظاہر علوم واپس آئے، جس کے بعد ہمارے احباب و رفقاء ایک دوسرے کمرہ میں کھانا بنانے میں مشغول ہو گئے۔

بعد نماز عشاء

سیر و تفریح کی وجہ سے میں کافی تھک چکا تھا، اس لئے میں اپنے ایک ساتھی کے کمرہ میں آکر آرام کرنے لگا، پھر تھوڑی دیر بعد عشاء کی اذان ہوئی، میں نے ساتھیوں سے کہا کہ چلو اب نماز پڑھ لیتے ہیں، تو ان میں سے ایک ساتھی بولا کہ ابھی بہت ٹائم ہے جب کہ جماعت کھڑی ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے، پھر اسی ساتھی نے چند لمحے بعد اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ "چلو نماز پڑھ لو، ورنہ تو یہ سوچیں گے کہ دیکھو مظاہری نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں" اور پھر ہم سب جماعت کھڑی ہونے سے چند منٹ قبل مسجد پہنچے۔ اور پھر نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد واپس کمرہ آ گئے، اس کے بعد دستر خوان لگایا گیا اور ہم سب کھانا تناول کرنے لگے۔ کھانا تناول کرنے کے بعد ہم سب بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ مولوی افتخار الحسن اور اس کا ساتھی جو دار العلوم سے ساتھ میں آئے تھے وہ بھی دار قدیم سے دار جدید ہم سب کے پاس آ گئے اور پھر یہاں سے ہم سب مولوی شہباز عالم کا کمرہ چلے آئے اور وہاں دار العلوم کے ہم تینوں ساتھیوں اور مظاہر علوم کے ہمارے ان ساتھیوں کے مابین گفتگو شروع ہو گئی اور ساتھ ہی ہنسی مذاق بھی۔ پھر جب دار العلوم سے آئے میرے ساتھی دار قدیم واپس ہونے لگے تو ہم سب بھی ساتھ گئے، درمیان راستہ سے مولوی شہباز عالم دار قدیم چلا گیا اور باقی ہم چاروں اس کے بازو میں واقع مسجد چلے گئے، اس کے کچھ دیر بعد مولوی شہباز عالم بھی مسجد آگیا اور پھر وہاں سے ہم سب (مولوی افتخار الحسن اور اس کے ساتھی کے علاوہ) دار جدید آ گئے اور پھر کچھ لمحے باتیں کرنے کے بعد بستروں پر دراز ہو گئے۔

فجر کے بعد مطالعہ کتاب

صبح صادق ہونے کے بعد فجر کی اذان ہوئی اور نگران طلبہ بیدار کرنے کے لئے آ گئے، ہم سب نے بھی اٹھ

کر ضروریات سے فراغت کے بعد وضو کیا اور مسجد چلے گئے، پھر نماز کے بعد کمرہ میں آکر میں کچھ دیر خارجی کتاب کا مطالعہ کرتا رہا اور مولوی شہباز وغیرہ دارالعلوم سے آئے ہوئے میرے ساتھیوں کے ساتھ گھومنے کے لئے وہی کمپنی باغ چلے گئے اور وہاں اس وقت جانے کی وجہ صرف میرے ساتھیوں کا اصرار تھا، اس لئے کہ گذشتہ دن وہ سب دارقدیم میں ٹھہرے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے گذشتہ دن عصر کے بعد وہ دونوں ہم سب کے ساتھ کمپنی باغ نہیں جاسکے تھے اور اس سے پہلے بھی وہ دونوں کبھی کمپنی باغ نہیں گئے تھے۔ اس لئے ان کے اصرار پر مولوی شہباز وغیرہ کمپنی باغ چلے گئے اور ادھر میں کمرہ میں لیٹے ہوئے مطالعۂ کتاب میں مشغول ہوگیا اور چند گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد میں سو گیا۔

مظاہر علوم میں نماز جمعہ

تین چار گھنٹے بعد ہمارے ساتھی کمپنی باغ سے گھوم پھر کر واپس آئے اور پھر ناشتہ تیار کرنے کے بعد مجھے بیدار کیا، اور پھر دارالعلوم کے میرے ساتھی مولوی افتخار الحسن اپنے ساتھی کے ساتھ دارقدیم چلے گئے اور میں مولوی شہباز عالم کے ہی کمرہ میں رہا۔ پھر اس کے کچھ دیر بعد جمعہ کی اذان ہوئی اور پھر نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ظہرانہ سے فارغ ہوا۔ اس کے بعد مولوی شہباز عالم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرکٹ میچ دیکھنے چلے گئے اور ادھر ہم سب اس کے کمرہ میں جاکر آرام کرنے لگے اور چار بجے کے بعد بیدار ہوئے۔

اختتام سفر اور دارالعلوم واپسی

چار بجے بیدار ہونے کے بعد ہم سب دارالعلوم روانگی کی غرض سے مولوی حسین کے ساتھ اسٹیشن کی طرف چل دیئے جانے۔ اسٹیشن جاتے ہوئے راستہ ہی میں ایک اسٹیڈیم واقع ہے جہاں مولوی شہباز وغیرہ میچ دیکھنے آئے ہوئے تھے، اس لئے ہم سب کی رائے ہوئی کہ وہاں جاکر اس کو دیکھنا چاہیئے، جب اسٹیڈیم گئے تو میچ ختم ہوچکا تھا اور وہ سب وہاں سے نکل چکے تھے۔

اس کے بعد ہم سب اسٹیشن کی طرف چل پڑے، ابھی ہم اسٹیشن کے قریب ایک مسجد کے پاس سے گذر رہے تھے کہ اچانک مولوی شہباز عالم پر نظر پڑی جو مسجد سے نماز عصر ادا کر کے نکل رہا تھا اور پھر قدرے

تاخیر سے اس کے چند ساتھی بھی مسجد سے نکلے، اس کے بعد اسٹیشن آکر ٹکٹ خریدا اور مولوی شہباز وغیرہ سے سلام ومصافحہ کے بعد رخصت ہوکر دارالعلوم کے لئے روانہ ہوگئے۔

جب ٹرین دیوبند اسٹیشن پہنچی اور ہم سب نیچے اترے تو دیکھا کہ عبدالباسط (جامعۃ الشیخ کا طالب علم جو مظاہر علوم جاتے وقت ہمارے ساتھ تھا) نیچے کھڑا ہے اور وہ بھی اسی ٹرین سے اترا ہے۔ پھر وہاں سے ہم سب پیدل ہی دارالعلوم آئے اور یوں یہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔

دارالحدیث میں درس

دارالعلوم مغرب کے بعد پہنچا۔ پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ ابھی مغرب کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم کی جگہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی صاحب دامت برکاتہم بخاری شریف کا درس دیں گے۔ جس کی وجہ سے دارالعلوم پہنچتے ہی فوراً حضرت شیخ کی آواز پر لبیک کہنا پڑا۔ چنانچہ مظاہر علوم سے دارالعلوم پہنچ کر ضروریات سے فراغت کے بعد وضو کیا اور پھر بخاری شریف لے کر دارالحدیث پڑھنے کے لئے پہنچ گیا۔ جب عشاء کی اذان ہوئی اور درس ختم ہوا تو پھر میں نے کمرہ میں آکر کھانا تناول کیا اور اس کے بعد نماز عشاء مسجد رشید میں ادا کی۔

موقع غنیمت

مسجد رشید میں نماز عشاء ادا کرنے کے بعد مسجد ہی سے وقف دارالعلوم چلا گیا۔ اس لئے کہ میں وقف دارالعلوم بہت دنوں سے نہیں گیا تھا۔ چونکہ مغرب کے بعد حضرت مفتی صاحب اور عشاء کے بعد حضرت شیخ صاحب کے مسلسل درس دیتے رہنے کی وجہ سے وقف دارالعلوم جانے کا موقع نہیں ملتا تھا، اب جب کہ اس دن حضرت شیخ صاحب نے مغرب کے بعد ہی درس دے دیا اور عشاء کے بعد چھٹی کردی، جس کی وجہ سے اس دن بہت اچھا موقع ملا، موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عشاء کی نماز کے بعد وقف دارالعلوم چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر چند ہی لمحے بعد وقت گیارہ بجنے کے قریب تھا۔ پھر رات وہیں قیام کرکے صبح سویرے دارالعلوم آیا اور غسل وغیرہ سے فراغت اور کپڑا تبدیل کرنے کے بعد درسگاہ (دارالحدیث) جانے کی تیاری کرنے لگا۔

اجلاس دوم رابطہ مدارس اسلامیہ

دارالعلوم دیوبند میں ۱۰/ جمادی الاول بروز منگل دارالعلوم دیوبند ہی کے زیر اہتمام "کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ" کا اجلاس دوم منعقد ہونے والا تھا، جس کے لئے بہت پہلے سے تیاریاں زوروں پر تھیں۔ اسی کے پیش نظر ۹/ جمادی الاول کو دارالعلوم میں درس موقوف رہا، اس لئے کہ تمام درسگاہوں میں ملک بھر سے آئے ہزاروں مہمان علمائے کرام اور ذمہ داران مدارس کے لئے قیام کا انتظام کیا جارہا تھا، اس لئے درسگاہیں اس طرف استعمال ہو رہی تھیں، جس کی وجہ سے درس موقوف کردیا گیا۔

اجلاس دوم کی اجمالی تفصیلات

دوسرے دن ۱۰/ جمادی الاول بروز منگل رابطہ مدارس اسلامیہ کے اجلاس دوم کی پہلی نشست جامع رشید میں سات بجے سے بارہ بجے دوپہر تک تھی۔ پھر نماز ظہر کے بعد ختم نبوت کے موضوع پر صرف علمائے کرام کے لئے ایک علیحدہ نشست جامع رشید ہی میں رکھی گئی تھی۔ پہلی نشست میں میں مسلسل موجود رہا، البتہ درمیان میں گیارہ بجے کے بعد میں مطبخ کھانا لینے کے لئے چلا گیا اس لئے کہ بارہ بجے کے بعد کھانا ملنے والا نہیں تھا جس کی وجہ سے میں اجلاس سے پندرہ منٹ غائب رہا، لیکن ختم نبوت کی نشست میں شروع سے آخر تک موجود رہا۔

علمائے کرام کے خطابات

اجلاس دوم کی اس پہلی نشست اور ختم نبوت کی خصوصی نشست میں دارالعلوم دیوبند کے مؤقر اساتذۂ کرام کے علاوہ ملک بھر سے آئے کئی مہمان علمائے کرام نے بھی پر مغز خطابات فرمائے۔ جن میں سے دارالعلوم کے اساتذۂ کرام میں سے وہ اسمائے گرامی جو راقم الحروف کو یاد رہے قلمبند کئے جاتے ہیں:

(۱)... اجلاس دوم کی پہلی نششت میں سب سے پہلے حضرت مہتمم صاحب کا خطبۂ صدارت پڑھ کر سنایا گیا، خطبۂ صدارت پڑھ کر سنانے والے حضرت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب نائب مہتمم تھے۔

(۲) ... حضرت مولانا مفتی شوکت قاسمی صاحب دامت برکاتہم

(۳) ... حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم

(۴) ... حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی صاحب دامت برکاتہم

(۵) ... حضرت مولانا قمرالدین گورکھپوری صاحب دامت برکاتہم

(۶) ... حضرت مولانا قاری محمد عثمان منصورپوری صاحب دامت برکاتہم

ان علمائے کرام کے علاوہ اور بھی دیگر چند اساتذۂ دارالعلوم اور ملک کے دیگر کئی علمائے کرام نے افادیت پر مشتمل پر مغز خطابات فرمائے تھے۔

اجلاس دوم کی دوسری نشست

پھر نماز مغرب کے بعد تقریباً دس بجے رات تک رابطۂ مدارس اسلامیہ کے اجلاس دوم کی دوسری نشست جامع رشید میں ہوتی رہی، جس میں شروع سے آخر تک میں بھی موجود رہا اور اس سے استفادہ کرتا رہا۔

ایک ناقابل قبول رائے اور اس کا پرزور تعاقب

اس دوسری نشست میں ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا اور یہ رائے پیش کی کہ طلباء کی اصلاح کے لئے مدارس اسلامیہ جہاں تکمیل تک کی تعلیم ہوتی ہے وہاں خصوصاً دارالعلوم دیوبند جیسے جامعہ میں " تخصص فی التزکیہ " کی جماعت کھولی جائے اور اس میں تزکیہ سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اور اس سے متعلق دیگر کتب تصوف و تزکیہ پڑھائی جائیں۔ انہوں نے تو بڑے خیر خواہانہ جذبے کے ساتھ یہ بات کہی تھی، لیکن انہوں نے اپنی اس رائے کے پیش کرنے سے قبل اس کے انجام اور غایت کی طرف قطعاً کوئی توجہ مرکوز نہیں کی اور پھر یہ کہ انہوں اس درجہ میں جو چیزیں پڑھانے کی رائے پیش کی وہ سب چیزیں تو ان آٹھ سالہ مدت تعلیم میں سارے طلباء کو پڑھا دی ہی جاتی ہیں، جب وہ اس طویل مدت میں ان سب چیزوں کے پڑھنے سے نہیں سدھرتے ہیں تو وہ اس یکسالہ کورس میں پڑھ کر کیا سدھریں گے؟ اور اس کی کیا امید اور توقع کی جا سکتی ہے؟ سوائے اس کے کہ اس درجہ

میں طلباء کا ایک سال ضائع و برباد ہو۔
وہ اپنی اس رائے کو پیش کرنے کے بعد دوسری باتیں بیان کر کے رخصت ہو گئے اور اس درمیان اس رائے کے متعلق میں اپنے طور پر غور و فکر ہی کر رہا تھا کہ دو بڑے صاحب فہم اور دور اندیش علمائے کرام (جن کے اسمائے گرامی مجھے یاد نہیں رہے) نے حضرت مولانا شوکت قاسمی صاحب سے اظہار خیال کرنے کی اجازت حاصل کر کے بروقت اس رائے پر مناسب تبصرہ فرمایا اور بروقت صحیح تنقید فرمائی۔ اور قریب قریب وہی باتیں فرمائیں جو میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، جس سے مجھے خوشی حاصل ہوئی کہ میری تو کوئی حیثیت نہیں تھی کہ میں اس اجلاس میں اس رائے پر کچھ تبصرہ اور تنقید نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ تبارک و تعالی نے دو علمائے کرام کو اس کے لئے آگے کر دیا اور انہوں نے اس کی طرف توجہ مبذول کی اور بروقت تبصرہ کرنا مناسب سمجھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء.

اجلاس میں منظور کردہ تجاویز کا پڑھ کر سنایا جانا

اجلاس دوم کی اس دوسری نشست کے اختتام پر اس اجلاس دوم میں منظور کردہ تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں، جن میں سے پہلی تجویز حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سجادۂ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر نے پڑھ کر سنائی اور پھر اس تجویز اول پر حضرت نے قریب پچیس منٹ تبصرہ فرمایا، حضرت کے تبصرہ کو طویل ہوتے ہوئے دیکھ کر حضرت مولانا مفتی شوکت قاسمی صاحب نے حضرت سے اپنا تبصرہ ختم کرنے کے لئے اشارہ کیا، جس پر حضرت بول پڑے کہ "مولانا (مفتی شوکت صاحب) نے سمجھ لیا کہ میں موڈ میں آگیا ہوں، نہیں! اب میں اپنی بات کو سمیٹ ہی رہا ہوں"۔ اس کے چند لمحے بعد حضرت نے اپنا تبصرہ ختم فرما دیا۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے بعد دیگر اکابر علمائے کرام نے دیگر بقیہ تجاویز پڑھ کر سنائیں۔
راقم الحروف ان تینوں نشستوں میں مسلسل شریک رہا اور خطاب کرنے والے تمام علمائے کرام کے خطابات سے استفادہ کیا، سوائے ایک شخص کے کہ ختم نبوت کی خصوصی نشست میں جب اس کا بیان شروع ہوا تو میں اس سے نفرت کی وجہ سے جامع رشید سے باہر نکل گیا اور پھر اس کا بیان ختم ہونے کے بعد دوبارہ جامع رشید میں حاضر ہوا۔ صرف اسی ایک شخص کے بیان سے میں نے احتراز کیا، اس کے علاوہ

دیگر سارے علمائے کرام سے مکمل استفادہ کیا۔

تعلیمی سلسلہ کا دوبارہ آغاز

چونکہ ۹/جمادی الاول کو مہمانوں کے واسطے درسگاہوں میں انتظام قیام کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں درس نہیں ہوا، اسی طرح سے ۱۰/جمادی الاول کو بھی اجلاس دوم کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں تعطیل عام رہی۔ اس لئے ان دو دنوں میں دارالعلوم دیوبند میں چھٹی کا عمومی ماحول برقرار رہا۔ پھر اس کے بعد تیسرے دن بدھ کے روز بھی دورۂ حدیث میں درس نہیں ہوا۔ البتہ اس کے بعد ۱۲/جمادی الاول جمعرات کے روز باقاعدہ دورۂ حدیث میں بھی درس کا آغاز ہوگیا، اور اس طرح تین دنوں کی تعطیل کے بعد اپنے سابقہ معمول کے مطابق تعلیمی سلسلہ جاری اور بحال ہوگیا۔

نتائج امتحان ششماہی منظر عام پر

اسی دن ۱۲/جمادی الاول بروز جمعرات دوبارہ تعلیمی سلسلہ کے آغاز ہونے کے ساتھ ہی امتحان ششماہی کے نتائج بھی منظر عام پر لائے گئے اور دوپہر کے وقت دفتر تعلیمات کے سامنے نتائج امتحان آویزاں کر دیئے گئے۔ بحمدہ تعالی سارے طلباء کے نتائج امتحان اچھے رہے۔



مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے نام خط

نتائج امتحان آویزاں کئے جانے کے بعد دوسرے دن ۱۳/جمادی الاول روز جمعہ کو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شروع سال سے اب تک کوئی خط حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے پاس نہیں لکھا ہوں، پتہ نہیں مولانا کیا سوچ رہے ہوں گے؟ اس لئے نماز جمعہ کے بعد ڈاکخانہ سے ڈاک ٹکٹ خرید کر لایا اور خط لکھنے بیٹھ گیا۔ چنانچہ خط لکھنے کے بعد دو دن کی تاخیر سے سوموار کے روز اسے حوالہ ڈاک کیا، جو ان شاء اللہ اب تک حضرت کو مل چکا ہوگا، خط کا مضمون اس طرح ہے :

مضمون خط

ازدارالعلوم دیوبند

محترمی و مکرمی مخدومنا الکریم گرامی قدر حضرت الاستاذ ...... دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالی جاہ!

خدمت مقدسہ میں عریضہ اینکہ بندۂ ناچیز بحمدہ تعالی بخیر وعافیت رہ کر اللہ تعالی کی ذات قدسیہ سے آنحضور والا کے لئے نیک تمناؤں، آرزوؤں اور خواہشات کا متمنی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالی آنحضور والا کے سایۂ عاطفت کو اس ناچیز پر تادیر قائم ودائم اور باقی رکھے، آمین۔

بڑے ہی افسوس اور ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنی غلطی کا معترف ہوں کہ آنجناب والا سے ملاقات کئے ہوئے سال مکمل ہونے والا ہے، لیکن ابھی تک کوئی خط آپ کی خدمت میں ارسال نہیں کر سکا اور نہ ہی بذریعۂ فون رابطہ کیا۔ البتہ شروع شوال میں ایک دستی خط روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد دوسرا خط اب تک نہیں لکھا۔ جس میں سب سے بڑا دخل میری سستی، کاہلی، غفلت یا یوں کہہ لیجئے کہ عدم توجہی اور بے التفاقی کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ المعہد العالی الاسلامی کے لئے خط و کتابت کا پتہ

میرے پاس نہیں تھا۔ اگرچہ کہ میں دارالعلوم سبیل السلام میں چار سال رہا، لیکن وہاں کا پتہ حاصل کرنے کی کوشش کبھی بھی ذرہ برابر بھی نہیں کی۔ اس لئے یہ بندۂ ناچیز اپنی اس گستاخی اور غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے عفوودرگزر کا طالب ہے، اس امید کے ساتھ کہ بندہ کی لغزشوں کو معاف فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

ادھر چند روز قبل المعہد العالی الاسلامی کے زیر اہتمام مطبوعہ کتاب "زندگی کا علمی سفر" نظر سے گذری، جس میں المعہد العالی الاسلامی کا پتہ درج تھا، تو اس کے بعد میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے پتہ اپنی ڈائری میں نوٹ کرلیا اور اب خط لکھنے بیٹھا ہوں۔

آنحضور والا سے آخری ملاقات شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ میں آپ کے مکان پر آپ کے وطن مالوف دربھنگہ روانہ ہونے سے ایک یوم قبل ہوئی تھی۔ پھر اس کے چند روز بعد ۲۱/ شعبان المعظم کو میں دارالعلوم سبیل السلام سے رخصت ہو کر اپنا وطن مالوف بانکا روانہ ہوا۔ پھر اس کے بعد سے آنجناب والا سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بے چین ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہاں دارالعلوم دیوبند میں میرے کمرہ کے ایک ساتھی نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں اور مہمان خانہ کے پاس ہیں اور میں اس وقت کپڑے میں آئرن کر رہا تھا، چنانچہ میں کپڑے کو یوں ہی چھوڑ کر تیز تیز قدموں سے مہمان خانہ گیا اور ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، اس کے بعد مہمان خانہ کے اندر گیا اور معلوم کیا تو بتایا گیا کہ یہاں تو وہ آئے ہی نہیں ہیں، پھر ایک دوسرے ساتھی نے بتایا کہ حضرت ایک دوسری جگہ روانہ ہوگئے ہیں۔ جس سے مجھے بے حد تکلیف ہوئی اور ملاقات کی تمنا دلوں میں لئے ہی رہ گیا... خیر اب ان شاء اللہ رمضان المبارک کے بعد شرف ملاقات حاصل ہوگا۔ فقط والسلام۔

دعاؤں کا طالب:

محمد آفتاب عالم بانکوی، دارالعلوم دیوبند

۱۳ / جمادی الاول ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ

ترجمان دورۂ حدیث کی شرارت وخباثت

بندہ کے ساتھ شرارت

میں اپنے معمول کے مطابق ۱۶/جمادی الاول بروز سوموار دفتر محاسبی وظیفہ اٹھانے کے لئے گیا تو منشی صاحب نے پوچھا کہ کتنی غیر حاضری ہوئی ہے؟ میں نے کہا کہ ایک غیر حاضری ہوئی ہے، تو انہوں نے کہا کہ اس میں دو غیر حاضری لکھی ہوئی ہے، جاؤ! دفتر تعلیمات سے لکھوا کر لاؤ! چنانچہ میں وہاں سے دفتر تعلیمات گیا اور منشی اسعد صاحب سے ملا اور کہا کہ ایسی ایسی بات ہے، تو انہوں نے کہا کہ جاؤ ترجمان کو رجسٹر پہنچانے کے لئے کہہ دو! اس کے بعد میں دار الحدیث آیا اور تیسرے گھنٹہ کے شروع میں ترجمان سے مل کر کہہ دیا کہ منشی صاحب نے رجسٹر پہنچانے کے لئے کہا ہے۔ تو ترجمان نے کہا کہ ابھی طلباء شور کرنے لگیں گے اور مفتی صاحب بھی ابھی آئیں گے، اس لئے چوتھے گھنٹہ کے شروع میں ملنا، پھر چوتھے گھنٹہ میں اس سے ملا تو اس نے کہا کہ کنجی اس (انس مظفر نگری) کے پاس ہے (جو ابھی یہاں موجود نہیں ہے) اس لئے بعد میں ملنا، اور اسی وقت دار الحدیث کے اندرونی حصہ اور مسند درس کی تصویر کھینچی جارہی تھی جو طلبۂ دورۂ حدیث کی سالانہ یادگار دار العلوم ڈائری میں شامل کی جانے والی تھی۔

رائیگاں کوشش

پھر ظہر کے بعد دوسرے گھنٹہ میں میں ترجمان سے ملا اور اسے رجسٹر پہنچانے کے لئے کہا تو اس مرتبہ اس نے کہا کہ جاؤ منشی کو بھیج دو، رجسٹر نہیں جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد میں دفتر تعلیمات گیا تو وہاں منشی اسعد صاحب موجود نہیں تھے جن کے ذمہ ان سب امور کی ذمہ داری ہے،، جس کی وجہ سے مجھے واپس ہونا پڑا، اس کے بعد دوسرے دن ۱۸/جمادی الاول بدھ کے روز یہ سوچ کر دفتر محاسبی گیا کہ چلو جتنا ملتا ہے اتنا ہی وظیفہ اٹھا لیتے ہیں، یہ سوچ کر دفتر محاسبی پہنچا اور بیس روپئے سوخت ہونے کے بعد پچاس روپئے وظیفہ لے کر واپس ہوا۔

اس سال ۲۵/۱۴۲۴ امیں دورۂ حدیث کا ترجمان عثمان غنی سہارنپوری تھا

عصبیت وعلاقائیت

قرآن وحدیث کی اسلامی تعلیمات میں انسانوں کو مادۂ عصبیت اپنے اندر سے ختم کرنے کا حکم ہے اور فرمایا گیا ہے کہ وہ ہم جماعت مسلمین میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر یہ کام کرے۔ لیکن آج کا معاشرہ قرآن وحدیث کی پاک تعلیمات سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ وہ اس حکم کی صریح خلاف ورزی میں بتلا ہے، حتی کہ مدارس اسلامیہ جہاں شب وروز قرآن وحدیث کی تعلیم ہوتی رہتی ہے، وہاں بھی یہ ناپاک شئ اور مذموم ناسور داخل ہو چکا ہے اور اساتذہ سے لے کر طلباء تک اس میں بتلا ہیں۔ کچھ لوگوں کے مابین علاقائیت کی بنیاد پر عصبیت ہوتی ہے تو کچھ کے درمیان برادری اور مذہب ومسلک کی بنیاد پر یہ ناسور ہر جگہ بلا اختلاف مذہب وملت کے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی علاقائیت کی بنیاد پر عصبیت پائی جاتی ہے۔ مثلا حیدآباد وبہار، ممبئی وحیدر آباد اور یوپی وبہار کے درمیان اس کی سخت خلیج اور پاٹ حائل ہے۔ چنانچہ اسی عصبیت کی ایک مثال اس جگہ قلمبند کی جارہی ہے۔

حضرت شیخ ثانی اور ترجمان کی خباثت

۲۴/ جمادی الاول منگل کی رات کی بات ہے کہ عشاء کے کچھ کے دیر بعد حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی صاحب دارالحدیث میں بخاری شریف کا درس دینے کے لئے تشریف لائے، اور پھر جب عبارت خوانی شروع ہوئی تو حضرت شیخ صاحب عبارت خواں کی آواز صاف نہ ہونے کی وجہ سے بولے کہ "صاف اور اچھی عبارت کون پڑھتا ہے؟" طلباء کہنے لگے "فصیح الزمان، فصیح الزمان" تو حضرت نے دریافت کیا کہ "یہ عبارت کیوں نہیں پڑھتا ہے؟" تو طلباء کہنے لگے "ترجمان اس کو پڑھنے نہیں دیتے ہیں" اس کے بعد حضرت شیخ صاحب ترجمان پر بہت زیادہ برہم ہوئے اور فرمایا کہ "جو طلباء عبارت پڑھنے والے ہیں وہ اپنا اپنا نام لکھ کر مجھے دیں، میں خود ہی ان سب سے عبارت پڑھواؤں گا اور اب سے ترجمان کا کوئی کام نہیں رہے گا"۔ اس کے بعد دوسرے دن جب حضرت شیخ صاحب تشریف لائے تو اس دن عبارت کسی دوسرے طالب علم نے پڑھی اور اس دن حضرت شیخ صاحب کچھ نہیں بولے۔ پھر تیسرے دن ۲۶ جمادی الاول جمعرات

کی رات میں کسی دوسرے طالب علم نے عبارت خوانی شروع کردی، جس کی آواز اور عبارت خوانی اچھی نہیں تھی، جس کی وجہ سے حضرت شیخ صاحب اس پر غصہ ہوئے اور فرمایا کہ "وہ جو اچھی عبارت پڑھتا ہے کون ہے؟" تو طلباء نے کہا کہ ابھی وہ نہیں آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ترجمان نے اپنی خیریت بچانے کے لئے کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ "اس کی طبیعت خراب ہے" پھر اس کے متصلا بعد ہی وہ (یعنی فصیح الزماں) آ گئے، مگر اس وقت تک معاملہ سرد پڑ چکا تھا اور بات ختم ہو چکی تھی۔

ترجمان کی کذب بیانی

پھر اس کے بعد دوسرے دن جمعہ کی رات تھی، جس کی وجہ سے درس موقوف رہا، لیکن اس کے بعد ۲۸/ جمادی الاول سنیچر کی رات میں جب حضرت شیخ صاحب تشریف لائے اور اس دن فصیح الزماں بھی موجود تھا، ایک طالب علم نے عبارت خوانی شروع کردی، اس پر حضرت نے دریافت فرمایا کہ "وہ اچھی عبارت پڑھنے والا کون ہے؟" طلباء نے فصیح الزمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ ہے"۔ اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے ترجمان سے دریافت کیا کہ "اس کو عبارت پڑھنے کیوں نہیں دیتے ہو؟" تو اس نے کہا "یہ عبارت نہیں پڑھتا ہے"۔ جب کہ وہ عبارت پڑھنے کا بہت زیادہ خواہشمند اور شوقین ہے لیکن ترجمان کے اس کا نام عبارت خوانی میں نہ دینے کی وجہ سے وہ عبارت خوانی سے محروم رہ جاتا ہے۔

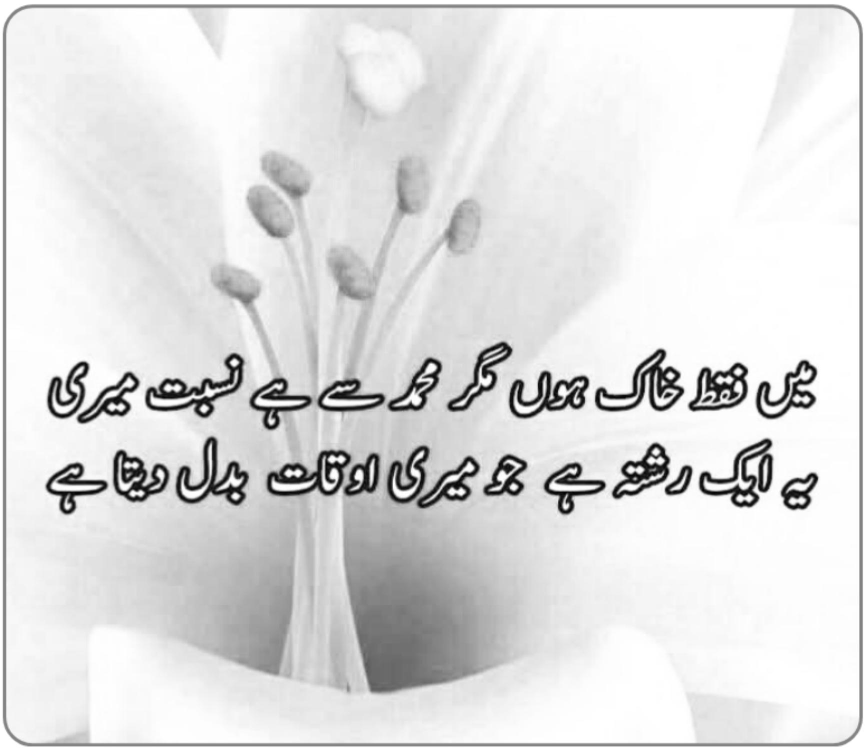
اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے فصیح الزمان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "کل تم عبارت پڑھنا"۔ اس پر ترجمان نے اپنی ظاہری صفائی قلب دکھلاتے ہوئے کہا کہ "آج ہی پڑھ لے"۔ اس کے بعد اس کے معاون نے بظاہر حضرت کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ "نہیں، آج (عبارت پڑھنے میں) غلطی ہو سکتی ہے، اس لئے کل ہی پڑھے"۔ بہر حال کل یہ بات ہوئی تھی، اب آج اس وقت (۲۹/جمادی الاول اتوار کی رات میں نماز عشاء کے تھوڑی دیر بعد) دیکھنا ہے کہ کیا ہوتا ہے؟۔

ترجمان کی حماقت و بیوقوفی

چنانچہ اس کے کچھ ہی دیر بعد حضرت شیخ صاحب تشریف لائے اور آج پہلی مرتبہ فصیح الزمان نے حضرت شیخ

صاحب کے درس میں عبارت پڑھی۔ لیکن آج کے دن کسی طرح کی کوئی بات پیش نہیں آئی اوراس معاملہ میں آج کا دن بحمدہ تعالی بہت اچھا رہا۔

البتہ آج اتنی سی بات پیش آئی کہ حضرت شیخ صاحب نے دوران درس ایک قسم کے پیالہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ "فیض الباری میں اس کی تصویر بنی ہوئی ہے"۔ اس کے بعد طلباء سے دریافت فرمایا کہ "فیض الباری ہے؟"۔ تو سارے طلباء خاموش رہے، لیکن ترجمان نے اپنی حماقت کا اظہار کرتے ہوئے بیوقوفوں کی طرح ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ایسا اشارہ کہ جس کا کوئی مطلب نہیں بن رہا تھا۔ اس پر حضرت نے اس کے اس اشارہ کرنے کو بار بار استہزاء کے طور پر دوہرایا۔ تو اس پر ترجمان نے بتکلف ہنسی کا اظہار کرتے ہوئے مسکرایا۔ اور ہاتھ میں عمدۃ القاری لے کر بولا "یہ ہے حضرت!"۔ اس پر حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ "دیکھو! میں بول رہا ہوں کہ یہ تصویر فیض الباری میں ہے اور یہ عمدۃ القاری دکھا رہا ہے"۔ اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ "اس سے زیادہ خبیث (ترجمان) آج تک کوئی نہیں آیا ہے"۔



مختلف باتیں

انجمن سے بے التفاتی

دارالعلوم دیوبند آئے ہوئے مجھے آٹھ مہینے ہونے جارہے ہیں، لیکن اس طویل مدت میں میں نے اپنی ضلعی انجمن میں کبھی شرکت نہیں کی، اور شرکت بھی کیسے کرتا؟ جب کہ اس سے پہلے دارالعلوم سبیل السلام کے زمانۂ قیام میں اساتذۂ کرام کی نگرانیوں اور پابندیوں کے باوجود میں انجمن میں شریک نہیں ہوتا تھا، تو پھر میں یہاں دارالعلوم دیوبند میں اتنی آزادی ملنے پر کیوں اور کیسے شریک انجمن ہوتا؟ جب کہ یہاں انجمن میں شریک نہ ہونے پر کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی نہیں ہے، اس لئے میں کبھی بھی دارالعلوم دیوبند کی اپنی ضلعی انجمن میں شریک نہیں ہوا۔

اختتامی پروگرام

ہماری ضلعی انجمن کے صدر رفیق درس محمد سہیل بانکوی ۲۶/ جمادی الاول بروز جمعرات مجھ سے ملا اور کہا کہ "آج تو آخری پروگرام ہے، کم سے کم اس میں تو شرکت کرو"۔ تو میں اس پر بلا کسی تأمل کے پروگرام میں شرکت کے لئے تیار ہوگیا اور وعدہ کرلیا کہ "ٹھیک ہے ضرور شرکت کروں گا"۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ "مغرب کے بعد تو پڑھائی ہوگی، اس لئے بہتر ہوتا کہ عشاء کے بعد پروگرام ہو، اگر ایسا ہوا تو میں شریک ہوں گا" تو اس پر اس نے کہا کہ "بات تو بالکل درست ہے (ہماری ضلعی انجمن کے شرکاء کی اکثریت تو طلبۂ دورۂ حدیث ہی کی ہے اور دیگر درجات کے طلبہ بہت ہی کم برائے نام ہیں) ایسا ہی ہونا چاہیئے"۔ اس کے بعد اس نے کہا "اچھا ٹھیک ہے، عشاء کے بعد کا اعلان نکالتا ہوں"۔ اس کے بعد عصر کے وقت نماز کے لئے مسجد رشید جاتے ہوئے دوبارہ اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ پروگرام میں شریک ہو رہے ہو نا؟ میں نے جواب دیا "کیوں نہیں؟ جب وعدہ کرلیا ہوں تو"۔ اس کے بعد اس نے کہا "اعلان دیکھ لئے؟" تو میں نے کہا "نہیں! ابھی (نماز پڑھنے کے لئے مسجد رشید) جارہا ہوں (جاتے ہوئے) دیکھ لوں گا"۔

نماز عصر ادا کرنے کے بعد کھانا کھا کر "میڈیکل کالج اینڈ ہسپتال دیوبند" کی طرف بہت دور ایک گاؤں کے قریب تک تفریح کے لئے نکل پڑا۔ جدھر اکثر طلبۂ دارالعلوم تفریح کے لئے جایا کرتے ہیں۔ پھر غروب شمس سے کچھ قبل واپسی پر اذان کے بعد نماز مغرب ادا کی، اور اس کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب کے درس ترمذی میں شرکت کے لئے دارالحدیث چلا گیا۔ درس کے اختتام کے بعد نماز عشاء سے فارغ ہو کر اپنی ابتدائی تعلیم کے ایام قلمبند کرنے میں مشغول ہو گیا۔

انجمن میں اول و آخر شرکت

چند صفحات لکھنے کے بعد میں انجمن میں شرکت کے لئے تکمیل علوم کی درسگاہ میں پہنچا، لیکن وہاں طلبۂ مئو کی انجمن ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے دوسری درسگاہوں میں جھانکتے ہوئے صدر انجمن کا کمرہ جا رہا تھا کہ وہ "باب معراج" کے پاس چند طلباء کے ساتھ انجمن میں آتے ہوئے ملا، تو میں نے اس سے تذکرہ کیا کہ "تکمیل علوم کی درسگاہ میں تو طلبۂ مئو کی انجمن ہو رہی ہے"۔ اس پر اس نے کہا کہ "پھر تکمیل ادب کی درسگاہ میں اپنی انجمن ہوگی"۔

اس کے بعد ہم سب تکمیل ادب کی درسگاہ پہنچے اور انعقاد پروگرام کے لئے درسگاہ کو ہلکا سا منظم کئے، جس کے بعد اختتامی انجمن کی کاروائی شروع کر دی گئی اور پھر تلاوت قرآن اور نعت نبی ﷺ کے بعد تقریر کے لئے سب سے پہلے میرا ہی نام پیش کر دیا گیا۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ آخر میں میرا نام پیش کیا جائے گا، اس لئے اس سے پہلے کچھ سوچ لوں گا۔ لیکن سب سے پہلے شروع ہی میں نام پکارنے کی وجہ سے مجھے کچھ بھی سوچنے اور غور و فکر کرنے کا وقت نہیں ملا، جس کی وجہ سے میں نے عذر پیش کر دیا۔ لیکن قبول ندارد، بالآخر مجھے تقریر کے لئے کھڑا ہونا ہی پڑا اور پھر تقریر کے بعد ہی مجھے رخصت ملی۔

نماز فجر میں تخفیف

مسجد چھتہ اور جامع رشید میں فجر کی نماز قریب پندرہ منٹ میں ہوتی ہے۔ لیکن ۲۷/ جمادی الاول بروز جمعہ کی بات ہے کہ جب میں وضو کر کے تیار ہوا اور گھڑی دیکھا تو ٹائم بہت کم تھا۔ جامع رشید میں نماز تو مل جاتی مگر

سنت نہیں ملتی، جس کی وجہ سے میں مسجد چھتہ چلا گیا۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ ایک رکعت مکمل ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے سنت کی نیت باندھ لی کہ امام صاحب کے رکوع میں جانے سے پہلے پہلے دو خفیف رکعت پڑھ لوں گا۔ چنانچہ میں نے بڑی تیزی کے ساتھ دو خفیف رکعت پوری کی۔ لیکن اس کے باوجود امام صاحب کے ساتھ دوسری رکعت بھی چھوٹ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس دن نماز فجر صرف چار منٹ کے قلیل وقت میں ادا کی گئی، جب کہ روزانہ قریب پندرہ منٹ میں ہوا کرتی تھی، جس کی وجہ سے مجھے امام کے اوپر بہت زیادہ غصہ آیا کہ یہ کون شخص آج نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گیا اور فوراً ہی نماز ختم کر دی۔ (مسجد چھتہ کے جو مستقل امام صاحب تھے وہ کسی وجہ سے اس دن نہیں آئے تھے)۔

اعادۂ تخفیف

پھر اس کے بعد دوسرے دن بھی قلت وقت کی وجہ سے میں فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد چھتہ ہی گیا، جاتے ہوئے دیکھا کہ مسجد قدیم میں امام صاحب سلام پھیر رہے ہیں۔ اس کے بعد آگے بڑھا تو چند ساتھی مسجد چھتہ سے آرہے تھے مجھے اشارہ میں کہا کہ (مسجد چھتہ میں) نماز ہو چکی ہے۔ جب کہ مسجد چھتہ میں مسجد قدیم کے دس منٹ کے بعد جماعت کھڑی ہوتی ہے، لیکن اس دوسرے دن وہاں مسجد قدیم سے پہلے ہی نماز ختم ہو گئی۔

مسجد چھتہ جاتے ہوئے جن ساتھیوں نے مجھے اشارہ سے کہا تھا کہ نماز ختم ہو چکی ہے۔ لیکن میں نے ان کے اشارہ کو مکمل طور پر نہیں سمجھا۔ پھر یہ کہ جس قدر سمجھا اس پر مجھے یقین نہیں ہوا، اور میں مسجد چھتہ چلا گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد دیکھتا ہوں کہ دعا ہو رہی ہے، اس کے بعد میں مسجد طیب آیا جہاں اقامت ہو رہی تھی۔ اس مسجد میں نیچے جماعت ہونے کی وجہ سے مسجد کے بالائی حصہ میں سنت ادا کی اور پھر نیچے آکر نماز باجماعت ادا کی۔

یہ دو دن مسجد چھتہ میں ایسی نماز ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی بھی اس طرح نماز نہیں ہوئی تھی۔ مسجد چھتہ میں نماز سنن و مستحبات کی انتہائی رعایت کرتے ہوئے ہوتی ہے۔ لیکن اس موقع پر امام مسجد کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا کہ جس کی وجہ سے مجھے یہ دو دن دیکھنے پڑے۔

گدھا اور ٹریفک

ایک دن دار الحدیث میں جب حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم درس دینے کے لئے تشریف لائے اور ابھی مسند حدیث پر قدم رکھے ہی تھے کہ ایک طالب علم پر نظر پڑی جو دار الحدیث میں بیٹھا سو رہا تھا، تو حضرت الاستاذ نے حد درجہ غضبناک ہو کر اس کو کھڑا ہونے کے لئے کہا، پھر کہنے لگے کہ "تم سب رات بھر سوتے رہتے ہو پھر بھی دن میں وہ بھی گھنٹہ میں سوتے ہو (جب کہ رات میں صرف تین ہی گھنٹے سونے کا وقت ملتا ہے) پھر اس صاحب النوم طالب علم سے پوچھا "کہاں کے ہو، گھر کہاں ہے؟" تو اس نے ذرہ بھی عار و جھجک کے بغیر مظفر نگر بتایا۔ اس کے بعد حضرت الاستاذ کہنے لگے کہ "او ہو، مظفر نگر کے ہو، مظفر نگر والوں کے لئے تو قانون ہے نہیں، جس طرح گدھے کے لئے ٹریفک کا کوئی نظام نہیں ہوتا ہے، تو اسی طرح مظفر نگر والوں کے لئے دار العلوم میں کوئی قانون نہیں ہے"۔ پھر اس کے چار پانچ منٹ کے بعد اس طالب علم کو بیٹھنے کے لئے کہہ دیا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کا ایک علمی مزاح

آج ۳/ جمادی الآخر کو دوران درس جب حضرت مولانا نصیر احمد خاں بلند شہری دامت برکاتہم بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، اور صفحہ نمبر ۳۲۶ کی عبارت "قیدا بن مسعود عکرمۃ" پر پہنچے۔ تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ "جب میں درسگاہ میں آتا ہوں، تو چند ہی بچے درسگاہ میں رہتے ہیں، جب کہ آٹھ سو سے زائد بچے اس درسگاہ میں پڑھتے ہیں۔ اس لئے میں ایسا کروں کہ ہر طالب علم کی سیٹ پر ایک کھونٹا (لکڑی) گاڑ دوں، اور جب پہلے گھنٹہ میں سب پڑھنے آئیں تو اس وقت روزانہ سب کو ان کھونٹے میں کس کر باندھ دوں" اس پر سارے طلباء ہنس پڑے۔ حضرت شیخ صاحب نے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔

* * * * * * *

طلبۂ دورۂ حدیث کا ہنگامہ

۲۴/ جمادی الآخر بدھ کے روز کی بات ہے کہ جب ہم تیسرے گھنٹہ میں دار الحدیث پہنچے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم تشریف لائے۔ تو مسند حدیث پر بیٹھتے ہی کہا کہ "تم میں سے بعض کہتا ہے کہ مفتی صاحب کیا کرلے گا میں دیکھ لوں گا"۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب باآواز بلند کہنے لگے کہ "مجھے کیا دیکھے گا؟ میں تو دیکھا ہوا ہوں، میں نے کس کا کیا بگاڑا ہے؟ جو اس طرح اس نے کہا ہے"۔ اس کے بعد چیختے ہوئے کہا کہ "ترجمان کہاں ہے؟ وہ آئے اور عبارت پڑھے"۔ حضرت مفتی صاحب کی بلند اور کڑک آواز سے تمام طلبۂ دورۂ حدیث سہم گئے اور ان پر یک لحہ سکوت طاری ہوگیا اور سب سوچ میں پڑ گئے کہ مفتی صاحب کو کس نے کیا کہہ دیا؟۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے کہا کہ "ترجمان کہاں ہے؟ بلا کر لاؤ، وہی عبارت پڑھے گا"۔ چنانچہ چند طلباء باہر گئے اور پھر واپس آکر کہا کہ "ترجمان نہیں ملا"۔

جس وقت حضرت مفتی صاحب یہ باتیں بول رہے تھے، ترجمان درسگاہ میں موجود نہیں تھا اور وہ دوسرا گھنٹہ ختم ہوتے ہی فوراً درسگاہ سے نکل گیا تھا، اور جب حضرت مفتی صاحب تشریف لائے تو اس وقت ترجمان بائیں طرف دیوار کے پیچھے چھپ گیا تھا اور جب حضرت مفتی صاحب غصہ ہو رہے تھے تو ترجمان اس وقت اسی جگہ چھپا ہوا تھا۔

درس نہیں ہوگا

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے کہا "درس نہیں ہوگا، ترجمان آئے گا، عبارت پڑھے گا، تب درس ہوگا"۔ اس کے بعد یہ کہہ کر حضرت مفتی صاحب دار الحدیث سے نکل کر چلے گئے۔ ادھر دوسری طرف طلباء میں شور وغل اور ہنگامہ شروع ہوگیا، کہ کیا معاملہ پیش آگیا اور کس وقت ترجمان نے مفتی صاحب کے متعلق کیا کیا باتیں کہی ہیں؟ اس کے بعد تمام طلباء اپنے اپنے کمروں کی طرف متوجہ ہوئے۔

وجہ ناراضگی

اس سے گذشتہ رات میں جب عشاء کی اذان ہوئی اور حضرت مفتی صاحب درس ختم کر کے گھر چلے گئے اور ادھر درسگاہ (دارالحدیث) میں مفتی صاحب کا لڑکا احمد سعید اور ترجمان بیٹھا ہوا رہ گیا۔ تو ترجمان بار بار احمد سعید کو مارنے کے لئے آگے بڑھا اور برا بھلا بھی کیا۔ اور اسی وقت ترجمان نے احمد سعید سے کہا کہ مفتی صاحب کیا کر لے گا؟ دیکھ لوں گا۔ اور یہ سارا منظر دارالحدیث کے اوپر سے احمد سعید کا بھائی دیکھ رہا تھا جو اس وقت اپنے ایک مہمان کو دارالعلوم کی زیارت کرانے کے لئے آیا ہوا تھا اور وہ اس وقت دارالحدیث کے بالائی حصہ کے دائیں طرف سے گذر رہا تھا۔ احمد سعید نے تو حضرت مفتی صاحب سے اس کی شکایت نہیں کی مگر اس کا بھائی جو اوپر سے یہ منظر دیکھ رہا تھا اس نے گھر جانے کے بعد اپنے والد صاحب (حضرت مفتی صاحب) سے ساری بات کہہ ڈالی۔ جس کی وجہ سے ۲۴/جمادی الآخر کے دن حضرت مفتی صاحب ترجمان کے رویہ سے سخت ناراض اور غصہ ہو کر بغیر درس دیئے واپس چلے گئے۔

ہنگامہ آرائی میں شدت

اسی دن پھر مغرب کے بعد جب حضرت مفتی صاحب دارالحدیث میں تشریف لائے تو آتے ہی بلند آواز سے کہا "ترجمان کہاں ہے؟" ترجمان کے دوبارہ موجود نہ رہنے کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب پھر دوبارہ وہی دن والے جملے دوہرا کر واپس چلے گئے کہ "جب ترجمان آئے گا اور عبارت پڑھے گا، تب درس ہوگا، ورنہ تو درس نہیں ہوگا"۔ یہ کہہ کر حضرت مفتی صاحب دارالحدیث سے نکل کر چلے گئے۔

حضرت مفتی صاحب کے دارالحدیث سے بغیر درس دیئے واپس چلے جانے کے بعد تو تمام طلبۂ دورۂ حدیث غضب و غصہ سے بھڑک اٹھے، اور سخت شور و شغابے ہونے لگے۔ اسی درمیان کچھ طلباء ترجمان کو ڈھونڈنے کے لئے نکل پڑے کہ آج جہاں کہیں بھی ترجمان ملے گا اس کو دارالحدیث میں پکڑ کر لائیں گے اور پھر اس کی اجتماعی پیٹائی ہوگی۔ لیکن وہ کمرہ میں موجود نہیں تھا، جب کہ اس کے کسی ساتھی نے اس کو کمرہ میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا تھا جس کی وجہ سے کمرہ میں اس کی موجودگی کا پتہ نہیں چلا، اس کے بعد ادھر

ادھر تلاش کرنے کے بعد وہ سب طلباء واپس دارالحدیث آ گئے۔

مظاہرۂ اتحاد واتفاق

اس کے بعد سارے طلباء نے دارالحدیث میں اکٹھا ہو کر مشورہ کیا اور ترجمان کے متعلق مطالبۂ اخراج پر اتحاد رائے کا اظہار کیا اور تمام طلباء متفق ہو کر شور وغل اور نعرے بازیاں کرتے ہوئے مدنی گیٹ سے ناظم تعلیمات حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کے مکان کی طرف چل پڑے۔ اس کے ساتھ ہی طلبۂ دورۂ حدیث کے اس بپھرے ہوئے ہجوم میں دیگر درجات عربیہ کے طلباء بھی تماشائی کی حیثیت سے شامل ہو گئے تھے اور ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے ازدحام بہت زیادہ تھا، جس کی وجہ سے جس طرف یہ ہجوم رخ کرتا اس طرف دور دور تک زمین نظر نہیں آ رہی تھی۔

مولانا ارشد مدنی صاحب کے مکان پر دھاوا

بپھرے ہوئے ہجومی طلباء جو نعرے لگا رہے تھے، ان کے جملے یہ تھے "ارشد مدنی مردہ آباد، ارشد مدنی مردہ آباد" دوسرا نعرہ یہ تھا "ارشد مدنی! ترجمان کا اخراج کرو"۔ ہجوم اس طرح نعرے بازیاں اور ہنگامہ آرائیاں کرتے ہوئے آگے بڑھا اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب حفظہ اللہ کے مکان پر دھاوا بول دیا اور پھر ہر طرف سے اینٹ اور پتھر پھینکے جانے لگے۔ لیکن اس سے پہلے ہی ہنگامہ کی آواز سن کر حضرت مدنی صاحب دوسرے دروازہ (جو روڈ کی طرف ہے) سے نکل کر بذریعۂ کار دوسری جگہ چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی اندر سے دونوں دروازے بند کر دیئے گئے، تاکہ ہجوم گھر کے اندر گھس کر فساد اور توڑ پھوڑ نہ مچائے۔ واقعی اگر دروازہ بند نہ کیا جاتا تو یقیناً ہجوم مکان میں گھس کر فساد مچاتا اور توڑ پھوڑ کرتا۔

صدا بصحرا

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب حفظہ اللہ تو قبل از وقت ہی مکان سے نکل کر باہر چلے گئے تھے، مگر اس بات کا ہجوم کو ذرہ بھی علم نہیں ہو سکا تھا۔ اور ہجوم اس بات سے عدم واقفیت کی وجہ سے زور زور سے پکار

رہاتھاکہ مولاناکوسامنے بھیجوان سے بات کرنی ہے۔ لیکن اندر سے صرف یہی کہاجارہاتھاکہ واپس ہوجاؤ۔ ساتھ ہی چند آدمی مکان کی دیوار پر چڑھ کر ہجوم کے سامنے والے طلباء سے بات کرر ہے تھے مگراس کا کوئی اثر نہیں ہورہاتھااور ساری باتیں صدا بصحرا ثابت ہورہی تھیں۔ مزید یہ کہ سخت شوروغل اور نعرے بازیوں کی وجہ سے ان سبھوں کی کوئی بھی بات سنائی نہیں دے رہی تھی۔

مولاناارشدمدنی صاحب کالڑکاپتھراؤکی زدمیں

ایک طرف توچند آدمی دیوار پرچڑھ کر ہجوم کے سامنے والے طلباء سے بات کرر ہے تھے، جن میں مولانا ارشدمدنی صاحب کاایک لڑکا بھی شامل تھا۔ تودوسری طرف ہجوم مسلسل شوروشغابے اور نعرے بازیاں کررہاتھااورپتھراؤکاسلسلہ بھی وقفہ وقفہ سے جاری تھا، کہ اسی درمیان مولاناارشدمدنی صاحب کا لڑکاہجوم کی طرف سے ہونے والے پتھراؤکی زدمیں آگیااورایک سخت پتھر بڑی تیزی کے ساتھ اس کے سر سے جاکرلگاجس کی وجہ سے سرپرکاری ضرب لگ گئی اوروہ زخمی ہوگیا،جس کی وجہ سے وہ دیوار سے اترکرمکان میں جاکرآرام کرنے لگااورادھراس کے علاوہ دوسرے آدمی ہجوم سے بات کرتے رہے۔

ہجوم کارخ دوسری طرف

جب اس طرف کسی طرح کاکوئی حل نہیں نکل رہاتھاتوہجوم مجبورولاچارہوکرپیچھے ہٹ آیااوردوبارہ یہ مشورہ کیاکہ مولاناارشدمدنی صاحب سے نمازعشاء کے بعدجامع رشیدمیں ملاقات کی جائے،اس لئے کہ وہ نمازپڑھنے توجامع رشید آئیں گے ہی۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی طے پائی کہ فی الوقت مولاناعبدالخالق مدراسی صاحب سے ملاقات کرکے معاملہ کاحل نکالاجائے۔ چنانچہ اس کے بعد مولاناارشدمدنی صاحب کے مکان کاطویل گھیراؤمکمل طورپرختم کرکے شوروشغابے کرتے ہوئے مدنی گیٹ سے دارجدید کے اندر داخل ہوئے۔ اس وقت مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب مہتمم عربی میں مشکوۃ شریف کادرس دے رہے تھے۔

نائب مہتمم صاحب کا گھیراؤ

چنانچہ ہجوم اس کے بعد مختلف سمتوں سے ہفتم اولی کی طرف بڑھا اور ہر چہار جانب سے ہفتم اولی کا محاصرہ کر کے نائب مہتمم مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ طلبۂ ہفتم عربی اس اچانک شور و شغابے اور پھر مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب کے گھیراؤ سے حیران و ششدر رہ گئے اور معاملہ ان سبھوں کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ ادھر مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب بھی درس دینے میں مشغول و منہمک رہے اور حدیث نبوی سے اعراض کر کے ہجوم کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا اور ان کے اس طرز درس میں ہجوم کا ہنگامہ اور شور و شغابہ ذرہ بھی اثر انداز نہیں ہو سکا۔ جب مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب کا درس ختم ہوا اور کتاب بند کر دیا، تب ہجوم کی طرف سے نمائندگی کرنے والے چند طلباء آگے بڑھے اور مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب کے سامنے باادب حاضر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب ہجوم کی طرف متوجہ ہوئے اور بات چیت کی، اور کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد ہجوم وہاں سے چھٹا اور دوبارہ دار الحدیث میں سارے طلباء مجتمع ہو گئے۔ مولانا عبد الخالق مدراسی صاحب سے کیا بات چیت ہوئی اور انہوں نے کیا کہا یہ معلوم نہیں ہو سکا۔

اتفاقی مشورے

دار الحدیث میں ہجوم نے آکر سہ بارہ مشورہ کیا اور تین فیصلے پر اتفاق کیا، پھر دار الحدیث کے مسند درس سے وہ تینوں فیصلے بآواز بلند ہجومی مجمع کو سنائے گئے۔ وہ فیصلے یہ تھے (۱) پہلی بات یہ طے کی جاتی ہے کہ نماز عشاء تمام طلباء مسجد رشید میں ہی پڑھیں۔ نماز کے بعد متصلاہی مسجد میں ہی مولانا ارشد مدنی صاحب سے گفتگو کی جائے گی (۲) ابھی (بعد نماز عشاء) شیخ ثانی درس دینے کے لئے آئیں گے، لیکن کوئی بھی دار الحدیث نہ آئیں (۳) تیسرا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کل (یعنی ۲۵/جمادی الآخر بروز جمعرات) کسی بھی گھنٹہ میں کوئی پڑھنے کے لئے نہ بیٹھیں۔

مولانا ارشد مدنی صاحب کا گھیراؤ

اس کے بعد تمام طلباء دارالحدیث سے نکل گئے، اور چونکہ اسی دوران اذان عشاء ہو چکی تھی، اس لئے طلباء مسجد رشید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس دن مسجد رشید میں نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ طلباء کی اکثریت مسجد چھتہ اور مسجد قدیم کے بجائے مسجد رشید ہی میں نماز پڑھنے آئے۔ جس کی وجہ سے اور دنوں کے بالمقابل اس دن مسجد رشید میں نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کافی ہجوم تھا۔

نماز عشاء کی فرض و سنت اور واجب نمازوں کی ادائیگی کے بعد طلباء نے مولانا ارشد مدنی صاحب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ادھر دوسرے بیرونی آدمی اور کچھ وہ طلباء جنہیں ہنگامہ کی کچھ خبر نہیں ہوئی تھی وہ اس منظر کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے کہ کیا معاملہ پیش آگیا؟ اور یہ طلباء مولانا ارشد مدنی صاحب کو اپنے گھیرے میں کیوں لئے ہوئے ہیں؟ اور اس کے متعلق صورتحال سے ناواقف لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے اور صورتحال کے متعلق دریافت بھی کر رہے تھے۔

چنانچہ اسی دوران دارالعلوم سبیل السلام کے سابق استاد مولانا محبوب فروغ قاسمی صاحب جو سال رواں سے جامعۃ الشیخ دیوبند میں تدریسی خدمت کے علاوہ مولانا ارشد مدنی صاحب کے تحقیقی اور تالیفی امور میں تعاون کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے صورتحال کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے انہیں ہنگامہ کی صحیح صورتحال سے واقف کرایا اور بتایا کہ یہ سب دورۂ حدیث کے ترجمان کے اخراج کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مولانا ارشد مدنی صاحب کا خطاب

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے اذکار و اوراد سے فراغت کے بعد خود ہی مؤذن سے لاؤڈ اسپیکر کھلوایا اور طلباء کے کچھ بولنے سے قبل ہی خطاب شروع کر دیا۔ اس وقت طلباء مسجد کا ادب و احترام کرتے ہوئے چین و سکون کے ساتھ بیٹھ گئے اور اطمینان و وقار کے ساتھ مولانا ارشد مدنی صاحب کا خطاب سننے لگے۔

مولانا ارشد مدنی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد: عزیز طلباء! دیکھو یہ مسجد ہے، اللہ کا گھر ہے، اس لئے مسجد کا ادب و

احترام کرتے ہوئے سکون ووقار کے ساتھ بیٹھے رہو، اور شور وشغا ب سے قطعی طور پر احتراز کرو۔
ابھی میں اور مولانا ریاست صاحب مغرب کے بعد مفتی صاحب کے پاس گیا تھا اور ان سے ملا تو وہ بالکل ہی خوش وخرم اور ہشاش و بشاش نظر آئے اور اس طرح ملے گویا کہ ان کو کوئی ناراضگی اور غصہ ہے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ (ترجمان) تو میرا بیٹا ہے میں اپنے بیٹا سے کیوں ناراض ہوں گا؟ اس کے علاوہ وہ پڑھانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں اور کل سے پڑھانے کے لئے آئیں گے۔ تم سب خواہ مخواہ شور وشغا ب اور ہنگامہ کر رہے ہو، جاؤ آرام سے رہو اور محنت سے پڑھو۔

کذب بیانی یا صلح وصفائی

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے اپنے اس خطاب میں کہا "وہ (مفتی صاحب) بالکل ہی خوش وخرم اور ہشاش بشاش نظر آئے اور اس طرح ملے گویا کہ ان کو کوئی ناراضگی اور غصہ ہے ہی نہیں"۔ جب کہ عینی شاہد کی اطلاع کے مطابق مولانا ارشد مدنی صاحب اور مولانا ریاست علی بجنوری صاحب جب حضرت مفتی صاحب کے پاس گئے تو دونوں گھٹنے کے بل حضرت مفتی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور ترجمان کی طرف سے ان دونوں نے معافی طلب کی، تو اولا مفتی صاحب نے دونوں کو جھڑک دیا۔ البتہ بہت دیر تک منت وسماجت کے بعد مفتی صاحب درس شروع کرنے کے لئے تیار ہو گئے، اور درس کا منقطع سلسلہ آئندہ دن سنیچر سے شروع کرنے کا وعدہ کرلیا۔

ہنگامہ کا اختتام

بہرحال حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کے اس مختصر خطاب کے بعد تمام ہجومی طلباء سرد پڑ گئے اور ہنگامہ ختم ہو گیا اور سب ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اور بقیہ دو فیصلے جو دارالحدیث میں اتفاقی طور پر منظور کئے گئے تھے وہ منسوخ کر دیئے گئے اور پھر کچھ ہی دیر بعد میں حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی صاحب دارالحدیث میں تشریف لے آئے، اور تمام طلباء دارالحدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر تعلیم اپنے معمول کے مطابق ہونے لگی اور پھر دوسرے ہی دن سے حضرت مفتی صاحب نے بھی درس کا آغاز کر دیا، اور اس طرح سے یہ ہنگامہ اختتام پذیر ہوا۔

مفتی سعید احمد پالنپوری اور چند باتیں

پندرہ اگست کے دن درس

کل ۲۷/ جمادی الآخر بروز سنیچر حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب دامت برکاتہم نے دارالحدیث میں درس کے اختتام پر فرمایا کہ "آج شام میں درس ہوگا، اس لئے کہ انگریزی تاریخ بارہ بجے رات میں بدلتی ہے اور پندرہ اگست کل ہے اور کل دن میں تیسرا اور چوتھا دو گھنٹے پڑھاؤں گا، اس لئے کہ تم سب نے دو وقت برباد کیا ہے اور کل شام میں بھی پڑھاؤں گا، اس لئے کہ اسلامی تاریخ مغرب بعد سے شروع ہوجاتی ہے"۔ چنانچہ ۲۷/ جمادی الآخر کی تاریخ ختم ہوئی اور مغرب کے بعد حضرت الاستاذ مفتی صاحب نے حسب اعلان دارالحدیث میں آکر درس دیا۔ اس کے بعد دوسرے دن ۲۸/ جمادی الآخر مطابق ۱۵/ اگست کو بھی حضرت الاستاذ مفتی صاحب درس دینے کے لئے تشریف لے آئے، جب کہ اس دن دفتر تعلیمات کی طرف سے تعطیل کا اعلان صدر دروازہ (باب قاسم) پر چسپاں کیا جاچکا تھا، کہ "آج ۱۵/ اگست ۲۰۰۴ء موافق ۲۸/ جمادی الآخر ۱۴۲۵ھ بروز اتوار کو یوم آزادی کے موقع پر تعطیل رہے گی اور تمام دفاتر بند رہیں گے"۔ مگر دفتر تعلیمات کے اس اعلان کے باوجود حضرت مفتی صاحب نے دورۂ حدیث میں درس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس دن بھی طلباء کو چھٹی نہیں دی۔

چہ میگوئیاں

حضرت مفتی صاحب کے اس رویے پر کچھ طلباء برہم بھی ہوئے کہ آج تو حکومت کی طرف سے چھٹی ہے اور دارالعلوم کی طرف سے بھی۔ پھر بھی مفتی صاحب کیوں پڑھائیں گے؟ یہ سراسر غلط ہے اور حکومت کے خلاف غداری اور بغاوت ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ اس کے متعلق طلباء میں چہ میگوئیاں ہوئیں۔

نقطۂ نظر کی وضاحت

اس سلسلہ میں جہاں تک راقم الحروف کا تعلق ہے تو اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ پندرہ اگست اسی طرح سے چھبیس جنوری کے موقع پر مدارس اسلامیہ میں بالکلیہ ہی تعطیل نہیں ہونی چاہیۓ اور ان دونوں دنوں میں حسب معمول درس کا سلسلہ برقرار رہنا چاہیۓ۔ جہاں تک حکومت کی طرف سے چھٹی کی بات ہے تو مدارس اسلامیہ اس سلسلہ میں حکومت کی چھٹی کا پابند نہیں ہے، کیوں کہ شریعت میں یوم آزادی اور اس طرح کے کسی دوسرے ایام کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جو آزادی کا دن تھا وہ تو گزر گیا، اب وہ گزرا ہوا دن تا قیامت کبھی بھی آنے والا نہیں ہے۔ ہاں پندرہ اگست یا چھبیس جنوری کی تاریخ تو آ سکتی، مگر جس دن ہندوستان آزاد ہوا تھا وہ دن یا جس دن دستور ہند کا نفاذ ہوا تھا وہ دن کبھی بھی متعینہ طور پر نہیں آتا ہے اور نہ کبھی آئے گا۔

انگریز صحافی اور تصویر کشی

اسی دن ۲۷/ جمادی الآخر کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم نو بجے صبح دارالحدیث میں ترمذی شریف کا درس دے رہے تھے کہ اسی دوران ایک انگریز صحافی نے دائیں جانب سے دارالحدیث کے اندرونی حصہ کی دوران درس تصویر کھینچ لی، جس کا پتہ تصویر کھینچتے ہی حضرت مفتی صاحب کو کیمرہ کی روشنی سے چل گیا۔ جس پر حضرت نے کہا کہ "کون ہے؟ ادھر آؤ!" لیکن وہ صحافی حاضر نہیں ہوا، تو حضرت سخت غصہ میں زوردار آواز سے بولنے لگے "کون ہے؟ جلدی ادھر آؤ، کون ہے؟ اس کو پکڑ کر لاؤ!" تو چند طلباء اس صحافی کو پکڑ کر حضرت کے قریب لے جانے لگے مگر وہ کسی بھی طرح حضرت کے پاس جانے کے لئے تیار نہیں تھا، کسی طرح ان طلباء نے اس کو دائیں جانب کے پہلے دروازہ کے پاس لے آیا مگر اس کے باوجود وہ اندر داخل ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا اور ادھر حضرت بھی اس کو بار بار آواز دے رہے تھے کہ "ادھر آؤ ادھر آؤ!" مگر وہ صحافی کسی بھی طرح دارالحدیث کے اندر داخل ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ بہت زیادہ گھبرایا ہوا اور خوفزدہ بھی تھا۔

حیرت واستعجاب کی کیفیت

جب وہ صحافی کسی بھی طرح دارالحدیث میں داخل ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، تو حضرت مفتی صاحب نے اندازہ لگایا کہ شاید یہ اردو ہی نہیں سمجھ رہا ہے۔ تو پھر حضرت مفتی صاحب نے انگریزی میں اس کو آواز دیا اور نرمی کے ساتھ اپنے پاس بلایا، تب وہ حضرت مفتی صاحب سے کچھ قریب ہوئے۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے اس سے انگریزی ہی میں کچھ سوالات کئے اور اس نے انگریزی میں ان سوالات کا جواب دیا۔ اس درمیان سارے طلباء حضرت اور اس صحافی کی انگریزی میں گفتگو کو بغور سن رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی حضرت کی انگریزی دانی پر متعجب اور حیران بھی ہو رہے تھے۔

اشارات وقرائن

میں بھی حضرت مفتی صاحب اور اس صحافی کی انگریزی میں گفتگو کو بڑے ہی غور سے حیرت واستعجاب کے ساتھ سن رہا تھا، لیکن اس گفتگو کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ البتہ اشارات وقرائن اور بعض الفاظ کی مدد سے کچھ باتیں سمجھنے میں آسانی ہوئی، وہ یہ کہ حضرت مفتی صاحب نے دریافت کیا کہ "تصویر کس کی اجازت سے لی؟" اس نے کہا کہ "حضرت! کسی سے اجازت نہیں لی تھی!" حضرت نے دوبارہ پوچھا "تو پھر تو نے بغیر اجازت کیوں تصویر لی؟" اس پر اس نے معافی کی درخواست کی، تو حضرت نے کہا کہ "ابھی جو تصویر لی ہے اس کی فلم نکال کر مجھے دو" اس پر اس نے کہا کہ "تصویر صحیح سے نہیں آئی ہے اور وہ خراب ہو گئی ہے"۔ یہ بات شاید اس کا جھوٹ ہو۔

صرف نظر

ادھر حضرت مفتی صاحب کا اس کے پیچھے بہت وقت ضائع ہو رہا تھا، اس لئے اس کے بعد اس سے اعراض کرتے ہوئے کہا کہ "ابھی فوراً یہاں سے چلے جاؤ!" یہ ساری گفتگو حضرت مفتی صاحب اور اس صحافی کے درمیان انگریزی میں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب پھر درس حدیث دینے میں مشغول و منہمک ہو

گئے اور ایک گھنٹہ کے بعد درس ختم کیا اور پھر اس کے بعد پورا دن چھٹی میں گذرا۔

تاکیدی نصیحتیں

امسال دوران درس حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم نے طلبۂ دورۂ حدیث کو بارہا اس بات کی بڑی سختی کے ساتھ تاکیدی نصیحت فرمائی کہ:

"تم سب اردو شروحات کا مطالعہ کرتے ہو، اپنے اکابر کی کتابیں نہیں پڑھتے ہو، جب کہ اصل علم عربی کی قدیم شروحات اور اکابر کی کتابوں میں ہے، ان اردو کتابوں کے مطالعہ سے علم نہیں آتا ہے"۔

ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی کہ "آج کل طلباء میں تفسیر سے تعلق نہیں رہا، وہ قرآن کے ایک صفحہ کا بھی ترجمہ صحیح سے نہیں کرسکتے ہیں، اس لئے تم سب قرآن اور اس کی تفسیر کی طرف توجہ کرو اور روزانہ متعینہ مقدار میں کچھ نہ کچھ ضرور تفسیر کا مطالعہ مواظبت کے ساتھ کیا کرو! دیکھو زمانہ میں علم کا زوال آرہا ہے، بڑے بڑے ذی علم حضرات دنیا سے جارہے ہیں اور ان کا علم ان ہی کے پاس رہ کر ان کے ساتھ ہی رخصت ہوجاتا ہے، اس لئے اپنے آپ کو علم کے ساتھ مشغول کرو اور اپنی زندگی کو علم دین اور اس کی خدمت کے لئے وقف کرو، دیکھو کوئی بھی شروع شروع میں بڑا نہیں بنتا ہے، اگر تم سب اپنے آپ کو علم کے ساتھ مشغول کئے رکھے تو مرنے سے پہلے ضرور بالضرور بڑا بنوگے اور دنیا تمہیں اپنا مقتدا بنائے گی، اس لئے اپنے آپ کو اس علمی انحطاط کے دور میں علم کے لئے وقف کرو"۔

حضرت مفتی صاحب کی دلی خواہش

ان باتوں کے علاوہ حضرت الاستاذ مفتی صاحب اور بھی بہت ساری قیمتی باتوں کی بارہا قلبی جذبے کے ساتھ نصیحت فرماتے رہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بروز بدھ کو بھی حضرت الاستاذ نے اپنی ان ناصحانہ باتوں کو مکرر دوہرایا اور سختی کے ساتھ ان نصائح پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ:

"میرے دل میں تم سب کے تئیں یہ جذبہ ہے کہ تم میں سے بعض اس کے لئے تیار ہو اور اپنے آپ کو علم دین اور اس کی خدمت کے لئے وقف کرے، اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ مرنے سے پہلے ضرور بڑا

آدمی بنے گا اور دنیا اسے اپنا مقتدا بنائے گی"۔

پھر حضرت مفتی صاحب نے اس کے بعد کتابی درس شروع فرمادیا۔

حضرت مفتی صاحب کے نام ایک مکتوب

چنانچہ اسی دن اس سلسلہ میں ایک مکتوب حضرت الاستاذ مفتی صاحب کے نام لکھا اور پھر ۲/رجب المرجب جمعرات کی رات میں عشاء کے بعد حضرت مفتی صاحب کا صاحبزادہ احمد سعید جب حضرت شیخ ثانی صاحب کے درس میں پڑھنے کے لئے آیا اور پھر بارہ بجے کے بعد رات میں درس ختم ہوا اور اس کے بعد احمد سعید گھر جانے لگا، تو میں نے حضرت مفتی صاحب کے نام لکھا ہوا وہ مکتوب احمد سعید کے حوالہ کیا، اس نے مکتوب کے اوپر پتہ پڑھ کر کہا "ٹھیک ہے دے دوں گا"۔

حضرت مفتی صاحب کی خوشی اور دعائیں

اس کے بعد دو تین دنوں تک تو احمد سعید سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ جب وہ سوموار کی رات میں عشاء کے بعد پڑھنے کے لئے آیا اور میرے اوپر نظر پڑی تو اس نے کہا کہ "وہ خط تمہیں نے دیا تھا یا تمہارے کسی ساتھی کا تھا"۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ مفتی صاحب کیا بولے؟" اس کے بعد میں نے مزید پوچھا "آپ خط پڑھتے ہیں کیا؟" تو اس نے کہا کہ "مفتی صاحب کے سارے خطوط تو میں ہی پڑھ کر سناتا ہوں اور جواب بھی میں ہی لکھتا ہوں"۔ میں نے پھر پوچھا "مفتی صاحب کیا بولے؟" تو اس نے کہا کہ "پہلے یہ بتاؤ کہ وہ کس کا خط تھا؟" تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ "وہ میرا ہی خط تھا اور میں نے ہی لکھا تھا"۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ "مفتی صاحب تو بہت خوش ہوئے اور تمہارے واسطے دعائیں کیں"۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ "اس بات کا افشاء کسی سے مت کیجئے گا" تو اس نے کہا "ٹھیک ہے"۔

* * * * * * *

طلباء کی تربیتی انجمنیں اور اختتامی پروگرام

ہر سال طلبۂ دارالعلوم کی بڑی بڑی انجمنیں ماہ جمادی الآخر سے رجب المرجب کے اوائل تک اپنا اپنا اختتامی پروگرام نہایت ہی تزک واحتشام، فرحت وانبساط اور شادمانی کے ساتھ دارالعلوم کی عظیم الشان، عظمت وشوکت کا شاہکار اور پررونق درسگاہ "دارالحدیث" میں منعقد کرتی ہیں، جن میں دارالعلوم کے مؤقر اور اکابر اساتذۂ کرام کے علاوہ بیرونی مہمان علمائے کرام بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اردو تقریر و تحریر کے تعلق سے دارالعلوم میں طلباء کی دو بڑی انجمنیں قائم ہیں۔ ایک سجاد لائبریری جو طلبۂ بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ اور نیپال کی مشترکہ انجمن ہے۔ اس لائبریری سے صرف بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ اور نیپال کے ہی طلباء استفادہ کرسکتے ہیں۔ دوسری انجمن مدنی دارالمطالعہ کی ہے، جس میں ہندو بیرون ہند کے تمام ہی طلباء حسب قوانین وضوابط شریک ہوکر استفادہ کرسکتے ہیں۔ یہ دوانجمنیں دارالعلوم کے طلباء کی سب سے بڑی اور اہم اصلاحی و تربیتی انجمن شمار کی جاتی ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ تمام طلبۂ دارالعلوم کی ایک تیسری انجمن تقویۃ الایمان شعبۂ مناظرہ کے تحت ہے۔ چوتھی انجمن بھی تمام طلبۂ دارالعلوم کی مشترکہ ہے اور وہ عربی زبان وادب میں اعلی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے النادي الادبی ہے۔ یہ چاروں انجمنیں ہر سال ماہ جمادی الآخر میں یکے بعد دیگرے دارالحدیث میں اپنے اپنے اختتامی پروگراموں کا انعقاد عمل میں لاتی ہیں۔

چنانچہ سال رواں بھی ان چاروں انجمنوں کے اختتامی پروگرام ہوئے اور ان تمام پروگراموں میں راقم الحروف بحیثیت سامع شریک ہوا، جن میں سے آخری پروگرام مدنی دارالمطالعہ کا ۳/ رجب المرجب بشب جمعہ منعقد ہوا اور یہ تمام اختتامی پروگراموں میں سب سے آخری پروگرام تھا، اس کے بعد کسی بھی انجمن کا کوئی پروگرام نہیں ہوا، چاہے وہ ضلعی انجمن ہو یا صوبائی، اس کے بعد کوئی پروگرام نہیں ہوا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب اور ترجمان کی شرارت

بخاری شریف کا درس اور طلباء میں تشویش

۱۱/ رجب المرجب بروز سنیچر جب حضرت الاستاذ شیخ نصیر احمد خان صاحب بلند شہری دامت برکاتہم درس دے کر دارالحدیث سے نکلے تو تمام طلبۂ دورۂ حدیث میں ہنگامہ اور شور و شغابہ ہونے لگا۔ اس لئے کہ اس دن حضرت شیخ صاحب نے سابقہ تمام ایام درس کے مقابلہ میں عجیب ہی انداز میں درس دیا، اور صرف بیس منٹ کے قلیل ترین وقت میں چار صفحات کی عبارت خوانی ہوئی اور شروع سے لے کر آخر تک حضرت شیخ صاحب ایک جملہ بھی نہیں بولے۔ جب چار صفحات کی عبارت خوانی مکمل ہوئی تو صرف اتنا بولے کہ "بس کرو!" اور پھر حضرت شیخ صاحب اٹھ کر دارالحدیث سے نکل گئے۔ جس کی وجہ سے طلبۂ دورہ حدیث تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ حضرت ناراض ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے آج بیس ہی منٹ میں درس دے کر چلے گئے، جب کہ روزانہ ایک گھنٹہ سے زائد درس دیتے تھے، صفحات بھی زیادہ پڑھے جاتے تھے اور عبارت خوانی کے درمیان حضرت شیخ صاحب حدیث پر کلام بھی فرماتے تھے۔ لیکن آج تو حضرت شیخ صاحب نے کسی بھی حدیث پر کچھ بھی کلام نہیں فرمایا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت شیخ صاحب ناراض ہیں۔ اس تشویش کی وجہ سے حضرت شیخ صاحب کے دارالحدیث سے نکل کر جانے کے بعد بہت زیادہ شور و شغابہ اور ہنگامہ ہونے لگا۔ حضرت شیخ صاحب کے دارالحدیث سے نکل کر چلے جانے کے کچھ دیر بعد سابق فتین ترجمان نے آکر دار الحدیث میں اعلان کیا کہ حضرت شیخ صاحب عبارت پڑھنے والوں سے ناراض ہیں، اس لئے آج اس طرح درس دیئے ہیں۔ اس کے بعد تو طلباء میں اور زیادہ ہی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

اعلان بشارت

اس کے بعد جب نماز مغرب کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم کے درس میں شریک ہونے کے لئے دارالحدیث پہنچے، تو اس کے چند منٹ کے بعد حضرت مفتی صاحب کے تشریف

لانے سے پہلے احمد سعید (حضرت مفتی صاحب کا لڑکا) نے دارالحدیث کے لاؤڈاسپیکر سے اعلان کیا کہ "آپ سب کو خوشخبری ہو کہ حضرت شیخ صاحب کسی بھی طالب علم سے ناراض نہیں ہیں، آج (یعنی سنیچر کے روز) عصر کے بعد ہم آٹھ لڑکے حضرت شیخ صاحب کے پاس گئے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ ان بعض الظن اثم۔ جس نے ایسی بات کہی ہے اس نے میرے اوپر الزام اور تہمت لگائی ہے۔ میں تم میں سے کسی سے بھی ناراض اور غصہ نہیں ہوں"۔

اس کے بعد احمد سعید نے مزید اعلان کیا کہ "حضرت شیخ صاحب کے حکم سے کل (یعنی اتوار کے روز) چوتھے گھنٹہ میں عبارت فصیح الزمان الفاتح چمپارنی پڑھیں گے"۔

حضرت شیخ صاحب کا رفع تشویش کا انداز

اس کے بعد جب دوسرے دن ۱۲ / رجب المرجب بروز اتوار حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خان بلند شہری دامت برکاتہم درس دینے کے لئے تشریف لائے۔ تو اس دن بخاری شریف کے صرف دو ہی صفحے پڑھائے، لیکن گذشتہ دن (۱۱ / رجب المرجب) کے برخلاف اس دن اکثر احادیث پر کچھ نہ کچھ ضرور کلام فرمایا۔ اگرچہ کہ وہ ساری ایسی حدیثیں تھیں جن پر کلام کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر طلباء کے ذہنوں میں اپنے تعلق سے پیداشدہ تشویش کو رفع کرنے کے لئے اس دن بیشتر حدیثوں پر کلام فرمایا۔ پھر جب دو صفحے کی عبارت خوانی مکمل ہو گئی تو فرمایا "بس کرو !" اور پھر درس ختم کردیا۔ پھر فرمایا:

"میں ایک بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کل تم میں سے ایک شخص نے آکر اعلان کیا تھا کہ میں تم سب سے ناراض ہوں، یہ بالکل ہی میرے اوپر الزام اور تہمت ہے، میں تم میں سے کسی سے بھی ناراض نہیں ہوں۔ کل کچھ لڑکے میرے پاس آئے اور معافی مانگنے لگے، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو ان سبھوں نے بتایا کہ آپ ہم سب سے ناراض ہیں، ترجمان نے دارالحدیث میں اعلان کیا کہ آپ عبارت پڑھنے والوں سے ناراض ہیں، تو میں نے ان سب سے کہا کہ قطعاً ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں تم سب سے کیوں ناراض ہوں گا؟ تم سب نے میرا کیا کیا ہے؟ جو میں تم سب سے ناراض ہوں گا، ان بعض الظن اثم"۔

اصلاح پسند اور فتنہ پرور

حضرت شیخ صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

"بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جو دو شخصوں کے درمیان صلح و صفائی کرنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے تو حدیث میں ایسے کہا گیا ہے لیس الکذاب وہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ مگر بعض ایسا فتنہ پرور ہوتا ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے مجھ پر الزام اور تہمت لگاتا ہے، یہ بدترین قسم کا آدمی ہے، یہ بہت بڑا فتنہ پرور ہے، وہ چاہتا ہے کہ تم سب اور میرے درمیان تفریق ہو اور تم سب کا دل مجھ سے متنفر رہے، آخر تم سب نے کیا کیا ہے؟ جو میں تم سب سے ناراض ہوں گا، میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی سے بھی ناراض نہیں ہوں اور میں دل سے کہتا ہوں کہ میں تم سب سے بالکل راضی ہوں، کسی سے بھی کوئی غصہ اور ناراضگی مجھے نہیں ہے، تم سب بالکل مطمئن رہو، جو بات کہی گئی ہے وہ بالکل غلط ہے"۔

پروانۂ رضامندی

حضرت شیخ صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا :

"وہ جس نے اس طرح کی بات تم سے کہی ہے وہ نہ میرا رشتہ دار ہے، نہ پڑوسی ہے اور نہ ہی اس سے میرا کسی طرح کا کوئی تعلق ہے، صرف وہ روزانہ رکشہ لے کر میرے پاس آتا ہے اور میں رکشہ پر بیٹھ کر یہاں (دارالحدیث) آجاتا ہوں۔ اس سے زیادہ کسی بھی طرح کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہے"۔ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے ہمیشہ کے لئے اپنی طرف سے پروانۂ رضامندی عطا کرتے ہوئے فرمایا "آج کے بعد سے اگر کوئی شخص تم سب سے اس طرح کی کوئی بات کہے کہ میں تم سب سے ناراض ہوں تو تم سب بالکل بھی اس کی اس بات کو ہرگز ہرگز نہیں ماننا، جو بھی اس طرح کی بات کہے گا وہ غلط کہے گا میں تم سب سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا"۔

اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ :

"آج مجھے درس دینے کے لئے آنے کی طبیعت نہیں تھی، مگر میں یہی باتیں تم سب کو بتانے کے لئے آگیا ہوں اور اب جتنے صفحات (بتیس صفحات) باقی رہ گئے ہیں وہ اسی طرح سے پڑھاؤں گا"۔ یعنی روزانہ ڈیڑھ دو صفحہ پڑھاؤں گا اور حدیث پر کلام بھی بہت کم ہوگا اور ایسا بھی ہوگا کہ بہت ساری حدیثوں پر کلام بالکل ہی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ہوئے ایک طالب علم سے کہا کہ "اب تم روزانہ رکشہ لے کر میرے پاس میرا گھر جانا"۔

* * * * * * *



کتب احادیث کے اختتامی دروس

مؤطاامام محمدؒ کاآخری درس

جس رات میں مدنی دارالمطالعہ کااختتامی پروگرام ہواتھا، اس کے دوسرے دن یعنی ۳/رجب المرجب بروز جمعہ صبح کے ۸ بجے فن حدیث میں امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ومعروف کتاب "مؤطاامام محمد" کا آخری درس ہوا۔ جب حضرت الاستاذ مولانامفتی امین صاحب پالنپوری دامت برکاتہم درس دینے آئے تو دارالحدیث کی چاروں طرف اوراس کے بالائی حصے میں طلباء کی جم غفیر موجود تھی، ان کے علاوہ کچھ بیرونی لوگ جودیگر مقاصد کے تحت دارالعلوم آئے ہوئے تھے وہ لوگ بھی دارالحدیث کے اطراف میں جمع ہو گئے تھے اوراس دن طلباء اوربیرونی لوگوں کی اتنی زیادہ بھیڑاس لئے ہوئی تھی کہ پہلے سے یہ بات معروف ہوچکی تھی کہ آج مؤطاامام محمدؒ کاآخری درس ہونے والاہے۔ جس کی وجہ سے اس آخری درس میں طلبۂ دورۂ حدیث کے علاوہ دیگرجماعتوں کے بھی طلباء اوربیرونی لوگ شریک ہوئے۔

یکساں فکروسوچ

جب آخری حدیث کی عبارت خوانی ہوئی اوراس کے بعدحضرت الاستاذدامت برکاتہم کی اس حدیث کے تحت تقریرہوئی، پھراس کے بعدحضرت الاستاذنے ہم طلبۂ دورۂ حدیث سے وداعی ملاقات کے طورپرکچھ ناصحانہ کلمات ارشادفرمائے۔ توہرطرف سناٹاچھایاہواتھا، سبھوں کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، گویاکہ ان کی گردنوں پرچڑیابیٹھی ہوئی ہو، اوربہتوں کی آنکھوں میں آنسوکے قطرے بہہ رہے تھے، سب ایک ہی سوچ اوریکساں فکرمیں مبتلاتھے، درس حدیث کاسلسلہ اس سال کے بعد منقطع ہونے والاتھا، دارالعلوم جیسی عظمت وتقدس کی حامل مبارک ومسعوددرسگاہ اوراکابرین دیوبندسے جدائیگی سرپرکھڑی تھی اوراس کاایک ہلکاساجھٹکااس دن اس وقت محسوس ہورہاتھا۔

احباب و رفقاء سے جدائی کا غم

مزید یہ کہ سارے اساتذۂ دار العلوم سے فرقت کا غم ہم سب کے ضعیف قلب و جگر اور کمزور کلیجہ پر زہر ہلاہل کا کام کر رہا تھا۔ شرکاء درس نیز کمرہ میں ایک ساتھ میل جول اور پیار و محبت کے ساتھ رہنے والے مختلف مقامات کے باہم متحد و متفق احباب و رفقاء جو آپس میں جسد واحد کی مثال بنے ہوئے تھے، اب ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہونے والے تھے اور اب اس کے بعد کسی سے کبھی ملاقات ہو سکے گی یا نہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو ہم تقریباً ایک ہزار طلبۂ دورۂ حدیث شریف کے لئے فکر و غم اور ذہنی کشمکش کا باعث بن کر دلوں کو جھنجھوڑ رہی تھیں اور ان کی وجہ سے آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے بہہ رہے تھے۔

انمول اور قیمتی نصیحتیں

اس دن مؤطا امام محمدؒ کے آخری درس کے موقع پر حضرت الاستاذ دامت برکاتہم نے خصوصیت کے ساتھ جو نصیحتیں فرمائیں وہ یہ کہ درس قرآن کا سلسلہ تم سب (یعنی ہم طلبۂ دورۂ حدیث) جاری رکھنا اور کسی نہ کسی مسجد کو اس کے لئے ضرور منتخب کرنا اس کے بعد پھر ایک آیت "ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون" تلاوت فرمائی اور اس آیت کو موضوع بنا کر نصیحت فرماتے ہوئے "تقوی اور احسان" کے متعلق قیمتی اور انمول باتیں ارشاد فرما کر ان باتوں پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور ہم سب سے عمل کرنے کی امیدیں وابستہ کیں۔

دعا اور ہماری کیفیت

اس کے بعد مؤطا امام محمدؒ کا متعین نصاب مکمل ہو جانے پر دعا فرمائی۔ جب دعا شروع ہوئی تو دعا اتنی زیادہ رقت آمیز اور گریہ وزاری کے ساتھ کی جا رہی تھی کہ اوپر نیچے، دائیں بائیں اور سامنے پیچھے ہر طرف سے آہ و بکا کی آوازیں آ رہی تھیں اور ہر ایک رو رو کر دعائیں کر رہے تھے۔ اس طرح دعا اختتام پذیر ہوئی۔

اس کے بعد تمام طلباء دارالحدیث سے اس طرح باہر نکلے کہ کسی کو کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا، ہر ایک کی نگاہوں کے سامنے دنیا تاریک نظر آرہی تھی اور پھر سارے طلباء رنج والم، حسرت وافسردگی اور دلی کلفت کے ساتھ اپنے اپنے کمروں کی طرف متوجہ ہوئے۔

شمائل ترمذی شریف کا آخری درس

پھر انہیں کیفیات کا اعادہ ۹/ رجب المرجب کو بھی شمائل ترمذی شریف کے آخری درس کے موقع پر ہوا۔ مجھے تو ان دونوں دنوں کے درمیان کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ جو کیفیت چند روز قبل مؤطا امام محمدؒ کے آخری درس کے موقع پر تھی بعینہ وہی کیفیت اس دن ۹/ رجب المرجب کو بھی بلا کسی تفاوت کے صاف نظر آرہی تھی۔ اور پھر حضرت الاستاذ مولانا عبدالخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم کا انداز بیان بھی ایسا کہ ہنستے چہروں کو رولادے اور روتے دلوں پر ہنسی کی کلیاں سکنڈوں میں کھلادے۔ جس کی وجہ سے ان کے آخری درس کے دن مختلف اوقات میں طلباء کے دل مختلف قسم کی حالات وکیفیات سے دوچار ہو رہے تھے۔ کبھی ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی ہوتیں تو کچھ ہی لمحے بعد ان کے دلوں پر مسکراہٹ ومسکان کا اظہار ہو رہا ہوتا۔ اور پھر کچھ ہی ساعتوں بعد قلوب طلباء مختلف طرح کی یادوں اور خیالوں میں مصروف ہو جایا کرتے۔

مؤطا امام محمدؒ کا جس دن آخری درس ہوا وہ تو جمعہ کا دن تھا اور آج جمعرات کا دن۔ اس لئے اس دن کے مقابلہ میں آج کے دن دیگر جماعتوں کے طلباء کی بھیڑ حد سے زیادہ ہوئی۔ اس لئے کہ دیگر ساری جماعتوں میں چھٹیاں ہو چکی تھیں اس کے ساتھ ہی دوران درس عصر کی اذان بھی ہو چکی تھی۔ اس لئے دیگر ساری جماعتوں کے سارے طلباء دارالحدیث کی طرف متوجہ ہوئے، جس کی وجہ سے آج بہت ہی زیادہ ازدحام ہوا۔

* * * * * * *

مسلم شریف کا آخری درس

فن حدیث میں دوسرے درجہ کی امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف کتاب "صحیح مسلم" جو عرب و عجم کے تمام ان مدارس اسلامیہ میں جہاں فضیلت تک کی تعلیم ہوتی ہے شامل نصاب ہے۔ جو اس کتاب کی مقبولیت عامہ کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، سال گذشتہ دارالعلوم دیوبند میں اس کتاب کے درس کا آغاز ۴/ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ بروز سوموار ہوا تھا اور اس کا اختتامی درس ۱۴/رجب المرجب بروز منگل ہوا۔ جو اپنی خصوصیات و امتیازات کے لحاظ سے منفرد ہے۔

حضرت العلامہ مولانا محمد قمر الدین گورکھپوری دامت برکاتہم خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اس کتاب صحیح مسلم شریف جلد ثانی کا درس دیتے تھے، انتہائی منکسر المزاج، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عامل، بدعات و خرافات کا قالع، سنت نبوی ﷺ کا عاشق اور وقت کے عظیم محدث تھے۔ انہوں نے مسلم شریف کا آخری درس ۱۴/رجب المرجب منگل کے روز دیا اور اپنے اس آخری درس کے موقع پر طلبۂ دورۂ حدیث کو بے شمار قیمتی نصائح سے نوازا اور مستقبل کے بارے میں بے مثال لائحۂ عمل پیش کیا اور اس پر عمل کرنے کی سخت تاکیدی نصیحت فرمائی۔

طلبۂ دورۂ حدیث کے الوداعی پروگرام پر نکیر

حضرت الاستاذ مولانا قمر الدین گورکھپوری صاحب نے اس موقع پر ایک خاص امر کی طرف توجہ دلائی اور اس سے باز رہنے کا وعدہ لیا۔ دارالعلوم میں طلباء ہر سال الوداعی پروگرام کرتے ہیں۔ چنانچہ سال گذشتہ بھی طلبۂ دورۂ حدیث نے الوداعی پروگرام کی مکمل تیاری کر لی اور اس کے لئے بہت سارے الوداعی ترانے بنائے گئے۔ پھر جب ماہ رجب المرجب کا عشرۂ اولی ختم ہو گیا تو اس الوداعی پروگرام کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان بھی کر دیا گیا، مگر ۱۴/رجب المرجب بروز منگل کو حضرت الاستاذ مولانا قمر الدین گورکھپوری صاحب نے الوداعی پروگرام کے انعقاد سے روک دیا اور اس کو بدعت قبیحہ قرار دیا اور اس سلسلہ میں طلبۂ

دورۂ حدیث سے وعدہ بھی لیا کہ یہ پروگرام نہیں کیا جائے گا اور یہ وعدہ بعض طلباء سے زبانی طور پر لیا کہ "کہو کہ الوداعی پروگرام نہیں کروں گا، تم بولو! تم بولو!" اس طرح سے متعدد طلباء سے اس کا وعدہ لیا اور پھر اخیر میں اجازت حدیث عطا فرما کر دعا فرمائی اور دار الحدیث سے ہم سبھوں کے لئے ہمیشہ کے لئے نکل کر چلے گئے۔

ترمذی شریف کا اختتامی درس

سنن ترمذی شریف جس کا کتب احادیث میں پانچواں مقام ہے، جو امام حدیث ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس کتاب کا آغاز درس ۴/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ بروز اتوار حضرت الاستاذ محدث کبیر مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم نے فرمایا اور اختتام درس ۔۔۔ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بروز۔۔۔۔ فرمایا۔

اس کتاب کے اختتامی درس کے موقع پر حضرت الاستاذ محدث کبیر مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم نے بے شمار قیمتی نصیحتیں فرمائیں جو ایک ایک گھنٹہ کر کے چار نشستوں میں مکمل ہوئیں، اس کی آخری دو نشستوں میں میرے گاؤں (کیتھا ٹیکر) کے مولانا شہباز عالم قاسمی صاحب زید عمرہ بھی دار الحدیث میں تشریف لائے تھے اور حضرت الاستاذ مفتی صاحب کی قیمتی نصیحتوں سے انہوں نے بھی استفادہ کیا تھا۔ مولانا شہباز عالم قاسمی صاحب ان دنوں بھاگلپور ضلع کی تبلیغی جماعت کو لے کر نظام الدین مرکز کے حکم سے اطراف دیوبند آئے ہوئے تھے، جہاں اپنے وقت کو نکال کر انہوں نے حضرت الاستاذ مفتی صاحب کی نصیحتوں سے استفادہ کیا۔

دعائے شفایابی برائے مولانا محمد رضوان القاسمیؒ

حضرت الاستاذ مفتی صاحب نے دعا شروع کرنے سے قبل بہت زیادہ خصوصیت کے ساتھ مربی کبیر حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے دعائے شفایابی کی طلباء سے اپیل کی اور فرمایا کہ "مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب بہت دنوں سے بیمار ہیں، ان کی بہت ساری خدمات اہل بند کے لئے ہیں، ان کے لئے شفایابی کی دعا کرو!" اس کے بعد دعا شروع کرنے سے عین قبل فرمایا کہ "دیکھو دعا کرتے وقت کوئی رونا

نہیں اور کوئی رونے کی آواز بلند نہ کرے"۔ اس کے بعد دعا شروع فرمائی، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد طلباء کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں، جس کی وجہ سے فوراً اپنی دعا ختم کردی اور پھر اس کے بعد سے ہمارا تعلیمی رابطہ حضرت الاستاذ مفتی صاحب سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگیا۔

بدعت وعدم جواز کا فتویٰ

حدیث کی کتابوں میں ایک مبارک نام "صحیح بخاری شریف" ہے، یہ کتاب امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ اس کتاب کی صحت پر جمہور امت کا اتفاق ہے، اور عرب و عجم کے جمیع مدارس اسلامیہ میں اس کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ سارے مدارس اسلامیہ میں اس کا اختتامی درس بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ہوتا ہے، چنانچہ عالم اسلام کی عظیم مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں بھی اس کتاب کا اختتامی درس بڑے ہی اہتمام کے ساتھ ہوتا تھا، جس میں اطراف واکناف سے کثیر تعداد میں خواص وعوام شرکت کرتے تھے۔ مگر دو سال قبل دارالعلوم دیوبند کی دارالافتاء سے اس کو بدعت اور ناجائز قرار دے دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے دو سال سے بخاری شریف کا اختتامی درس بغیر کسی تیاری اور اہتمام کے تاریخ متعین کئے بغیر ہی ہوجاتا ہے، چنانچہ سال گذشتہ بھی ایسا ہی ہوا اور بغیر کسی تعیین تاریخ کے اختتامی درس ہوگیا۔

بخاری شریف کی دو جلدیں اور دو اساتذۂ حدیث

بخاری شریف کی دو الگ الگ جلدیں ہیں، جس کی وجہ سے دارالعلوم میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے بعد سے بخاری شریف دو استاد پڑھاتے آئے ہیں اور اب تو ہندوستان کے تمام مدارس (ایک مدرسہ کے علاوہ) میں دو استاد ہی یہ کتاب پڑھاتے ہیں۔ ایک استاد جلد اول اور دوسرا استاد جلد ثانی پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم کے حادثۂ عظیم کے بعد سے بخاری شریف کی جلد اول حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خان بلند شہری دامت برکاتہم اور جلد ثانی حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی دامت برکاتہم پڑھاتے آرہے ہیں۔

بخاری شریف جلد ثانی کا آخری درس

حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی دامت برکاتہم نے بخاری شریف جلد ثانی کا آغاز درس ۵/ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ بروز سوموار فرمایا اور اس کا اختتام (آخری حدیث چھوڑ کر) ۲۶/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بشب اتوار ہوا۔ اس موقع پر جب حضرت شیخ ثانی صاحب کی دعا شروع ہوئی تو دارالحدیث کے اندر تمام ٹیوب لائٹس بند کر دیئے گئے اور پھر اس کے بعد رات کی تاریکی میں دعا شروع ہوئی، دوران دعا ہر طرف سے آہ و بکا اور چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ حضرت شیخ صاحب بھی بہت زیادہ گریہ وزاری کرتے ہوئے رو رو کر دعائیں فرما رہے تھے اور طلباء بھی اسی طرح دعا کرنے میں مشغول تھے۔ بہت دیر کے بعد دعا ختم ہوئی اور تمام طلباء آنسو پوچھتے ہوئے دارالحدیث سے باہر نکلے۔

دورۂ حدیث شریف کا اہم اختتامی درس

بخاری شریف جلد اول کی تکمیل اور جلد ثانی کی آخری حدیث کا درس حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خان بلند شہری دامت برکاتہم نے ۲۸/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بروز منگل دیا۔ سابقہ تحریر کے مطابق اس تاریخ کا اعلان پہلے سے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کسی طالب علم کو کچھ پتہ تھا۔ جب حسب معمول حضرت شیخ صاحب ۲۸/رجب المرجب کو درس دینے کے لئے تشریف لائے تو آتے ہی دارالحدیث میں اعلان کروادیا کہ طلباء جلد ثانی بھی لے کر آجائیں، آج بخاری شریف ختم ہوگی۔ چنانچہ طلباء نے یہ سنتے ہی بے خودی کے عالم میں اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا، چونکہ میں یہ اعلان نہیں سن سکا تھا اور پہلے ہی کمرہ چلا گیا تھا، اس لئے میں جب جلد اول کے ساتھ دارالحدیث کی طرف تیز تیز قدموں سے آرہا تھا تو شور و شغابے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ جلد ثانی بھی لے کر چلو، اس کی آخری حدیث کا درس ہوگا۔

چنانچہ میں راستہ سے ہی کمرہ واپس ہوا اور دوبارہ جلد اول کے ساتھ جلد ثانی بھی لے کر دارالحدیث پہنچا۔ میرے دارالحدیث پہنچنے سے قبل ہی جلد اول کا درس ہونے لگا تھا، راستہ ہی سے عبارت خوانی کی آواز سن

کر دوڑتے ہوئے دارالحدیث پہنچا اور درس میں شریک ہوا۔ جلد اول کے درس کی تکمیل فرما کر حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ "جلد ثانی نکالو !" اور پھر اس کی آخری حدیث کی عبارت خوانی ہوئی۔

اختتام درس بخاری شریف میں بیرونی لوگوں کی آمد

حضرت شیخ ثانی صاحب نے جس دن جلد ثانی ختم کرایا تھا وہ چونکہ رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا اس لئے شہری آدمی بہت ہی کم آسکے تھے، اگرچہ کہ طلبۂ دارالعلوم اس موقع پر سارے کے سارے دار الحدیث کے اطراف میں مجتمع ہو گئے تھے۔ مگر یہ آخری درس دن میں بارہ بجے ہو رہا تھا، اس لئے جمیع طلبۂ دارالعلوم کے علاوہ بہتوں کی تعداد میں بیرونی لوگ بغیر کسی اطلاع ملے اتفاقی طور پر آ گئے تھے اور ازدحام کی حالت یہ تھی کہ دارالحدیث کے دائیں بائیں برآمدہ، پچھے پنجم عربی کی درسگاہیں، سامنے چمن تک اور پھر دار الحدیث کے بالائی حصے (جو زائرین کے لئے ہے تاکہ وہ دوران درس دارالحدیث کا دیدار کر سکیں) لوگوں سے بھرا ہوا تھا، اور کہیں بھی پیر رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔

شوروغل اور حضرت شیخ صاحب کی ناراضگی

چنانچہ ایسے ازدحام نفوس کی حالت میں بخاری شریف جلد ثانی کی آخری حدیث کی عبارت خوانی ہوئی، اس کے بعد سارے لوگ اپنے سروں کو بلند کرنے لگے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، جس کی وجہ سے کچھ آوازیں بلند ہوئیں اور شوروغل کا ماحول بن گیا، اس کی وجہ سے حضرت شیخ صاحب غصہ ہو گئے اور فرمایا کہ "چلو کتاب مکمل ہو گئی"۔ اور یہ کہہ کر ناراضگی کی حالت میں دارالحدیث سے نکل کر پنجم عربی کی درسگاہ کے اندر سے ہوتے ہوئے نکل گئے اور نودرہ کے آخری حصہ تک پہنچ گئے۔ لیکن چند طلباء نے وہاں سے حضرت شیخ صاحب کو واپس لے آنے میں کامیابی حاصل کر لی اور پھر دوبارہ حضرت شیخ صاحب مسند درس پر متمکن ہو گئے۔

ختم درس بخاری شریف پر دعا

اس کے بعد پڑھی گئی آخری حدیث پر حضرت شیخ صاحب نے بہت دیر تک تقریر فرمانے کے بعد وداعی خطاب فرمایا اور کچھ انمول نصیحتوں سے ہم طلبۂ دورۂ حدیث کو اور بالعموم سارے لوگوں کو نوازا۔ اس کے

بعد دعا کے لئے آنے والی پرچیوں کو حضرت شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب نے دعا کی چند پرچیاں پڑھ کر سنائیں اور فرمایا کہ ان سبھوں کے لئے دعا کرو کہ اللہ ان سب کی تمام جائز مرادیں پوری فرمائے، تمام لوگوں کو شفایاب فرمائے، تمام قرضداروں کے لئے ادائیگی قرض کے اسباب مہیا فرمائے وغیرہ من ذالک۔ اس کے بعد دعا شروع فرمائی۔

دارالعلوم سے کسب فیض کا خاتمہ اور ہماری حالت

حضرت شیخ صاحب کی دعا ختم ہوئی اور بھیڑ کا چھٹنا شروع ہوا۔ لیکن طلبۂ دورۂ حدیث دارالحدیث سے نکلنے کا نام نہیں لے رہے تھے گویا کہ ان کے قدم زمین سے چمٹ گئے ہوں، ان کے چہروں پر مسکراہٹ تک کے آثار غائب ہو چکے تھے، ان کی زبانیں گونگ ہو چکی تھیں، نگاہیں اشکباری کے ساتھ اندھی ہو چکی تھیں، ان کے دماغ کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ختم ہو چکا تھا، اعضاء وجوارح سل اور بے حس ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں بہت دیر تک ہم طلبۂ دورۂ حدیث بیٹھے ہوئے ماضی کی یادوں اور مستقبل کے خیالوں میں گم ہو کر حضرت شیخ صاحب کے چہرۂ انور کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد سے پھر اب تک دوبارہ حضرت شیخ صاحب کا دیدار ہمیں نصیب نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اسی حالت میں حضرت شیخ صاحب دارالحدیث سے نکل کر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، پھر اس کے تھوڑی دیر بعد ہم طلبۂ دورۂ حدیث دارالحدیث سے آہستہ آہستہ اپنے قدم کھسکاتے ہوئے باہر نکلے اور اشکبار آنکھوں، گم کردہ عقلوں اور بوجھل جسموں کے ساتھ سر جھکائے، نگاہیں پست کئے احباب ورفقاء کے ساتھ اپنے اپنے کمروں کا رخ کئے۔ اور اس کے ساتھ ہی دارالعلوم سے استفادہ اور فیض یابی کے مواقع ہمارے لئے ختم ہو گئے، اساتذۂ دارالعلوم سے درسی استفادہ کی راہ ہمارے لئے مسدود ہو گئی اور اب ہم بے سروپر کے ہو کر رہ گئے۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

دارالعلوم وقف دیوبند میں درس مسلسلات

اس کے بعد دوسرے دن ۲۹ / رجب المرجب ۱۴۲۵ھ بدھ کے روز مظلوم زمانہ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ ادارہ "دارالعلوم وقف دیوبند" میں احادیث مسلسلات کا درس ہونے والا تھا، جس میں ان کے جانشین حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند احادیث مسلسلات کا درس دے کر تمام طلبۂ حدیث کو "عام اجازت حدیث" مرحمت فرمانے والے تھے۔

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کا درس مسلسلات

چنانچہ میں حسب اعلان (وقف دارالعلوم کی طرف سے دارالعلوم کے اندر بھی اس جلسہ کا اعلان چسپاں کیا گیا تھا) ساڑھے تین بجے دن میں اپنے چند احباب ورفقاء کے ساتھ وقف دارالعلوم پہنچا، جہاں میں وقف دارالعلوم کے ساتھی کی معیت میں دارالحدیث کے اندر تیسری لائن میں بیٹھا۔ کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا پھر چار بجے کے بعد حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم دارالحدیث میں تشریف لائے اور چار بج کر دس منٹ پر احادیث مسلسلات کی عبارت خوانی شروع ہوئی اور پھر چار بج کر پینتالیس منٹ پر اس "جلسۂ احادیث مسلسلات" کا اختتام ہوا۔ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے اس کتاب میں سے چند حدیث کی عبارت خوانی کے بعد اولا تو پڑھی گئی حدیث پر تقریر فرمائی اور پھر اس کے بعد ناصحانہ تقریر کا تحفہ "طالبان علوم حدیث" کو عطا فرمایا۔

حدیث مصافحہ اور حدیث تمر وماء کا اتصال

جتنی حدیث مسلسل حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کے سامنے پڑھی گئی ان میں سے ایک حدیث

"حدیث مصافحہ" اوران میں سے دوسری حدیث "حدیث التمر والماء" بھی تھی۔ جس پر عمل کرنے اوراس کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے مصافحہ اور تمر وماء کا انتظام مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی طرف سے کیا گیا تھا۔ چنانچہ دارالحدیث کے برآمدہ پر مصافحہ کرنے کے لئے قطار لگائی گئی جب کہ مولانا سالم قاسمی صاحب دارالحدیث کے اندر مسند حدیث پر بیٹھے ہوئے تھے اور طلباء قطار میں لگ کرایک ایک کر کے حضرت سے مصافحہ کررہے تھے، اور حضرت کے بازو میں ایک خادم بیٹھ کر حضرت کی طرف سے ہرایک طالب علم کوایک ایک کھجور دے رہاتھااور دارالحدیث کے نیچے پانی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس طرح سے ان دونوں حدیثوں حدیث مصافحہ اور حدیث تمر وماء پر عمل کر کے اس کے تسلسل کو رسالت مآب ﷺ تک برقرار رکھا گیا۔

اجازت حدیث

اس موقع پر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے حدیث مسلسل پڑھانے کے بعد تمام شریک طلبۂ حدیث کو عام اجازت حدیث عطا فرمائی اوراس کے لئے یہ شرط بیان کی کہ "جو بھی طلبہ اس مدرسہ (دارالعلوم وقف دیوبند) یا کسی دوسرے مدرسہ میں دورۂ حدیث پڑھتے ہیں یا اس سے قبل پڑھ چکے ہیں، سب کو میری طرف سے عام اجازت حدیث ہے اور جو طلباء دورۂ حدیث میں کسی بھی مدرسہ میں نہیں پڑھتے ہیں ان کے لئے اجازت نہیں ہے"۔ پھراس کے بعد مصافحہ اور تمر وماء سے فارغ ہوکر دیگر طلباء کے ساتھ قدیم دارالحدیث پہنچے جہاں مولانا سالم قاسمی صاحب کی سند حدیث بعوض پندرہ روپئے تقسیم کی جارہی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی وہاں سے مولانا سالم قاسمی صاحب کی سند پندرہ روپئے میں حاصل کی۔ اور پھر وہاں سے دارالعلوم اس وقت واپس ہوئے جب کہ طلباء مسجد رشید سے عصر کی نماز ادا کر کے نکل رہے تھے۔

امتحان سالانہ دارالعلوم دیوبند

یہاں تک تو اختتامی دروس اور درس حدیث مسلسلات کے تعلق سے باتیں تھیں، اب اس کے بعد جو پیش آنے والے تھے اور جو سارے مدارس اسلامیہ کا لازمی جزو ہوا کرتے ہیں اور جس پر سارے مدارس اسلامیہ میں عروج و ترقی کا دارومدار ہوتا ہے اور جس پر فضل وکمال کا معیار قائم کیا جاتا ہے، یعنی "امتحان سالانہ"۔

امتحان سالانہ سارے مدارس اسلامیہ میں ماہ شعبان المعظم میں منعقد کیا جاتا ہے۔ کہیں اوائل شعبان میں، تو کہیں عشرہ ثانیہ میں۔ لیکن دارالعلوم دیوبند میں امتحان سالانہ اوائل ماہ سے شروع ہوکر اس کا اختتام عشرۂ ثانیہ کے آخری دن میں ہوتا ہے۔

چنانچہ سال گذشتہ امتحان سالانہ ۲/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ بروز سنیچر سے شروع ہوکر مسلسل ۲۰/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ بروز بدھ تک چلتا رہا اور ایام امتحان اس طرح رکھے گئے تھے کہ ایک روز امتحان ہوتا تو دوسرے روز چھٹی رہتی یعنی ایک ایک دن کے وقفہ سے امتحان ہوتا رہا تھا۔

سیٹ نمبرات برائے امتحان آویزاں

امتحان شروع ہونے سے چند روز قبل نقشۂ امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ چسپاں کردیا گیا، اور اس کے بعد ہی یوم امتحان سے قبل والی شام کو امتحان ہال میں طلباء کے بیٹھنے کے لئے سیٹ نمبرات بھی چسپاں کردیئے گئے۔ امتحان داخلہ اور امتحان ششماہی میں تو میری سیٹ مسجد رشید کے بالائی حصہ میں متعین کی گئی تھی، مگر اس کے برخلاف اس مرتبہ امتحان سالانہ میں میری سیٹ مسجد رشید کے تہہ خانہ میں متعین کی گئی۔ پھر اس کے بعد اسی دن ۲/ شعبان المعظم بروز سنیچر سے امتحان کا آغاز ہوگیا۔ دورۂ حدیث کا نقشۂ امتحان یہ ہے :

نقشہ امتحان سالانہ ۱۴۲۵ھ

پرچہ نمبر	کتب ممتحنہ	تاریخ وایام
۱	مؤطاامام مالکؒ / مؤطاامام محمدؒ	۲ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز سنیچر
۲	ابوداؤد شریف	۴ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز سوموار
۳	شمائل ترمذی شریف	۶ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز بدھ
۴	ترمذی شریف	۱۰ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز اتوار
۵	ابن ماجہ شریف / سنن نسائی شریف	۱۳ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز بدھ
۶	مسلم شریف	۱۶ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز سنیچر
۷	طحاوی شریف	۱۸ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز سوموار
۸	بخاری شریف	۲۰ / شعبان المعظم ۱۴۲۵۔ بروز بدھ

نتائج امتحان سالانہ

امتحان سالانہ تو ۲۰ / شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ بدھ کے روز کو ختم ہوگیا، مگر اس کے نتائج ایک مہینہ کے بعد ۱۹ / رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز بدھ منظر عام پر لائے گئے۔ من جملہ طور پر سارے ہی طلبہ دورۂ حدیث کے نتائج اچھے رہے، مگر بخاری شریف میں کل نمبرات ۵۰ میں سے ۴۳ نمبر سے زیادہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہوسکا۔ میرا نمبر اس میں ۳۸ آیا تھا اور کلی طور پر میرے نتائج بھی اچھے رہے، الحمدللہ۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

حضرات اساتذۂ کرام دورۂ حدیث شریف

سال ۲۵/۱۴۲۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں درس دینے والے حضرات اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی درج کردیئے جارہے ہیں:

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ نصیر احمد خان صاحب بلند شہری دامت برکاتہم۔ بخاری شریف، جلد اول

(۲) حضرت مولانا شیخ عبد الحق اعظمی صاحب دامت برکاتہم۔ بخاری شریف، جلد ثانی

(۳) حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم (ناظم تعلیمات) ترمذی شریف، جلد ثانی

(۴) حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم۔ ترمذی شریف، جلد اول / طحاوی شریف

(۵) حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم۔ مسلم شریف، جلد اول / ابوداؤد شریف، جلد ثانی

(۶) حضرت مولانا علامہ قمر الدین گورکھپوری دامت برکاتہم۔ مسلم شریف، جلد ثانی / نسائی شریف

(۷) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت برکاتہم۔ ابوداؤد شریف، جلد اول

(۸) حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری صاحب دامت برکاتہم۔ ابن ماجہ شریف

(۹) حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی دامت برکاتہم (نائب مہتمم) شمائل ترمذی شریف

(۱۰) حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم (نائب مہتمم) مؤطا امام مالکؒ

(۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری دامت برکاتہم۔ مؤطا امام محمدؒ

اولئك هم الراشدون

خواب جو شرمندۂ تعبیر ہوا

تحمید باری تعالیٰ اور امتنان و تشکر

اس طرح سے وہ خواب جو بچپن سے دیکھا کرتا تھا اب شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت واسعہ کے بعد والدہ محترمہ، پیاری خالہ صاحبہ، نانا نانی، اساتذۂ کرام، محبین و مخلصین اور دیگر اقرباء و اصدقاء کی توجہات و عنایات سے بندۂ ناچیز مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے تکمیل فضیلت کے ذریعہ اس مقام پر پہنچنے میں کامیاب و سرخرو ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلك اولا و آخرا.

خواب جو شرمندۂ تعبیر ہوا

اس طرح سے وہ رؤیائے صالحہ (خواب) جو میں نے ایک سال قبل دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں دیکھا تھا اور جس کی تعبیر میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مجھے دارالعلوم دیوبند سے کسب فیض اور حصول استناد کی بشارت سنائی تھی اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ پورا کر دیا، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اب سے ایک سال قبل ماہ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ کی ایک رات میں میں نے خواب میں دیکھا کہ دارالعلوم سبیل السلام کی طرف سے عطا کردہ دستار فضیلت کو میں نے صابن اور پانی سے دھویا لیکن میں جوں جوں دستار کو دھوتا گیا وہ خود بخود چھوٹا ہوتا گیا۔۔۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں پریشان ہوگیا اور میں یہ سوچنے لگا کہ ضرور میرے ساتھ کچھ غلط ہونے والا ہے اس لئے کہ عمامہ کے دھونے سے چھوٹا ہونے کی تعبیر میں اپنی دانست میں ذلت و رسوائی یا نقصانات وغیرہ سمجھ بیٹھا۔ اسی لئے ذہنی کشمکش اور پریشانی کے عالم میں دوسرے دن صبح کے وقت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے مکان پر حاضری دی، اور سلام و مصافحہ کے بعد مولانا سے اپنا خواب بیان کیا، اس کے بعد مولانا مجھ سے دوسری باتوں میں مشغول ہوگئے جب کہ میں خواب کی تعبیر سننے کے لئے بے چین تھا۔ خیر میں نے تذکیری طور پر مولانا سے عرض کیا کہ "حضرت خواب کی تعبیر؟" اس پر مولانا نے فرمایا کہ "خواب کی تعبیر کیا؟ وہ تو صاف اور واضح ہے کہ آپ

کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوگا، آپ دارالعلوم دیوبند جارہے ہونا؟ "میں نے عرض کیا" جی ہاں! "جب میں نے عمامہ کے خود بخود چھوٹا ہونے کی وضاحت چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ "دارالعلوم دیوبند کے سامنے سبیل السلام کے دستار کی کیا اہمیت ہے؟ جب دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ہوگا تو سبیل السلام کے دستار کی اہمیت خود بخود ہی ختم ہو جائے گی"۔ یہ سن کر مجھے اطمینان حاصل ہوا اور پھر میری گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوئی۔

ایک دوسرا خواب جو سچا ہوا

اس کے علاوہ بھی ایک دوسرا خواب انہی دنوں دیکھا تھا جو میری زندگی پر محیط تھا، اور میرا ماضی اور حال و مستقبل اس خواب میں مجھے دکھایا گیا تھا، اور وہ خواب بھی بعینہ سچ ثابت ہوا۔

ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا دریا ہے، اور میں اس دریا کو تیر کر عبور کر رہا ہوں، اچانک بیچ دریا میں میرے والد صاحب سامنے آ گئے، اور مجھے پانی میں پوری طاقت سے ڈبونے کی جدوجہد کرنے لگے (علاقائی زبان میں مجھے گرگوتنے لگے) اور میں مسلسل بچ نکلنے کے لئے اپنی طاقت کے بقدر جتن کرتا رہا، کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے میں بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا، جب میں دریا کے کنارے پہنچا اور پانی سے اوپر ہونا چاہا تو بار بار پھسل جاتا رہا جس کی وجہ سے دریا سے باہر نہیں نکل سکا اور پھر تیرتے ہوئے کچھ دور جا کر دوسرے مقام سے دریا سے باہر آیا۔ اس کے بعد خواب ختم نہیں ہوا بلکہ اس کا تسلسل برقرار رہا اور خواب کا دوسرا حصہ شروع ہوا، چنانچہ خواب ہی میں پانی سے اوپر آنے کے بعد خواب کے پہلے حصہ کے متعلق سوچنے لگا اور اس خواب کے مطابق میں نے (خواب ہی میں) خواب کی تعبیر یہ سمجھا کہ میرا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہو جائے گا، اس لئے کہ ابھی میری تعلیم مکمل نہیں ہوئی ہے اور کسی دوسری جگہ سے تعلیم مکمل ہوگی اور وہ دوسری جگہ دارالعلوم دیوبند ہی ہو سکتی ہے، لہذا دارالعلوم دیوبند میں میرا داخلہ ہوگا یہی اس کی تعبیر ہے۔ چنانچہ اس کے بعد خواب جاری رہا اور پھر میں اپنے دشمن کی تلاش میں خطرناک جنگل کی طرف نکل پڑا، جہاں کچھ دور چلنے کے بعد میرے والد صاحب کا ہمشکل شخص ملا اور اس سے میرا مقابلہ ہوگیا، اس نے مجھے نقصان پہنچانے کی ممکنہ حد تک کوششیں کیں، لیکن ذرہ سی چھوٹی تکلیف کے علاوہ وہ مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکا اور میں اس سے بچنے میں کامیاب ہوگیا، اب خواب مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی ایک ایک بات کو حرف بحرف پورا کر دکھایا ہے۔

جذبات واحساسات

تکمیل دورۂ حدیث اور طلباء کی خوشیاں

دارالعلوم دیوبند میں امتحان سالانہ کے ختم ہوتے ہی طلبۂ دورۂ حدیث کی خوشیاں دیدنی ہوتی ہیں۔ وہ جو کل تک ایک عام سا طالب علم تھا اب عوام وخواص اس کو عالم دین اور فاضل دارالعلوم کے لقب سے یاد کیا کریں گے، وہ جو کل تک اپنے نام کے ساتھ علاقائی نسبت لکھا کرتا تھا اب وہ اپنے نام کے ساتھ قاسمی کی اعلیٰ ترین نسبت لگایا کرے گا، غرض کہ اس دن کے بعد سے اس کے لئے کئی ضابطے اور اصول بدل دیئے جائیں گے۔ نوازشیں ہوں گی، اعزازات ہوں گے، کہیں امارت حوالہ کی جائے گی، کہیں قیادت کا مطالبہ کیا جائے گا، اور کہیں امامت و سیادت کی ذمہ داریاں تفویض کی جائیں گی۔ اور یہ سارا کچھ محض دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی استناد کی بنیاد پر ہوگا۔

اس کے بعد طلبۂ دورۂ حدیث اپنے گھروں کو فون لگاتے ہیں، کبھی ماں باپ سے خوشیوں بھرا کلام، کبھی بھائیوں سے شفقت سے لبریز گفتگو، اور کبھی بہنوں سے پیار بھرے جذبات کا اظہار۔ تو کبھی دیگر رشتے دار و متعلقین سے فرحت وانبساط کے ساتھ باتیں۔ غرض کہ خوشیاں ہی خوشیاں اور جذبات واحساسات کا بحر بیکراں۔۔۔ اوران سب کے بیچ ایک ستم رسیدہ، زمانے کا آزمودہ اور دل میں درد و کڑھن اور بہت ساری آہوں اور سسکیوں کا مرکب وٹھکانہ؛ یعنی بندۂ درماندہ۔

نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسی کے

دارالعلوم دیوبند جیسی عالمی اور مقبول عام نبوی درسگاہ سے دورۂ حدیث سے رسمی فراغت کے بعد عام طور پر طلباء اپنے اپنے گھروں کا رخ کرتے ہیں اور گھر والے، رشتے دار، احباب و متعلقین اور دیگر اہل محلہ اپنے نئے فاضل دارالعلوم کا والہانہ اور جذباتی استقبال کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، مگر میری

قسمت ویسی کہاں ؟ میں فراغت کے بعد جاؤں تو جاؤں کہاں ؟ کوئی جائے پناہ نہیں ! کوئی یار و حامی نہیں ! کوئی رشتے دار یا متعلقین نہیں ! جب ماں باپ ہی نہیں تو کون اس غریب الوطن، مفلوک الحال اور اسیر زمانہ کا استقبال کرے گا ؟ وہ کون سا رشتہ ہے جو میسر نہیں مگر پھر بھی میرا کوئی نہیں !۔

جب دیگر طلباء سروں پر فضیلت کا تاج سجائے اپنے اپنے گھروں کا رخ کر رہے تھے، تو میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا کرتا تھا کہ کاش میرا بھی کوئی گھر ہوتا ! کاش میرے سر پر بھی ماں باپ کا سایہ ہوتا ! کاش میرے بھی خاندان اور رشتے دار ہوتے ! تو آج میں بھی سر پر فضیلت کا تاج سجائے دیوانہ وار رخت سفر باندھ رہا ہوتا، آج میں بھی دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی نسبت و استناد کے ساتھ ماں باپ، اہل خانہ، رشتے دار و متعلقین کا رخ کر رہا ہوتا، مگر میری قسمت میں یہ خوشیاں کہاں ؟ وہ تو کوئی اور لوگ ہوتے ہیں جن کے ماں باپ اور بھائی بہنیں اپنے جگر کے ٹکڑے کو سینے سے لگائے استقبال کر رہے ہوں گے، مگر میرے ماں باپ اور بھائی بہنوں کو مجھ سے واسطہ ہی کہاں ؟ کہاں وہ اور ان کی زندگیاں ؟ اور کہاں میں اور میری مفلوک الحالی اور لاچاریاں ؟۔

خیر ! زمانہ اور اہل زمین سے لاتعلقی ہی سہی، میرے لئے میرے رب نے یہی مقدر فرمایا تھا اور شاید اسی میں میرے لئے خیر کا پہلو چھپایا ہوا تھا۔ جس کے بعد میں نے ماہ رمضان المبارک دارالعلوم کی بابرکت اور پر نور فضاؤں میں گذار کر دیوبند سے براہ راست حیدر آباد کا قصد کیا، اور پھر ۲۲/ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ سوموار کے روز حیدر آباد کے لئے عازم سفر ہو گیا۔

دارالعلوم میں ڈاکیہ کی آمد اور میری دنیا بیزاری

اسی طرح مجھے دارالعلوم دیوبند کے وہ ایام ہمیشہ حسرت و یاس کے ساتھ یاد آتے ہیں، جب ڈاکیہ طلباء کے خطوط اور منی آرڈر لے کر دارالاقامہ کا چکر لگاتے تھے اور پھر طلباء ڈاکیہ کے گرد اکھٹے ہو جایا کرتے تھے، اور میں ڈاکیہ کے قریب جانا تو بہت بعید میں اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی کبھی نہیں دیکھتا تھا۔ اس لئے کہ مجھ سے خط و کتابت کرنے والا یا کچھ بھیجنے والا دنیا میں کوئی تھا ہی نہیں، بھلا میں کیوں ڈاکیہ کی طرف متوجہ ہوتا اور مجھے اس سے کیا سروکار ؟ بس میں کبھی کبھار حسرت و افسردگی اور حزن و ملال کے عالم میں

خلوت وگوشۂ نشینی کو اپنا ساتھی بنا کر چند قطرے آنسو بہانے پر اکتفاء کرلیا کرتا تھا اور والدین اور اقرباء واعزاء وغیرہ سے محرومی پر اپنی قسمت کا رونا رولیا کرتا تھا۔

آہ! کوئی جائے پناہ نہیں

یادش بخیر! جب میں دارالعلوم دیوبند کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو اپنی خالہ محترمہ کے گھر سے ہی نکلا تھا، اور واقعی میں اس دن خالہ محترمہ کے گھر سے نکل گیا تھا، پھر کبھی اس حیثیت سے دوبارہ اس گھر میں داخل نہیں ہو سکا ہوں۔ سوچنے والے سوچ سکتے ہیں کہ جب خالہ کے گھر سے دارالعلوم دیوبند کے لئے روانہ ہوئے تھے تو دارالعلوم دیوبند سے تکمیل فضیلت کے بعد خالہ کے گھر جا سکتے تھے۔

لیکن عرض کرتا چلوں کہ میں اس گھر میں خالہ کے رحم و کرم پر تھا، لیکن کب تک؟ میرے خالو کو میں ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، جس کی وجہ سے روانگی کی رات میں خالو نے اولاً خالہ کی زبان سے کہلوایا، پھر خود بھی کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ آئندہ سال سے یہاں مت آنا، اپنے باپ کے گھر جانا۔

خالو نے اس طرح کھلے لفظوں میں مجھے اس لئے منع کر دیا تھا تاکہ میں ان کی جائیداد وغیرہ میں حصہ دار نہ بنوں! بس یہی وجہ تھی، جس کی وجہ سے اس گھر میں میرا داخل ہونا ممنوع قرار دے دیا گیا۔

اسی لئے جب دارالعلوم دیوبند میں سالانہ تعطیل ہوئی تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا جہاں میں جا سکتا تھا، جس کی وجہ سے رمضان المبارک کا مہینہ دارالعلوم میں ہی گذار کر شوال المکرم میں حیدرآباد چلے جانے کا فیصلہ کرلیا۔

ربانعرالعالانزلت الحرمن خیر فقیر

کچھ تذکرے احباب و رفقاء کے

اب اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احباب و رفقاء کا بھی کچھ تذکرہ کر دیا جائے تو بہتر اور مناسب ہوگا، اس لئے کہ کسی بھی ادارہ یا تعلیم گاہوں میں احباب و رفقاء زندگی کا لازمی حصہ ہوا کرتے ہیں، جن کے بغیر زندگی کا گذر بسر تقریباً ناممکن ہے۔ احباب و رفقاء ہی وہ جزو لاینفک ہوتے ہیں جن کے سہارے ہماری شب و روز کی معمولات و مصروفیات متعلق ہوتی ہیں اور ان ہی کے بھروسے ہمارے اکثر و بیشتر اعمال و افعال کا دارومدار ہوتا ہے۔ چنانچہ اب اس کے بعد ان احباب و رفقاء کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو دارالعلوم دیوبند میں ہماری زندگی کے اہم جزو تھے اور ان کے ساتھ ہمارے انتہائی قریبی اور برادرانہ تعلقات قائم تھے۔

اسمائے رفقائے حجرہ

اس سلسلہ میں سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند میں بندۂ ناچیز کے رفقائے حجرہ کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے رفقائے حجرہ کی فہرست درج ذیل ہے :

(۱) محمد آفتاب عالم	بانکا	دورۂ حدیث
(۲) مولوی ابوعبیدہ	بتیا (مغربی چمپارن)	دورۂ حدیث
(۳) مولوی مستقیم سالک	مدھوبنی	شیم عربی
(۴) مولوی معین کوثر	کٹیہار	شیم عربی
(۵) مولوی محمد فاروق	پورنیہ	ہنجم عربی
(۶) مولوی سرور عالم	بھاگلپور	ہفتم عربی
(۷) مولوی اصغر حسین	گیا	دورۂ حدیث

(۸) مولوی غفران	کٹیہار	دورۂ حدیث
(۹) مولوی حفظ الرحمن	دربھنگہ	ششم عربی
(۱۰) مولوی ابوالقیس	دربھنگہ	دورۂ حدیث

ان رفقاء کے نام جن کے پاس اکثر آمدورفت ہوتی تھی

رفقائے حجرہ کے تذکرے کے بعد اب ان احباب ورفقاء کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے پاس بکثرت ہماری آمدورفت ہوتی تھی، ان کی فہرست درج ذیل ہے :

(۱) مولوی افتخار الحسن	گڈا	ششم عربی	دارالعلوم دیوبند
(۲) مولوی منہاج الدین	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم دیوبند
(۳) مولوی غلام مولی (عبداللہ)		تکمیل تفسیر	دارالعلوم دیوبند
(۴) مولوی ابوعبیدہ	رانچی	دورۂ حدیث	دارالعلوم دیوبند
(۵) مولوی محمد سفیان عالم	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم وقف دیوبند
(۶) مولوی محمد فیضان عالم	بانکا	ہفتم عربی	دارالعلوم وقف دیوبند
(۷) مولوی نور نبی	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم وقف دیوبند

واضح ہو کہ اس فہرست سے ان ناموں کو نکال دیا گیا ہے جن کے پاس کسی دوسرے کے واسطے سے آمدورفت ہوتی تھی۔

مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا میں عربی سوم کے رفقائے درس

اب اس کے بعد ان ساتھیوں کے تذکرے کئے جارہے ہیں جن کا تعلق اگرچہ دارالعلوم دیوبند کی زندگی سے براہ راست نہیں ہے، مگر ایک خاص مناسبت سے ان کا تذکرہ کرنا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری اور قابل

فخر بات ہے، نیز ان میں سے ایک کے علاوہ باقی سبھوں کا نام دوسری فہرست میں آچکا ہے، مگر اس کے باوجود ان ساتھیوں کی علیحدہ فہرست اس لئے پیش کی جارہی ہے کہ کسی بھی چھوٹے مدرسہ میں پڑھنے والے اگر بعد میں دارالعلوم جیسے ادارہ میں سب کے سب ایک ساتھ مجتمع ہوجائیں تو یہ انتہائی خوشی، فخر اور ایک طرح سے اعزاز کی بات ہوتی ہے۔

بانکا ضلع میں واقع مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا کی جماعت عربی سوم میں ہم سب کل پانچ ساتھی تھے، مدرسہ مصباح العلوم اہروچلنا سے نکلنے کے بعد درمیانی عرصے میں مختلف مدارس میں منتشر ہوگئے اور ایک دوسرے کا کچھ پتہ نہ رہا، مگر پھر آخر میں اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ہم پانچوں ساتھی دیوبند میں اکٹھے ہو گئے، تین دارالعلوم میں اور دو وقف دارالعلوم میں۔ فہرست درج ذیل ہے :

(۱) محمد آفتاب عالم	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم دیوبند
(۲) مولوی افتخار الحسن	گڈا	شمیم عربی	دارالعلوم دیوبند
(۳) مولوی منہاج الدین	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم دیوبند
(۴) مولوی نورنبی	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم وقف دیوبند
(۵) مولوی نورحسن	بانکا	دورۂ حدیث	دارالعلوم وقف دیوبند

احباب ورفقاء سے جدائی اور ان کی یادیں

دارالعلوم دیوبند میں جب تک رہے احباب ورفقاء سے باہم مربوط رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گذارتے رہے۔ لیکن سالانہ تعطیل نے احباب ورفقاء سے دور کردیا اور ایسا دور کیا کہ دارالعلوم سے نکلنے کے بعد ایک ساتھی مولوی نورنبی کے علاوہ باقی تمام ساتھیوں سے ابھی تک کبھی دوبارہ ملنے اور باہم مربوط ہونے کی کوئی صورت اور راستہ میسر نہیں ہوسکا ہے۔

ان احباب ورفقاء میں سے ایک رفیق اور مہرباں مولوی غلام مولوی قاسمی بھی ہیں جن سے شاید ہی زندگی میں

کبھی ملاقات ہوسکے گی، اس لئے کہ میرے اوران کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل ہے.جس کی وجہ سے ملاقات تقریباًنا ممکن ہے۔

البتہ ان میں سے مولوی افتخارالحسن گڈاوی وہ واحد مخلص رفیق ہے جن سے مسلسل رابطہ بذریعۂ فون قائم ہےاور بارہاخواہش کے باوجودان سے بھی ملاقات کبھی نہیں ہوسکی ہے۔ لیکن امید قوی ہے کہ مولوی افتخار الحسن گڈاوی سے ملاقات نہ سہی لیکن رابطہ ہمیشہ برقراررہے گا، ان شاءاللہ۔

اس کے علاوہ رانچی کے مولوی ابوعبیدہ کی یاد بھی گاہے بگاہے شدت کے ساتھ آتی رہتی ہے، مگر دارالعلوم سے نکلنے کے بعدان سے پھر کبھی دوبارہ رابطہ نہیں ہوسکا ہے۔

دیگررفقاء و متعلقین

ان ساتھیوں کے علاوہ بھی دیگرچند طلباء سے قیام دارالعلوم کے دوران رفاقت قائم ہوگئ تھی اوران سے مراسم وتعلقات ہوگئے تھے۔

۱۔ جن میں سے خاص طورپرکیتھاٹیکر کے پاس قریبی گاؤں کے مولوی عزیربانکوی اورمولوی بشاربانکوی خاص طورپرقابل ذکرہیں، سالانہ امتحان سے دو تین مہینے قبل ان دونوں سے جان پہچان ہوئی اور قریبی علاقائیت کی بنیادپررفاقت قائم ہوگئ۔ مزیدبتاتاچلوں کہ سالانہ تعطیل کے بعدمیں نے اعظمی منزل کے کمرہ میں انہی دونوں کی سیٹ پرقیام کیاتھاجس کاتذکرہ آئندہ آئے گا۔

۲۔ان کے علاوہ جامعۃ الشیخ کے طالب علم مولوی عبدالباسط بانکوی سے تیسرے سفرمظاہر علوم کے بعد برادرانہ تعلق استوارہوگیاتھا۔

۳۔ پھرآخرایام میں مولوی سبیل الرحمن بانکوی اورمدرسہ رشیدی گنگوہ کے طالب علم مولوی عبدالکریم بانکوی کانام بھی اس فہرست میں شامل کیاجاسکتاہے،ان دونوں کاتذکرہ آئندہ آئے گا۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

سالانہ تعطیل اور دارجدید کا تخلیہ

امتحان سالانہ کے بعد

یہ تمام تر تفصیلات امتحان داخلہ سے لے کر امتحان سالانہ تک کی تھیں، جن میں تعلیم و تعلم، امتحانات، اساتذۂ کرام، احباب و رفقاء، قیام وطعام، رہائش و سکونت ہر طرح کی باتیں قلمبند کی گئی تھیں، اب اس کے بعد امتحان سالانہ کے بعد کی باتیں قید تحریر میں لائی جاتی ہیں۔

دارجدید کا انہدام اور کمروں کے تخلیہ کی ہدایت

امتحان سالانہ سے ابھی مکمل طور پر فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ ۱۱/ شعبان المعظم کو دفتر دارالاقامہ کی طرف سے صدر گیٹ، مدنی گیٹ، باب الظاہر، باب معراج، کمرہ نمبر ۴۴ دارجدید اور دفتر دارالاقامہ کے پاس ایک اعلان چسپاں کیا گیا۔ جس میں طلباء کو مطلع کیا گیا تھا کہ باب الظاہر سے باب معراج تک کے تمام کمروں کے طلباء سالانہ تعطیل ہوتے ہی کمرہ خالی کردیں اور کمرہ میں سامان ہر گز ہر گز نہ رکھیں، ورنہ تو خلاف ورزی کی صورت میں دارالعلوم ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اور اس طرح سے کمروں کو خالی کرانے کی وجہ یہ تھی کہ دارجدید کی عمارت چونکہ مرور ایام اور طوالت زمانہ کی وجہ سے بوسیدہ اور حد سے زیادہ کمزور ہوگئی ہے، اس لئے دارالعلوم نے حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے دارجدید کی مرحلہ وار تعمیر نو کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے "احکام رمضان المبارک اور حالات دارالعلوم دیوبند ۱۴۲۵ھ" میں شائع شدہ اس تحریر کو پڑھتے چلیے، جس سے دارالعلوم دیوبند کی سب سے قدیم عمارت "دارجدید" کے بارے میں واقفیت حاصل ہوجائے گی، چنانچہ وہ تحریر یہ ہے :

سبب تخلیہ

دارالعلوم دیوبند کا یہ سب سے بڑادارالاقامہ جودار جدید کے نام سے موسوم ہے اور ۸۰ سال سے زائد کا تعمیر شدہ ہے، قدیم ہونے کی وجہ سے اس کی عمارت خصوصاً بر آمدہ انتہائی مخدوش ہوگیا ہے، جس کی مرمت کا کام وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے، مجلس شوری نے مرحلہ وار اس کی تعمیر نو کرنا منظور فرمایا ہے، شوری کے فیصلہ کے تحت اس کو مرحلہ وار منہدم کر کے اللہ کے بھروسہ پر اس کا تعمیری کام شروع کرانا ہے، جس میں طلبہ کے لئے بڑے بڑے کمرے ہوں گے، ایک کمرہ میں دس دس طلبہ کے قیام، ان کی الماری علیحدہ علیحدہ بنوا کر سامان رکھنے کی سہولت ہوگی، یہ عمارت تین منزلہ ہوگی"۔

(احکام رمضان المبارک اور حالات دارالعلوم دیوبند ۱۴۲۵ھ صفحہ ۲۲)

دار جدید سے اعظمی منزل منتقلی

اسی مذکورہ وجہ سے دفتر دارالاقامہ کی طرف سے باب الظاہر سے لے کر باب معراج تک کے کمروں میں مقیم طلباء کو سالانہ تعطیل ہوتے ہی کمرے خالی کر دینے کے لئے ہدایت جاری کر دی گئی تھی، چنانچہ اس کی وجہ سے میں فکر و غم میں بتلا ہوا اس لئے کہ میں بھی اس انہدامی عمل کی زد میں آ رہا تھا۔ اور چونکہ مجھے رمضان المبارک دارالعلوم میں ہی گذارنا تھا اس لئے مجھے فکر لاحق ہوگئی۔ جس کی وجہ سے میں نے اعظمی منزل میں مقیم علاقائی ساتھیوں سے ملاقات کی اور صورتحال سے آگاہ کیا تو ان سبھوں نے کہا کہ "ٹھیک ہے! ہم سب تو رمضان میں یہاں (دارالعلوم میں) نہیں ٹھہریں گے، آپ ہم سب کی سیٹ پر رہنا، لیکن آپ پہلے یہ کام کریں کہ دارالاقامہ کے قانون سے بچنے کے لئے پہلے دارالاقامہ سے یہاں (اعظمی منزل کے اس کمرہ میں) قیام کرنے کی اجازت حاصل کرلیں"۔

اعظمی منزل میں قیام کے لئے درخواست کی منظوری

چنانچہ میں اس کے بعد ۱۶/شعبان المعظم بروز سنیچر مسلم شریف کا پرچہ امتحان لکھنے کے بعد جب کمرہ آیا تو فوراً ناظم دارالاقامہ کے نام اعظمی منزل میں قیام کی اجازت کے لئے ایک درخواست لکھا اور پھر متصلاہی دفتر دارالاقامہ پہنچا، وہاں دفتر کے منشی صاحب سے ملا اور درخواست پیش کیا تو انہوں نے درخواست پڑھ کر پوچھا کہ اس کمرہ میں کس کی سیٹ پر رہو گے ؟ تو میں نے ساتھی کا نام بتا دیا۔ اس کے بعد منشی صاحب نے درخواست پر اس ساتھی کا نام لکھنے کے لئے کہا اور پھر دوسری طرف بازو میں بیٹھے مولانا منیر الدین صاحب کے پاس درخواست لے کر بھیجا، میں نے مولانا منیر الدین صاحب کے سامنے درخواست پیش کیا تو انہوں نے درخواست پڑھ کر دستخط کر دیا۔ جس کے بعد منشی صاحب نے درخواست اپنے پاس رکھ لیا اور کہا "جاؤ ٹھیک ہے !اس کمرہ میں جلد سے جلد منتقل ہو جاؤ"۔ اور بعینہ یہی جملہ مولانا منیر الدین صاحب نے بھی کہا کہ "اس کمرہ میں جلد سے جلد منتقل ہو جاؤ"۔

سالانہ تعطیل اور اعظمی منزل میں منتقلی

اس کے بعد جب ۲۰/شعبان کو امتحان سے مکمل فراغت ہو گئی تو اس کے بعد ۲۱/شعبان المعظم جمعرات کے دن کچھ سامان کے ساتھ اعظمی منزل منتقل ہو گیا اور بقیہ سامان اپنے دوسرے ساتھی منہاج الدین کے کمرہ (رواق خالد) میں رکھا اور اس سے کہا کہ جہاں مجھے مناسب معلوم ہو گا وہیں رہوں گا، یا تو آپ کی سیٹ پر یا اعظمی منزل میں۔ پھر جب منہاج الدین ۲۰/شعبان المعظم کو گھر کے لئے روانہ ہو گیا تو میں اس دن سے مسلسل دار جدید کے بجائے رواق خالد میں ہی قیام کرتا رہا اور ساتھ ہی کسی کسی وقت اعظمی منزل بھی آجایا کرتا تھا۔ اسی طرح سے خالی اوقات افتخار الحسن گڈاوی کے ساتھ گذرتا اور اسی کے ساتھ سیر و تفریح، گھومنا پھرنا اور ٹہلنا ہوتا۔ اس طرح سے سالانہ تعطیل کے بعد کے میرے ایام دارالعلوم دیوبند میں گزرنے لگے۔

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ کا انتقال

عجیب سی کیفیت

اسی طرح سے میرے ایام شعبان المعظم کے عشرۂ اخیرہ میں گزر رہے تھے کہ ایک دن ۲۷/ شعبان المعظم بدھ کے روز نماز فجر کے بعد میں اعظمی منزل میں سوگیا، جب نو بجے کے قریب سو کر اٹھا، تو طبیعت میں عجیب طرح کی کیفیت محسوس کی جا رہی تھی، اعضاء وجوارح ساکن ہو چکے تھے، سارا جسم بوجھل ہو چکا تھا، سوچنے اور سمجھنے کی ساری صلاحیتیں اور کچھ کرنے نہ کرنے کی رغبت ختم ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔

صوت برق یا آسمانی بجلی

میں اسی اضطرابی اور بے چینی کی حالت وکیفیت سے دوچار تھا کہ بغیر کچھ قصد کئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے کمرہ سے نکل گیا اور غیر اختیاری طور پر اپنے ساتھی افتخار الحسن کا کمرہ رواق خالد چلا گیا۔ ابھی میں کمرہ میں داخل ہو کر صحیح سے بیٹھا بھی نہ تھا کہ کان میں یہ دل دہلا دینے والی آواز سنائی دی "محمد رضوان القاسمی کا انتقال، ارے یہ رضوان القاسمی کون ہے؟"۔

یہ آواز ان چند طلبۂ دار العلوم میں سے کسی ایک کی تھی جو اخبار "راشٹریہ سہارا" کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یہ آواز کان میں پڑتے ہی میں بیک لحہ بے خودی میں مبتلا ہو گیا اور ساری دنیا نگاہوں کے سامنے تاریک معلوم ہونے لگی اور ایسا لگنے لگا کہ دنیا میں سوائے ظلمت وتاریکی کے اور کچھ ہے ہی نہیں اور اس طرح میں اپنی دنیا سے گم ہو گیا۔

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ کا انتقال

اس کے بعد جب کچھ تاریکی چھٹی اور میری نگاہوں کے سامنے ہلکا سا اجالا ظاہر ہوا، تو میں اخبار کی طرف لپکا۔ اخبار میں دو جگہ مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تعزیتی جلسوں کی خبریں تھیں۔ ایک خبر کا تعلق

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے اور دوسری خبر کا تعلق وقف دارالعلوم سے تھا۔ کہ ان دونوں اداروں میں مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے گذشتہ دن تعزیتی جلسوں کا انعقاد ہوا تھا۔ لیکن مجھے تلاش و جستجو دوسری چیز کی تھی کہ مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب کا انتقال کب اور کس دن ہوا ہے؟ مگر یہ بات اخبار میں مجھے کہیں نہیں ملی۔

لیکن دل تاریخ وفات معلوم کرنے کے لئے بے چین تھا، مزید یہ کہ قلب اس خبر کی تصدیق کرنے سے گریزاں تھا، جس کی وجہ سے میں وہاں سے فوراً اسٹوڈیو آیا اور دارالعلوم سبیل السلام میں مولانا شمشیر سبیلی صاحب کے پاس فون لگایا مگر وہ اتفاق سے اس وقت موجود نہیں تھے،، جس کی وجہ سے میں نے فون پر بیٹھنے والے ملازم سے ہی اس خبر کے متعلق دریافت کیا تو اس نے خبر کی تصدیق کردی اور بتایا کہ پرسوں ۲۵/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ سوموار کے روز ڈھائی بجے دن میں کیئر ہاسپٹل (نزد معظم جاہی مارکیٹ حیدرآباد) میں انتقال ہوا ہے،اس کے بعد میں نے فون رکھ دیا۔

وہ نجم تاباں کا غروب

اس واقعۂ جاں فزا اور روح فرسا پر جتنا رنج والم اور حزن وملال ہونا تھا ہوگیا اور شام تک میں کسی طرح سے سنبھلنے میں کامیاب ہوا، اور پھر حسب معمول دیگر امور و مصروفیات میں مشغول ہوا۔ پھر اس کے بعد دوسرے ہی دن مجھے یہ خیال ہوا کہ ایک مختصر سا مضمون مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھ کر اخبار ورسائل میں دیا جائے۔ چنانچہ اس کے لئے مضمون نگاری کا کام شروع بھی کردیا مگر لکھتے لکھتے مضمون طویل ہوتا چلا گیا، جس کے اختصار کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی، جس کی وجہ سے اخبار ورسائل کا ارادہ متروک ہوگیا اور کچھ احباب ورفقاء کے کہنے پر اس کو مستقل کتاب کی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہو گیا، جس کی وجہ سے اس پر مزید کچھ کام کئے گئے، اور پھر دیوبند سے دارالعلوم سبیل السلام آمد ہوئی تو یہاں مزید اضافے، حسن ترتیب اور وضع عنوانات کا کام کیا گیا، جو بحمدہ تعالی ماہ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ میں مکمل ہو چکا ہے۔ اب اشاعت کے سلسلہ میں کوشش ہو رہی ہے،، جس کے لئے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو بھی انجام تک پہنچائے، آمین۔

مولوی سبیل الرحمن بانکوی کی آمد

چنانچہ میں ماہ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ میں ۲۸/ تاریخ کو مولانا محمد رضوان القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر مضمون لکھنے میں مشغول تھا کہ اچانک مولوی افتخار الحسن میرے پاس آیا اور اس کے ساتھ مولوی سبیل الرحمن بانکوی بھی تھا، جو اسی وقت گھر سے دارالعلوم آیا تھا، جس کا مقصد آمد ماہ شوال میں دارالعلوم میں حصول داخلہ کے لئے امتحان دینا تھا۔ چنانچہ مولوی افتخار الحسن نے کہا کہ اس کے قیام کا انتظام کرو، کس کمرہ میں کہاں رکھوگے رکھو۔ تو میں نے کہا کہ اس کی مرضی چاہے تو وہ یہاں اعظمی منزل میں رہے یا رواق خالد میں مولوی منہاج الدین کے کمرہ میں رہے، یہ خود جہاں چاہے رہے۔ اس کے بعد مولوی سبیل الرحمن نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہو؟ تو میں نے رواق خالد کے بجائے اعظمی منزل بتایا۔ تو اس نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا، جس کے لئے میں تیار ہو گیا اور کہا کہ ٹھیک ہے، چاہو تو میرے ساتھ رہو لیکن اگر آپ رواق خالد میں رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو، مگر وہ میرے ہی ساتھ رہنے کے لئے تیار ہو گیا۔

چنانچہ میں اسی وقت ان دونوں کے ساتھ باب معراج پہنچا جہاں مولوی سبیل الرحمن کے دیگر ساتھی سامان کے ساتھ ٹھہرے ہوتے تھے، وہاں سے ان سبھوں کا سامان رواق خالد پہنچایا گیا، اور پھر میں وہاں سے مولوی سبیل الرحمن کا سامان لے کر اعظمی منزل آگیا۔ یہاں آکر اس نے اٹیچی سے مولوی منہاج الدین کی طرف سے لکھا ہوا ایک مکتوب نکال کر مجھے دیا، جس میں اس نے مجھے لکھا تھا کہ "مولوی سبیل الرحمن صاحب امتحان کے لئے دارالعلوم جا رہے ہیں، یہ بیچارہ نئے اور اجنبی ہیں۔ اس کے لئے ہر طرح کے انتظامات برائے قیام وطعام کردو، شکریہ ہوگا"۔

قیام وطعام کا انتظام

اس کے بعد میں اور مولوی سبیل الرحمن دونوں اعظمی منزل میں رہنے لگا اور پھر میں نے کھانے پینے وغیرہ کے سامان اور دیگر ضروری چیزیں رواق خالد سے اعظمی منزل میں لے آیا۔

اس کے بعد اس کے کھانے کا نظم کرتا تھا، چنانچہ اس کام کو مولوی افتخار الحسن نے میرے لئے آسان کر دیا اور اس نے ایک طالب علم سے دار العلوم کی ٹکٹ طعام ایک ماہ کے لئے بعوض تین سو روپئے خرید کر دے دیا، جس کی وجہ سے اب مولوی سبیل الرحمن کے لئے قیام وطعام کا مسئلہ مکمل طور پر حل ہو گیا اور وہ امتحان داخلہ کی تیاری (مطالعۂ کتب ممتحنہ) میں مشغول ہو گیا۔

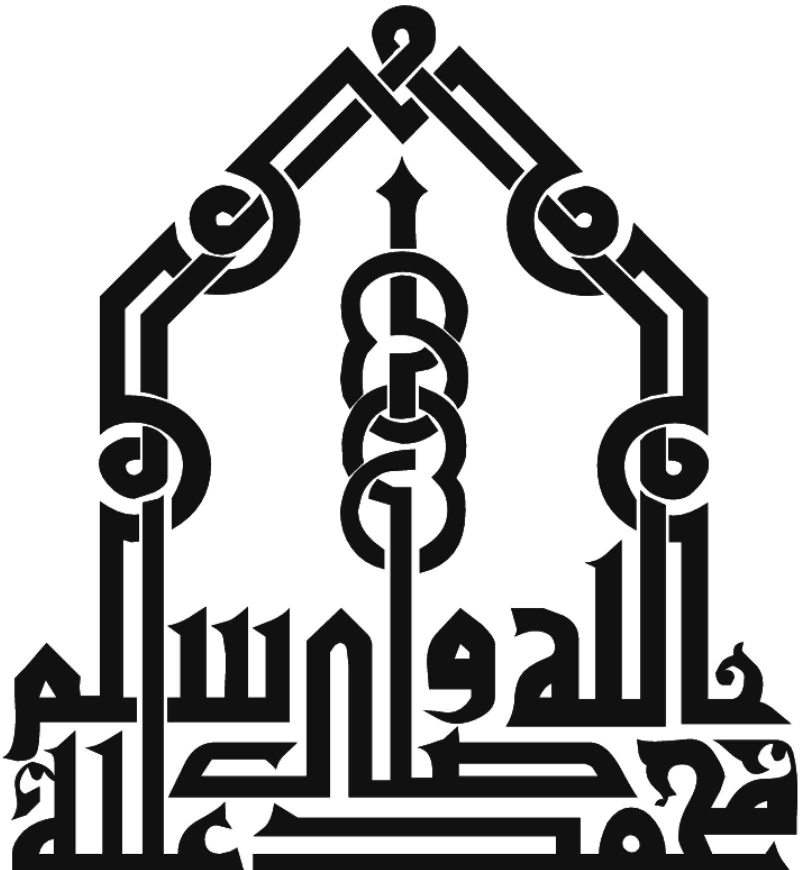
علیحدگی

تقریباً تین ہفتے سے زائد ہم دونوں ایک ساتھ رہے اور قیام وطعام ساتھ ہی رہا، مگر ۲۳/ رمضان المبارک کے بعد ایک دن اس نے مولوی منہاج الدین کے پاس فون کیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں کس کمرہ میں رہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ آفتاب کے ساتھ اعظمی منزل میں رہ رہا ہوں۔ مولوی سبیل الرحمن اور مولوی منہاج الدین کے درمیان فون پر اور کیا باتیں ہوئیں اور اس گفتگو کے بعد مولوی سبیل الرحمن نے کیا سوچا نہیں سوچا؟ کچھ پتہ نہیں۔ لیکن اس کے بعد مولوی سبیل الرحمن نے اعظمی منزل میں میرے ساتھ رہنے کے بجائے مولوی منہاج الدین کے کمرہ (رواق خالد) میں رہنے کا فیصلہ کر لیا، اور میرے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ گھر سے دار العلوم آتے وقت مولوی منہاج الدین نے مجھے اسی کمرہ میں رہنے کے لئے کہا تھا اس لئے وہ غصہ ہو سکتا ہے۔

معاملات کی صفائی

اس کے بعد میں نے اب تک کھانے وغیرہ میں خرچ شدہ اخراجات والا کاغذ اس کے سامنے رکھ دیا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اب تک کھانے پینے میں جو کچھ خرچ ہوا ہے اس کا حساب ہے۔ تو اس نے ایک نظر اس کاغذ پر ڈالا اور کہا کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں آ ہی نہیں رہا ہے، تو میں نے پورا حساب پڑھ کر اسے سمجھا دیا، جس کے مطابق اس کے کچھ روپئے مجھ پر واجب الادا نکل رہے تھے، پھر جب میں نے

واجب الاداروپۓ اس کو واپس کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میں نے تو شروع ہی میں کہہ دیا تھا کہ جتنا خرچ ہوگا سب میری طرف سے ہوگا اس لئے میں کچھ بھی روپۓ واپس نہیں لوں گا۔ میرے کافی اصرار کے بعد اس نے کہا کہ اگر میں واپس لوں گا تو پھر میں کبھی بھی آپ سے بات چیت نہیں کروں گا، اس لئے آپ یہ روپۓ مجھے مت دو۔ جس کے بعد میں خاموش ہوگیا۔ پھر اس کے بعد میں نے مولوی منہاج الدین کے کمرہ اور اس کی الماری کی کنجیاں اس کے حوالہ کر دیں اور ساتھ ہی میں نے اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر کوئی طالب علم آئے چاہے وہ مولوی منہاج الدین کا قریبی ہی سہی مگر اسے اس کمرہ میں ٹھہرنے مت دینا، یہ مولوی منہاج الدین کی بہت سخت تاکید ہے۔ پھر اس کے بعد مولوی سبیل الرحمن اسی وقت اعظمی منزل میں میرے پاس سے منتقل ہو کر رواق خالد چلا گیا۔



ماہ رمضان المبارک

آمد ماہ رحمت ومغفرت

وہ مبارک مہینہ جس کی تیاری اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کے ختم ہوتے ہی شروع کردی تھی، جس کی وجہ سے شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں، فرشتے زمین پر پھیلا دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اوراس میں اللہ رب العزت اپنی مکمل رحمت وبرکت کے ساتھ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور جس مہینہ کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے دوسرا حصہ مغفرت ہے اور تیسرا حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ ان سارے فضائل کے علاوہ جس ماہ کی بے شمار خصوصیات وامتیازات اور فضائل وکمالات قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں، یعنی "ماہ رمضان المبارک"۔

سال بھر کے بعد ایک مرتبہ پھر سے دوبارہ وہ "ماہ رمضان المبارک" اپنی تمام تر رحمتوں، برکتوں، سعادتوں اور فضیلتوں کے ساتھ ہمارے اوپر سایہ فگن ہوگئی، اور اپنی خصوصیات وامتیازات سے مسلمان بندوں اور بندیوں کو محظوظ کرنا شروع کردیا۔

اول رمضان المبارک

یہ میرا پہلا رمضان المبارک تھا جو میں نے گھر سے باہر دوسری ریاست میں گذارا، اس سے پہلے میں نے کبھی بھی کوئی رمضان دوسری ریاست میں نہیں گذارا تھا، یہ میرے لئے پہلا موقع تھا کہ ۱۴۲۵ھ کا رمضان المبارک مہینہ دارالعلوم دیوبند جیسی مقدس سرزمین پر گذرا۔ لیکن اس کے باوجود یہ رمضان المبارک سابقہ تمام رمضانوں سے ہر اعتبار سے بہتر اور اچھا رہا۔ یہ میرے لئے پہلا رمضان المبارک تھا جس میں مکمل روزے رکھنے کے ساتھ سنن ومستحبات اور نوافل وزوائد تک کی بالمواظبت پابندی کرتے ہوئے پوری تراویح کی نماز پڑھی اور ایک دن بھی ایک رکعت تک فوت ہونے نہیں دیا، فالحمد للہ علی ذلک اولاو آخرا۔

رمضان المبارک میں کھانے کا نظم

عام مہینوں میں تو طلبۂ دارالعلوم کو دونوں وقت دوپہر اور شام میں کھانے میں روٹی ہی ملتی تھی اور اس کے ساتھ دوپہر میں دال اور شام میں گوشت (دارالعلوم کے اس کھانے روٹی دال یا روٹی گوشت کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہی ہوگی) اور صرف ہفتہ میں ایک وقت چاول (ایک ہفتہ میں بریانی اور دوسرے ہفتہ میں تہاڑی) ملتا تھا۔ مگر رمضان المبارک میں کھانے کے اس نظامِ میں کچھ تبدیلی ہوتی ہے۔ چنانچہ شام میں تو وہی روٹی گوشت کا سلسلہ چلتا رہا، مگر فجر سے پہلے سحری کے لئے کھانے میں گوشت ملی ہوئی دال، ایک تندوری روٹی اور نصف کیلو چاول ملتا تھا۔ اور پورا رمضان المبارک یہی نظام طعام برقرار رہا۔

وظائف برائے دودھ

اس پر مستزادیہ کہ رمضان المبارک میں دارالعلوم کی طرف سے ہر طالب علم کو فی یوم چار روپیۓ کے حساب سے ہر عشرہ (ہر دس روز) میں چالیس چالیس روپیۓ وظیفہ دودھ کے واسطے دیا جاتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی پورے مہینہ میں ایک سوبیس روپیۓ حاصل کیۓ۔ جن میں سے پہلی مرتبہ ۱۲ رمضان المبارک کو، دوسری مرتبہ ۲۳ رمضان المبارک کو اور تیسری مرتبہ ۲۹ رمضان المبارک کو ملے۔ مزید یہ کہ ماہانہ تعلیمی وظیفہ رمضان المبارک میں بھی ملا۔ چنانچہ رمضان المبارک مہینہ کا ستر روپیۓ وظیفہ ۱۷ تاریخ کو ملا۔ اس طرح سے وظیفہ اور دودھ کے لئے روپیۓ کل ملا کر ایک سو نوے روپیۓ ماہ رمضان المبارک میں ملے۔

قیمت پارچہ

جتنے امدادی طلباء دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، ان سبھوں کو سالانہ تعطیل کے موقع پر دارالعلوم کی طرف سے تین تین سو روپیۓ کپڑا بنوانے کے لئے دیۓ جاتے ہیں۔ اس طرح کہ جو طلباء رمضان المبارک میں دارالعلوم میں قیام کرنے کے بجائے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں ان سبھوں کو وہ تین تین سو روپیۓ تو امتحان سالانہ ختم ہوتے ہی فوراً دے دیۓ جاتے ہیں۔ البتہ وہ طلباء جو رمضان المبارک دارالعلوم ہی میں

گذارنا چاہتے ہیں ان کو کپڑے کے لئے وہ روپئے رمضان المبارک کے عشرۂ اولی میں دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہ تین سو روپئے جو دار العلوم میں "قیمت پارچہ" کے نام سے مشہور ہیں رمضان المبارک شروع ہونے کے بعد ۴ تاریخ بروز منگل حاصل کیا۔ اس طرح سے پوری ماہ رمضان المبارک میں دار العلوم سے چار سو نوے روپئے ملے۔ ایک سو بیس روپئے دودھ کے لئے، ستر روپئے ماہانہ وظیفہ اور تین سو روپئے قیمت پارچہ۔

مسجد قدیم میں افطاری کا نظم

یہ تو رمضان المبارک میں دار العلوم کی طرف سے رات کے کھانے، سحری اور دودھ وغیرہ کا انتظام تھا۔ اس کے ساتھ ہی افطاری کا اجتماعی نظم دار العلوم کی طرف سے ہی مسجد قدیم میں کیا جاتا تھا۔ جہاں تمام طلبۂ دار العلوم جمع ہوتے اور ہر ایک طالب علم کو ایک ایک طشتری دی جاتی، جس میں مختلف چیزیں افطاری کے لئے ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ پیر جی کی طرف سے مسجد رشید میں بھی افطاری کا نظم کیا جاتا تھا، مگر وہاں صرف اس کے مریدین ہی افطاری کرتے تھے، اور چند کے علاوہ اکثر طلبۂ دار العلوم مسجد رشید میں افطاری سے اعراض کر کے مسجد قدیم ہی پہنچتے تھے اور وہیں افطاری کرتے تھے۔

واضح رہے کہ مسجد قدیم میں افطاری کا یہ نظم اگرچہ خصوصیت کے ساتھ طلبۂ دار العلوم کے لئے ہوتا تھا، مگر اس میں بالعموم ہر کوئی شریک ہونے کا مجاز ہوتا، خواہ طلبۂ دار العلوم ہوں یا غیر ہر کسی کو افطاری کی عام اجازت ہوتی تھی۔

رمضان المبارک اور نماز پنجگانہ

میں رمضان المبارک میں نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے لئے خصوصیت کے ساتھ مسجد قدیم ہی جایا کرتا تھا۔ البتہ کسی کسی وقت مدنی مسجد بھی چلا جاتا تھا۔ جب کہ مسجد رشید سے سختی کے ساتھ احتراز کرتا تھا، اگرچہ کہ اعظمی منزل سے فجر کے وقت مسجد قدیم یا مدنی مسجد آنے جانے میں سخت جاڑے کی وجہ سے کافی دشواریاں پیش آتی تھیں، مگر اس کے باوجود ساری دشواریوں کو برداشت کر کے مسجد قدیم یا مدنی مسجد ہی جایا کرتا تھا اور مسجد

رشید سے کلی طور پر گریز کیا کرتا تھا۔

نتائج امتحان سالانہ منظر عام پر

ماہ رمضان المبارک میں جیسے تیسے ایام گذرتے رہے کہ آخر ایک مہینہ کے بعد ۱۹/ رمضان المبارک بدھ کے دن امتحان سالانہ کے نتائج منظر عام پر لائے گئے، جس کا بڑی شدت سے ہمیں اور دیگر طلباء کو انتظار تھا۔ اس امتحان میں نتائج من جملہ طور پر سبھوں کے اچھے ہی رہے، سوائے دو طلباء کے کہ انہیں سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ دونوں اتر پردیش کے ہی تھے۔ امتحان سالانہ میں ہمارے درجہ دورۂ حدیث شریف میں اول پوزیشن دو طالب علم آئے اور دوم پوزیشن ایک طالب علم اور یہ تینوں بہار کے متوطن تھے۔ اور ایک طالب علم جو بنگہ دیشی تھا وہ سوم پوزیشن آیا۔ من جملہ طور پر نتائج بہت ہی بہتر اور اطمینان بخش رہے۔

مفتی مرشد قاسمی صاحب کی آمد

مفتی مرشد قاسمی صاحب ہر سال رمضان المبارک میں دارالعلوم آتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی آمد کا سخت انتظار تھا، پھر یہ کہ وہ ۱۵/ رمضان تک دارالعلوم پہنچ جاتے تھے مگر سال گذشتہ ۱۵ سے ۲۰ تاریخ ہو گئی مگر وہ نہیں آئے تھے، جس کی بناء پر اس انتظار میں شدت پیدا ہوتی جارہی تھی کہ بالآخر ۲۱/ رمضان المبارک کو اس وقت آئے جب میں نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد کمرے میں رات کا کھانا کھا رہا تھا کہ اسی درمیان کسی نے دروازہ پر دستک دی جس کی طرف میں نے یہ سوچ کر کوئی توجہ نہیں دی کہ فلاں ساتھی ہوگا، جب دو تین مرتبہ دستک دیا جس کا انداز مزاحیہ تھا تو مجھے غصہ آنے لگا کہ جب اندر آنا ہی ہے تو آجائے اس طرح مجھے پریشان کیوں کر رہا ہے؟ اس کے بعد آہستہ سے آواز سنائی دی "مولوی آفتاب" تو میں نے یہ آواز پہچان لیا اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ دروازہ کی طرف لپکا تو دیکھا کہ مفتی مرشد صاحب کھڑے ہیں، پھر سلام و مصافحہ کے بعد اندر آئے۔

ماحضر کی پیشی اور نماز عشاء

اس وقت چونکہ میں کھانا کھا رہا تھا، اس لئے مفتی مرشد صاحب کے سامنے میں نے ماحضر پیش کر دیا، مگر سالن ٹھنڈی ہو چکی تھی جس کی وجہ سے میں سالن گرم کرنے لگا کہ اسی دوران میرا غائب ساتھی مولوی سبیل الرحمن بھی آگیا اور پھر تینوں نے مل کر کھانا کھایا، ابھی میں کھانے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ میرا ایک ساتھی مولوی افتخار الحسن بھی پرویز عالم کے ساتھ آگیا۔ جس کے بعد ہم پانچوں میں گفتگو ہونے لگی۔ اسی دوران عشاء کی اذان بھی ہو چکی تھی، اس لئے ہم سب جماعت ٹھہرنے سے پانچ منٹ قبل نماز عشاء ادا کرنے کے لئے مسجد قدیم پہنچے۔ جہاں حسب عادت سنن و فرائض اور نماز تراویح کی ادائیگی سے فراغت کے بعد مسجد سے ہی مفتی مرشد صاحب کے ساتھ مولانا مقیم الدین قاسمی صاحب (منیجر ماہنامہ دارالعلوم) کے پاس چلا گیا جبکہ میرے بقیہ ساتھی عشاء نماز کے بعد ہی مسجد سے جا چکے تھے۔

مولانا مقیم الدین قاسمی صاحب کی خدمت میں

مولانا مقیم الدین قاسمی صاحب مفتی مرشد صاحب کے قریبی رفقاء میں سے ہیں اور ان کے گاؤں کے پاس کے ہیں، اس لئے بہت دیر تک مفتی مرشد صاحب ان سے بات چیت کرتے رہے۔ آخر میں مولانا مقیم الدین صاحب نے ان سے پوچھا کہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ "مولوی آفتاب صاحب کے پاس وہیں سامان میرا ہے"۔ تو انہوں نے کہا کہ "آپ ادھر کیوں ٹھہر گئے؟ آپ یہاں چلے آتے" تو مفتی مرشد صاحب نے جواب دیا کہ "یہ میرا (رشتہ داری میں) فلاں ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو میں یہیں آجاتا اور یہ بھی تو برابر ہی ہے، چاہے یہاں ٹھہروں یا اس کے پاس"۔ اس کے بعد میں ان کے ساتھ کمرہ چلا آیا، جہاں ہم سے بہت پہلے ہی مولوی سبیل الرحمن آچکا تھا اور وہ ہم دونوں کا انتظار کر رہا تھا، جب ہم دونوں کمرہ پہنچے تو اس کے بعد تھوڑی دیر تک آپسی گفتگو اور گھر بار، گاؤں علاقے اور رشتہ داروں کے بارے میں بات چیت ہونے لگی، پھر اس کے بعد نیند کی دنیا میں پہنچ کر استراحت کرنے لگے۔

نماز جمعہ اور مفتی مرشد صاحب کی روانگی کی تیاری

اس کے بعد دوسرے دن مفتی مرشد صاحب نے ایک دوسرے طالب علم کے ساتھ ادھر ادھر کا سیر کیا اور پھر گیارہ بجے کے بعد ان کی فرمائش پر میں ان کو کتب خانہ لے گیا جہاں کچھ کتابیں خرید کران کو دیا، پھر واپس ہوئے اور جمعہ کی تیاری کرنے لگے۔ جب جمعہ کی اذان ہوئی تو ہم نے حسب معمول مسجد قدیم میں جاکر نماز جمعہ ادا کی اور پھر واپس کمرہ آ گیا۔ کچھ دیر کے بعد مفتی مرشد صاحب بھی آ گئے۔ اور پھر مولوی سبیل الرحمن اور مولوی افتخار الحسن وغیرہ بھی پہنچ گئے۔ اور پھر اس کے تھوڑی دیر کے بعد مفتی مرشد صاحب روانگی کی تیاری کرنے لگے اور سامان اور کتابیں وغیرہ سمیٹنے لگے۔

مفتی مرشد صاحب کی فرمائش کے مطابق میں نے انہیں جمعہ سے پہلے ہی کچھ سامان خرید کر دیا تھا، جن میں سے طلبۂ دورۂ حدیث کی "دار العلوم ڈائری"، دار العلوم کیلنڈر، دار الحدیث و مسجد رشید کی چند تصاویر اور سرمہ عطر وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ نماز جمعہ کے کچھ دیر کے بعد جب مفتی مرشد صاحب مظاہر علوم کے لئے روانہ ہونے لگے، جہاں سے وہ پانی پت اپنے بھائیوں کے پاس اور وہاں سے گھر جانے والے تھے، تو ہم نے ان کے سارے سامان اور کتاب وغیرہ نسق و ترتیب کے ساتھ تیار کر دیا اور مضبوطی کے ساتھ رسی سے باندھ دیا۔

مفتی مرشد صاحب سے تفصیلی گفتگو

مفتی مرشد صاحب کے روانہ ہونے سے کچھ قبل میں نے ان سے تفصیلی گفتگو کی جس میں انہوں نے کہا کہ یہ "دار العلوم ڈائری" گھر جاکر آپ کی خالہ اور آپ کی بہن وغیرہ کو دکھلاؤں گا کہ دیکھو اسی مدرسہ سے امسال آفتاب فارغ ہوا ہے اور اس ڈائری میں اس جگہ اس کا نام اور پتہ بھی ہے، جس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ ضرور میری خالہ کو یہ ڈائری دکھلادیں۔ پھر اس کے بعد گفتگو کرتے ہوئے ہی کمرہ سے نکل گئے اور مولوی افتخار الحسن وغیرہ بھی ہم دونوں سے الگ تھلگ ساتھ چل رہے تھے، کہ اسی دوران مفتی مرشد صاحب نے پچاس روپے نکال کر مجھے دیئے اور اس وقت مجھ سے پوچھا کہ آپ جو حیدر آباد جانے والے ہو

اس کے لئے کرایہ کا انتظام ہوگیا؟ میں نے کہا کہ ابھی تو نہیں ہوا ہے ان شاء اللہ ہوجائے گا۔
اس پر انھوں نے کہا کہ ابھی تو میرے پاس زیادہ روپئے نہیں ہیں، میں گھر پہنچنے کے بعد دارالعلوم آنے والے کسی طالب علم کے بدست روپئے روانہ کردوں گا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کب تک حیدرآباد روانہ ہوگے؟ تو میں نے کہا کہ پندرہ شوال کے بعد ہی۔ تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے کوئی آئے گا تو ضرور روپئے بھیج دوں گا۔

مفتی مرشد قاسمی صاحب کی روانگی

چنانچہ ہم اس کے بعد دیگر باتیں کرتے ہوئے جی ٹی روڈ آئے، جہاں کچھ دیر کے بعد گاڑی آئی اور پھر مفتی مرشد صاحب سے سلام و مصافحہ کرکے گاڑی پر ان کے سوار ہونے کے بعد ہم اور مولوی افتخار الحسن وغیرہ واپس ہوئے۔ اور پھر ہم سب کمرہ (اعظمی منزل) میں آکر بجواسی گفتگو کرنے لگے اور ایک دوسرے کے ساتھ لن ترانی ہانکنے لگے، جب یہ گفتگو ختم ہوئی تو وہ سب ساتھی اپنے اپنے کمروں کا رخ کرلئے۔

مفتی مرشد قاسمی صاحب کی طرف سے ہدیہ

چنانچہ اختتام رمضان المبارک اور مرور عید الفطر کے چند دنوں کے بعد ۱۲/ شوال المکرم بروز جمعہ کی بات ہے، کہ جب میں کسی جگہ سے کمرہ آیا تو میرے ساتھیوں نے کہا کہ "ابھی ایک آدمی مظاہر علوم سے آیا تھا اور وہ آپ کو ڈھونڈ رہا تھا اور وہ پھر جمعہ کے بعد آئے گا" چنانچہ نماز جمعہ کے کچھ دیر کے بعد وہ شخص پھر دوبارہ آیا اور میرے بارے میں دریافت کیا تو میں نے سلام و مصافحہ کے بعد کمرہ میں بٹھایا اور آرام کرنے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے کہا کہ مجھے جلدی مظاہر علوم واپس ہونا ہے۔ تو میں نے کہا کہ "کیا ضرورت ہے؟ آپ پھر کس غرض سے میرے پاس آئے ہیں؟" تو اس نے ایک خط نکال کر مجھے دیا اور اس کے ساتھ ہی دو سو روپئے بھی جو مفتی مرشد صاحب کی طرف سے تھے اور اس نے کہا کہ یہ خط اور روپئے شہباز نے دیا ہے اور وہ گھر سے (مظاہر علوم) آگیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط مجھے دیتے ہوئے کہا کہ "یہ خط مفتی مظہر الحق صاحب نے دیا ہے، یہ مولانا مقیم الدین صاحب کو پہنچا دو اور اس کو پڑھنا

نہیں"۔ اس کے بعد وہ شخص مظاہر علوم کے لئے روانہ ہو گیا اور اس کے بعد میں نے وہ خطرات میں عشاء کی نماز کے بعد مولانا مقیم الدین صاحب کے پاس پہنچا دیا۔ مفتی مرشد قاسمی صاحب نے جو خط لکھا تھا، اس کا مضمون یہ ہے :

مضمون خط

باسمہ تعالیٰ

از مرشد قاسمی، بست پور

۱۸ / شوال المکرم ۲۵ھ

قابل قدر عزیزی محترم محمد آفتاب عالم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ! بحمد اللہ ہم لوگ گھر پر خیریت سے رہ کر امید کرتے ہیں کہ تم عزیز بھی بخیر وعافیت ہو گے۔ مقصد تحریر اینکہ میں بخیر وعافیت گھر ۲۵/ رمضان کو پہنچ گیا ہوں، گھر کے سارے حالات ٹھیک ہیں، نیز تمہارے نانا، نانی بھی خیریت سے ہے، نیز انہیں میں نے تمہارے حالات سے آگاہ کرایا اور سرمہ بھی دیا، نیز تمہارے خالہ خالو اور سب اچھے ہیں، خالو اب چل پھر رہا ہے، ہمارے گھر کے سب حالات ٹھیک ہیں، بہن تمہاری سلام پیش کرتی ہے، میں یہ خط مولوی شہباز عالم کے ہاتھ اور ساتھ ہی دو سو روپئے روانہ کرتا ہوں، تم اس کو حصول علم میں صرف کرنے کے لئے بخوشی قبول کرنا، حیدر آباد جا کر۔۔۔۔ پڑھنے کا خیال ہے، میری بھی رائے ہے کہ آپ۔۔۔۔ پورا کریں، باقی اپنے حالات سے اطلاع کرنا، سب کی طرف سے سلام عرض ہے، فقط والسلام

مرشد قاسمی

رمضان کا اختتام اور چند باتیں

دارجدید کے انہدامی عمل کا آغاز

جیسا کہ اس سے قبل یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ ۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ کو دفتر دار الاقامہ کی طرف سے اعلان لگا دیا گیا تھا کہ باب الظاہر سے لے کر باب معراج تک کے کمروں میں مقیم طلباء سالانہ تعطیل میں کمروں کو خالی کردیں اور اس کی وجہ بھی لکھی جاچکی ہے کہ دار جدید کی مرحلہ وار تعمیر نو ہونے والی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ۲۲/ رمضان المبارک کو سنیچر کے روز باب الظاہر سے لے کر باب معراج تک کے کمروں کے انہدامی عمل کا آغاز کردیا گیا۔ جب میں اس کے بعد دوسرے دن ۲۳/ رمضان المبارک کو ادھر سے گذرا تو دیکھ کر حیران اور مبہوت رہ گیا اور میرے اوپر کچھ دیر کے لئے سکتہ طاری ہوگیا اور میں اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا ہی رہ گیا یہ دیکھ کر کہ مزدور دار جدید کو منہدم کر رہے ہیں۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ

۲۸/ رمضان المبارک کو اس مہینہ کا آخری جمعہ تھا۔ لوگ دور دراز گاؤں، دیہاتوں اور شہروں سے قطار در قطار آرہے تھے۔ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ آخر اتنے لوگ صبح سے ہی دار العلوم کیوں آنے شروع ہوگئے ہیں؟ بہت دیر بعد معلوم ہوا کہ آج رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہے، اس لئے اس طرح لوگ جمع در مجمع دار العلوم آرہے ہیں۔

حسب معمول میں نے نماز جمعہ مسجد قدیم میں ادا کی، اس کے بعد جب میں باہر نکلا اور صدر گیٹ ہوتے ہوئے اعظمی منزل جانے لگا تو میری حیرت واستعجاب کی کوئی انتہاء نہ رہی جب میں نے مسجد رشید کے اندرونی حصے اور صحن کے علاوہ بیرونی حصے میں بھی اعظمی منزل تک نمازیوں کا ازدحام دیکھا، جب کہ عام ایام جمعہ میں صرف مسجد کے اندرونی مسقف حصہ میں ہی نمازیں ہوا کرتی ہیں۔

مگر اس دن رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہونے کی وجہ سے مصلیوں کا ازدحام اعظمی منزل تک پہنچا ہوا

تھا۔ اور جب میں مسجد قدیم سے نماز ادا کر کے ادھر سے گذر رہا تھا تو بڑی مشکل سے راستہ پار کر سکا تھا۔

اعظمی منزل تک عدم رسائی

اس کے ساتھ ہی نماز جمعہ کے بعد اعظمی منزل کے سامنے ٹینٹ لگائے جا رہے تھے اور دوسری طرف ناتوتوی منزل کے سامنے چولہے کا انتظام کیا جا رہا تھا، اور یہ سارا عقدہ بھی میری سمجھ شریف سے باہر تھا۔ لہذا اس کے متعلق جس کسی سے بھی دریافت کرتا تو وہ سب بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیتے۔ بالآخر مغرب سے تھوڑی دیر قبل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ افطار کرنے کے لئے مسجد قدیم چلا گیا، پھر ادھر سے جب افطاری اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد واپس ہوا اور اعظمی منزل کے گیٹ میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ اعظمی منزل کا پورا برآمدہ اور دور تک اس کے سامنے والا حصہ دور دراز جگہوں اور مقامات سے آئے ہوئے لوگوں کو کھانا کھلانے میں استعمال کیا جا رہا تھا، جس کی وجہ سے اعظمی منزل کے کسی بھی کمرہ میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔

اضطرابی کیفیت

اس کے ساتھ ہی ادھر دوسری طرف پورا دن حالت روزہ میں گذارنے کی وجہ سے شدت بھوک بھی بہت زیادہ بڑھتی جا رہی تھی، مگر کمرہ تک رسائی ممکن نہیں رہی تھی، اس طرح سے شدت بھوک کی حالت میں اعظمی منزل کے برآمدہ کو دوسری طرف استعمال میں لا کر اعظمی منزل میں مقیم طلباء پر ایک حد تک ظلم کیا جا رہا تھا۔

میں اسی اضطرابی حالت میں پیر جی کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے ادھر ادھر پھر رہا تھا کہ چند ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ "اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ سارے طلباء کے لئے بھی کھانا کھانے کی عام اجازت ہے، آپ بھی یہیں کھانا کھا لو!"۔ اس بات نے میرے دل پر بجلی کا کام کیا اور میں نے استغفار و استعاذہ پڑھتے ہوئے انکار کر دیا۔ اس پر ایک ساتھی نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا کہ یہ کھانا اس کی طرف سے تھوڑے ہی ہے، بلکہ کسی دوسرے نے اس کا انتظام کیا ہے، اس لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ اتنے میں مولوی افتخار

الحسن نے کہا کہ "اتنا آسان نہیں ہے کہ آفتاب یہ کھانا کھائے، یہ ہرگز یہ کھانا نہیں کھا سکتا ہے"۔ اس کے بعد میرے بقیہ ساتھی وہیں کھانا کھانے بیٹھ گئے اور میں ادھر ادھر گھومتا پھرتا رہا کہ اذان عشاء سے کچھ پہلے اعظمی منزل کے کمروں کا راستہ صاف ہوا اور میں نے کمرہ میں جا کر دارالعلوم کی روٹی اور سالن کے کھانے پر اکتفاء کیا۔

تراویح میں بسم اللہ اور مولوی ازہر صاحب

چونکہ مسجد قدیم میں مولانا ارشد مدنی صاحب کا صاحبزادہ مولوی ازہر صاحب نماز تراویح پڑھاتے تھے، اور مولوی ازہر صاحب ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے ایک دن میں نے راستہ چلتے مولوی ازہر صاحب کو روک لیا اور سلام کے بعد اس سے دریافت کیا کہ آپ تراویح میں ہر سورہ کے آغاز میں بسم اللہ جہراً پڑھتے ہیں، یہ کس امام کا مسلک ہے؟ اور علمائے دیوبند یا علمائے احناف میں سے کس کا یہ قول ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ اس سلسلہ میں دارالافتاء سے رجوع کر لیجئے، وہاں سے اس کی پوری تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ میں نے کہا کہ آپ ہی بتا دیجئے، وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ تو اس نے اس کے بعد علمی گفتگو کے بجائے بکواس شروع کر دیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے، مگر کسی بھی طرح اس مسلک کے سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی صاحب کا نام لینے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے تھے، کہ اچانک کسی طرح سے غیر اختیاری طور پر شیخ الاسلام کا نام لیتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ مسلک تو بہت سارے اماموں، علمائے کرام اور شیخ الاسلام وغیرہ کا ہے۔ اس پر جب مزید گرفت کی تو اس نے کہا کہ "آپ اس کی مزید تفصیلی معلومات کے لئے دارالافتاء سے رجوع کر لیجئے، وہاں بڑے بڑے اہل علم اور مفتیان کرام بیٹھے ہوئے ہیں"۔

مفتی ظفیر الدین صاحب کے متعلق مولوی ازہر کی خباثت

دوران گفتگو جب مولوی ازہر صاحب نے یہ کہا کہ آپ اس کی مزید تفصیلی معلومات کے لئے دارالافتاء سے رجوع کر لیجئے، وہاں بڑے بڑے اہل علم اور مفتیان کرام بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو اس پر میں نے برجستہ کہا کہ

"حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب؟" تو اس نے کہا کہ "وہ تو بہت چھوٹے آدمی ہیں، وہ کیا ہیں؟" اس کے بعد اس نے اپنی آواز میں ثقالت پیدا کرتے ہوئے کہا "حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ہیں اور فلاں فلاں ہیں، یہ سب بڑے حضرات ہیں"۔

اللہ کی پناہ! یہ ہے اس طرح کے متعصب لوگوں کی ایک بہاری مفتی دار العلوم کے تعلق سے عصبیت کا کھلم کھلا اظہار۔ کہ وہ محض بہاری ہونے کی وجہ سے دار العلوم دیوبند جیسے ایک عظیم عالمی ادارہ کے ایک عظیم مفتی صاحب کو اس طرح حقارت کی نظروں سے دیکھ کر ان کے علم و فضل اور عظمت و جلالت شان کا قصداًو حسداً انکار کر جاتے ہیں۔ مگر اس سخت عصبیت کے باوجود ان لوگوں کو بہار ہی جائے پناہ بھی نظر آتا ہے، اور یہ لوگ وہیں جاکر اپنا سکہ جماتے ہیں، خصوصاً بہار کے بانکا ضلع کو اس کے خاندان والوں نے بالخصوص پیر جی نے اپنے مکر وفریب کا عملی میدان بنائے ہوئے ہیں، بانکا ضلع میں ہی ایک مدرسہ حضرت شیخ الاسلام مدنی صاحب کی طرف منسوب ہو کر قائم ہے، اور اس خاندان والوں نے اس مدرسہ کو اپنا میدان عمل بنایا ہوا ہے اور اس مدرسہ کے گرد و نواح کے لوگوں کو اپنا ذہنی غلام بنا رکھا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی عصبیت اور میدان عمل کے لئے میدان کار کا تعین اور انتخاب۔



عید الفطر

عید الفطر کا چاند اور اختلاف

اس طرح ۲۸ کے بعد ۲۹ رمضان المبارک بھی گذر گیا اور اس کی شام ہو گئی مگر چاند کا کہیں بھی پتہ نہیں چلا کہ اس کی بنیاد پر دوسرے دن یکم شوال کا اعلان ہو اور عید الفطر کی خبر جاری کی جائے۔ جس کی وجہ سے اس کے بعد دوسرے دن اتوار کو بھی رمضان المبارک ہی کا دن قرار دیا گیا۔ جب کہ امارت شرعیہ پٹنہ سے رویت ہلال کی معتبر اور باوثوق اطلاع کے بموجب ۲۹ ویں رمضان المبارک کے بعد دوسرے دن اتوار کو عید الفطر کا اعلان کر دیا گیا۔ جس پر کچھ متعصب لوگوں نے امارت شرعیہ کے اس اعلان پر خوب جم کر تنقید کی۔ جب کہ امارت شرعیہ والے نے جو خبر دی تھی وہ بالکل برحق تھی، اور حقیقت میں اسی دن اتوار کو چاند نکل آیا تھا مگر کیا جائے کہ وہ بہار کی خبر تھی جسے امارت شرعیہ نے پٹنہ ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا تھا، جس کی وجہ سے دار العلوم میں اتوار کے دن عید الفطر کی نماز نہیں پڑھی گئی۔

یوم عید الفطر

بہر حال دار العلوم میں اتوار کے روز عید الفطر کی نماز نہیں ہوئی اور اس دن دار العلوم، دیوبند اور اطراف و اکناف میں سارے لوگ روزہ سے رہے۔ پھر اس کے بعد تیسویں رمضان المبارک کے اختتام پر نماز مغرب کے بعد چاند کا اعلان کیا گیا اور اس کے بعد دوسرے دن سوموار کو یکم شوال المکرم قرار دے کر اس دن عید الفطر کا اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ اس طرح سے یہ مبارک و مسعود ماہ رمضان ہم سے رخصت ہو گئی، جس کا کہ ہم حق ادا نہیں کر سکے۔

عید الفطر کے دن کھانا

اس کے بعد دوسرے دن یکم شوال المکرم سوموار کے روز حسب اعلان صبح سویرے ہی مطبخ جا کر کھانا

حاصل کیا، جس میں اس دن عید الفطر کی مناسبت سے زردہ اور بریانی دی گئی تھی۔ پھر اس کے بعد میں نے کمرہ میں جاکر صبح کے وقت ہی کھانا کھالیا اور اس کے بعد نماز عید کی تیاری کرنے لگا۔

مسجد قدیم میں نماز عید الفطر

نماز عید کی مکمل تیاری کرنے کے بعد میں مسجد قدیم وقت سے کافی پہلے پہنچ گیا، مگر اس کے باوجود مجھے بیچ صحن میں کچھ پیچھے جگہ ملی، لیکن جب جماعت ٹھہر گئی تو کچھ آگے بڑھنے کا موقع ملا اور پھر درمیانی صحن میں نماز عید ادا کر سکا۔ یہاں مسجد قدیم میں نماز عید الفطر کی امامت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی استاد حدیث دارالعلوم وایڈیٹر ماہنامہ دارالعلوم نے فرمائی، اور اس کے بعد عید الفطر کا خطبہ دیا۔

مسجد قدیم کا صدر دروازہ

مسجد قدیم کا صدر دروازہ جس کی تصویر "دارالعلوم البم" میں چھٹویں نمبر پر ہے، وہ دروازہ پورے سال بند رہتا ہے اور وہ کبھی بھی نہیں کھلتا ہے۔ مگر اس دن عید الفطر کے موقع پر مسجد قدیم کا یہ صدر دروازہ کھول دیا گیا تھا تاکہ مسجد سے نمازیوں کو نکلنے میں مشقت و پریشانی نہ ہو اور وہ بآسانی مسجد سے نکل سکیں۔ اگرچہ کہ اس کے علاوہ اور بھی کئی دروازے مسجد کے ہیں، مگر وہ ایسے مواقع پر داخل ہونے اور نکلنے کے لئے ناکافی ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر نماز عید ادا کر کے میں پہلی اور آخری مرتبہ مسجد قدیم کے اس صدر دروازہ سے ہو کر گذرا۔

نماز عید کے بعد مزار قاسمی کی زیارت

مسجد قدیم میں نماز عید الفطر کی ادائیگی کے بعد میں مزار قاسمی چلا گیا، جہاں بانئ دارالعلوم حضرت نانوتوی، حضرت حکیم الاسلام، حضرت شیخ الہند، حضرت شیخ الاسلام وغیرہ علیہم الرحمہ کی قبروں پر حاضری دی۔ پھر وہاں سے دارالمدرسین ہوتے ہوئے واپس ہوا۔ اسی دوران کہ ابھی میں کمرہ پہنچنے سے کچھ دور ہی تھا اور اعظمی منزل کے سامنے میدان میں آہستہ آہستہ قدموں سے ٹہلتے ہوئے اپنا کمرہ آرہا تھا کہ دار جدید کی طرف سے مولوی افتخار الحسن، مولوی سبیل الرحمن اور مولوی پرویز عالم میری طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ پھر

سلام ومصافحہ کے بعدان سبھوں نے کہاکہ چلوجامع مسجد میں عید کی نماز پڑھنے چلتے ہیں۔ میں نے کہاکہ میں نے توابھی مسجد قدیم میں نماز پڑھ لی ہے اوراس وقت میں نمازادا کرنے کے بعد مزار قاسمی ہوتے ہوئے ہی آرہاہوں۔ لیکن کافی اصرار کے بعد نیز حق رفاقت اداکرنے کی خاطر میں نے کہاکہ اچھا چلو جامع مسجد میں بھی (حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کی امامت میں) دوبارہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

جامع مسجد دیو بند میں نماز عید الفطر

چنانچہ اس کے بعد میں ان تینوں (ان تینوں کے ساتھ چوتھا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا) ساتھیوں کے ساتھ شہر کی جامع مسجد چلا گیا۔ مگر وہاں ابھی نماز میں بہت زیادہ وقت باقی تھا، جس کی وجہ سے ہم سبھوں نے مشورہ کرکے نصف گھنٹہ گھومنے پھرنے کاارادہ کرلیا اوراس غرض سے سڑک ہی سڑک آگے بڑھتے رہے کہ چلتے چلتے مدرسہ اصغریہ دیو بند کاراستہ پکڑلیا، لیکن درمیان راستہ سے ہی واپس ہوکر تحصیل (تھانہ) ہوتے ہوئے دوبارہ جامع مسجد واپس آ گئے۔ مگرابھی بھی نماز میں بہت وقت باقی تھا، لیکن اس مرتبہ باوضوہوکر مسجد ہی میں بیٹھ گئے اور نماز کاانتظار کرنے لگے۔

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی امامت عید الفطر

چنانچہ وقت مقررہ سے کچھ پہلے حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم وقف دیو بند نحیف وناتواں اوردبلے پتلے بدن کے ساتھ سفید لباس وپوشاک میں ملبوس ہوکر نرم گداز قدموں سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد کے اندرداخل ہوئے اوراس کے ساتھ ہی دوخادم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی کوسہارادیئے ہوئے تھے، جن دونوں کے سہارے مولانا چل رہے تھے۔ اس کے بعد مولانا سالم قاسمی صاحب نے نماز کے وقت مقررہ سے کچھ قبل مختصر خطاب فرمایااوراس کے بعد ٹھیک ساڑھے نوبجے نماز عید کی امامت شروع فرمائی اوراس کے بعد عید کاخطبہ سیدھے سادھے انداز میں بغیر کسی تکلف وتصنع اورطرز کے دیا۔

عیدگاہ کا سماں

اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کی معیت میں جامع مسجد محلہ ابوالمعالی اور قدیم افریقی منزل ہوتے ہوئے دیوبند کی عیدگاہ اس وقت پہنچا جب وہاں عید کی نماز ہو رہی تھی جس کی امامت دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم فرما رہے تھے، جس کی لاؤڈ اسپیکر سے بالکل صاف آواز دور دور تک آرہی تھی۔

اللہ اکبر ایسی بھیڑ اور اتنا بڑا ازدحام نماز عید میں تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا، دور دور تک جدھر نظر پڑتی تھی ادھر سروں کے علاوہ کچھ نظر آتا ہی نہیں تھا۔ جب کہ دیوبند کی یہ عیدگاہ بہت بڑی ہے، مگر اس سے متجاوز ہو کر عیدگاہ کے دونوں طرف کے روڈ کے علاوہ تیسرے روڈ (جو عیدگاہ سے خلفی جانب واقع ہے) بھی مکتبہ صوت القرآن سے لے کر دائیں جانب لڑکیوں کے مدرسہ تک ہجوم ہی ہجوم نظر آرہا تھا۔ چنانچہ ہم نے مکتبہ صوت القرآن کے نزدیک میں واقع ایک اونچی اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اس ہجوم کا مشاہدہ کیا اور پھر اس کے بعد دارالعلوم واپس ہو گئے۔

مختلف مقامات پر نماز عید الفطر کی امامت

مسجد قدیم دارالعلوم دیوبند میں نماز عید الفطر کی امامت محدث وقت حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ اس کے بعد شہر دیوبند کی جامع مسجد میں نماز عید الفطر کی امامت جانشین نانوتوی محدث وقت حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔

جب کہ شہر دیوبند کی عظیم الشان عیدگاہ میں جانشین شیخ الاسلام محدث وقت حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے نماز عید الفطر کی امامت فرمائی۔

یہ تھا عید الفطر کا دن

بہر حال عید الفطر کا یہ دن بحمدہ تعالی بہتر رہا اور مسرت و خوشی اور ادھر سے ادھر گھومنے پھرنے میں گذرا۔ یہ عید الفطر بھی رمضان المبارک کی طرح میرے لئے پہلی عید تھی جو اپنے علاقے سے باہر وہ بھی دارالعلوم دیوبند میں گذری۔ جب کہ اس سے قبل میری ساری عیدیں گھر پر ہی ہوا کرتی تھیں، بخلاف بقرعید کے کہ وہ مسلسل چار سالوں سے حیدرآباد میں اور پانچویں مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں گذری تھی، لیکن یہ عید الفطر اس سلسلہ میں پہلی عید تھی۔

توہین علمائے مونگیر

اسی دن (یوم عید الفطر) کی بات ہے کہ میں مولوی افتخار الحسن کے کمرہ میں بیٹھا تھا اور وہاں گڈا ضلع کے کچھ دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، جن میں ایک ایسا جاہل شخص بھی تھا جس کو اسی رمضان میں پیر جی نے خلافت دیا تھا۔ پیر جی کے اس جاہل خلیفہ نے دوران گفتگو یہ کہہ دیا کہ اب تو مونگیر والے بہت زیادہ حد سے آگے بڑھ رہے ہیں، اور محمد ولی کی نگرانی میں ہی یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس خبیث کے ان دو جملوں سے تو میں طیش میں آگیا اور غصہ سے بھڑک اٹھا، مگر صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے میں نے اس خبیث سے پوچھا کہ "آخر بات کیا ہے؟" تو اس نے کہا کہ "مونگیر والوں نے خطبۂ جمعہ کو اردو میں جائز کہا ہے اور اب وہ لوگ اس طرح کے مسائل کو کتاب چھاپ کر شائع کرنے لگے ہیں"۔ اس نے یہ کہتے ہوئے اپنی جیب سے "رحمانی جنتری" نکالا اور کھول کر دکھایا کہ دیکھو اس میں لکھا ہوا ہے "اردو میں خطبۂ جمعہ" یہی جملہ لکھا ہوا تھا یا اس مفہوم کا کوئی دوسرا جملہ لکھا ہوا تھا، اس میں یہ لکھا ہوا نہیں تھا کہ اردو میں خطبۂ جمعہ جائز ہے یا نہیں، مگر اس خبیث نے اس جملہ کو غلط مطلب پر محمول کیا اور اس کو بنیاد بنا کر اس خبیث نے علمائے مونگیر خصوصاً حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کو تنقید و تعقیب کا نشانہ بنایا۔

کیا علمائے مونگیر جاہل لوگ ہیں؟

اس کے بعد میں غصہ پر قابو نہیں رکھ سکا اور صبر وضبط کے دامن کو چھوڑتے ہوئے اس خبیث پر برس پڑا اور کڑی آواز میں کہا کہ "آپ یہ بات کس کے متعلق بول رہے ہیں؟ معلوم ہے آپ کو؟" تو اس نے حسب عادت بدتمیزی کے ساتھ کہا "محمد ولی کے بارے میں" میں نے اس سے کہا کہ "آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ آپ علمائے کرام پر تنقید کریں، وہ بھی علمائے کرام ہی ہیں، وہ ہمارے اکابر و مشائخ ہیں، اگر انہوں نے ایسی کوئی بات کہی بھی ہے تو ان حضرات کو اس کا بجا طور پر حق حاصل ہے اور وہ اس طرح کی باتیں کہہ سکتے ہیں" تو اس نے کہا کہ "دار العلوم کا فتوی ہے کہ اردو میں خطبۂ جمعہ جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ تمام علماء کا

متفقہ فیصلہ ہے کہ خطبۂ جمعہ اردو میں جائز نہیں ہے۔ پھر دارالعلوم کے خلاف مونگیر والے کیوں کر دوسرا مسئلہ جاری کرسکتے ہیں؟ اور اس طرح کی باتوں کو کتاب چھاپ کر شائع کررہے ہیں"۔ میں نے حسب سابق کڑی اور تیز آواز میں کہا کہ "دارالعلوم کے علماء علماء ہیں اور کیا مونگیر والے علماء نہیں ہیں؟ وہ جاہل لوگ ہیں؟ اگر دارالعلوم والے کوئی مسئلہ صادر کرسکتے ہیں تو مونگیر والے بھی علماء ہیں انہیں بھی اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کوئی مسئلہ صادر کریں"۔

علمائے کرام کی توہین ناقابل برداشت

اس کے بعد اس خبیث شخص کے ساتھیوں نے مجھ پر غصہ ہوتے ہوئے کہا کہ "تم کس سے اس طرح بے ادبی کے ساتھ بات کررہے ہو؟ اتنے بڑے آدمی اور تم اس طرح بد تمیزی کررہے ہو"۔ میں نے کہا کہ "ہاں! معلوم ہے، یہ شخص علمائے مونگیر کی توہین کرنے والا ہے، علمائے کرام کے خلاف بد زبانی کرنے والا ہے" اس کے بعد میں نے مزید کڑی اور تیز آواز میں کہا کہ "آخر اس شخص کی کیا حیثیت ہے؟ اس کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ علمائے کرام کے خلاف زبان درازی کریں؟"۔
اس کے بعد میرے ساتھی مولوی افتخار الحسن اور مولوی پرویز وغیرہ مجھے خاموش کرانے لگے کہ "چپ رہو، یہ گاؤں کا معزز اور بڑا آدمی ہے، پورے گاؤں والے اس کی عزت کرتے ہیں"۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "گاؤں کا معزز اور بڑا ہے اور پورے گاؤں والے اس کی عزت کرتے ہیں، تو اس سے کیا ہوا؟ کیا اس کی وجہ سے اس کو علمائے کرام کے خلاف زبان درازی اور ان کی توہین کرنے کا حق حاصل ہوجائے گا؟ آخر اس کو کیا ہوگیا؟ اور مونگیر والوں نے اس کا کیا بگاڑا ہے؟ کہ یہ ان حضرات کی توہین کررہا ہے"۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ روکنے کی وجہ سے خاموش ہوگیا اور میں ان لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر بیٹھ گیا، اور پھر جب وہ اسی وقت گھر کے لئے روانہ ہونے لگا اور میرے ساتھی مولوی افتخار الحسن وغیرہ اس کو چھوڑنے کے لئے کچھ دور تک گئے تو میں وہیں بیٹھا رہ گیا اور اس سے سلام تک نہیں کیا اور نہ ہی اس کو چھوڑنے کے لئے میں کمرہ سے باہر نکلا۔

غصہ میں مزید شدت

اس کے بعد جب مولوی افتخارالحسن وغیرہ اس شخص کو چھوڑ کر آئے تو میں نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ شخص کس گاؤں کا تھا اور کیا یہ شخص عالم دین ہے؟ تو ان سبھوں نے مجھے بتایا کہ یہ شخص فلاں گاؤں کا ہے، پورے گاؤں والے اس کی عزت کرتے ہیں، یہ انگریزی لائن سے پڑھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اُس نے مدرسہ میں بھی کچھ پڑھا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ نہیں اس نے مدرسہ میں نہیں پڑھا ہے۔ یہ سن کر تو میں غصہ سے اور زیادہ ہی بھڑک گیا اور ساتھیوں سے کہا کہ "پھر اس جاہل کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ علمائے کرام کی توہین کریں اور ان کے خلاف زبان درازی کریں" تو میرے ساتھیوں نے میرے ہاں میں ہاں ملایا اور مجھ سے بات ختم کرنے کے لئے کہا۔

اس جماعت کی فطرت ہے

یہ شخص پیرجی کا نیا خلیفہ تھا جسے چند روز قبل ہی رمضان میں پیرجی کی طرف سے خلافت ملی تھی، وہ خود علمائے بہار کے خلاف بیان بازی کرتا پھر رہا تھا اور اپنے پیرجی کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا اور اس کو وہ صحابۂ کرام کے درجہ تک پہونچا دے رہا تھا اور وقت کا ولی قرار دے رہا تھا۔ جب کہ اس کا سیاہ کردار اور گھٹیا کارنامے پوری ملت کے سامنے عیاں ہو چکے ہیں، مگر کچھ لگ دنیا داری کی خاطر یا غفلت کی بنیاد پر اس کے مرید بننے میں فخر و سعادت اور خوش بختی تصور کرتے ہیں۔

اس شخص کے علاوہ پیرجی کے سارے مریدین کا بھی یہی حال ہے کہ وہ سب علمائے مونگیر، امارت شرعیہ پٹنہ اور خصوصی طور پر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے خلاف زبان درازی اور بیان بازی کرتے رہتے ہیں، یہی ہے پیرجی کی اپنے مریدین کی اصلاح و تربیت۔ نیز پیرجی کی مدنی منزل میں لوگوں کو اسی بات کی ٹریننگ دی جاتی ہے اور اسی کے لئے لوگوں کو تیار کیا جاتا ہے کہ عام لوگ علمائے مونگیر، امارت شرعیہ، وقف دارالعلوم اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اہانت و تذلیل اور زبان درازی کے مرتکب ہوں، اور جس مدنی منزل میں یہ کام انجام پاتا ہے اسے خانقاہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

* * * * * * *

ساتھیوں کی دارالعلوم آمد

آمد طالبان قطار در قطار

اب اس کے بعد عیدالفطر کا دن ختم ہوتے ہی اس کے دوسرے دن سے دارالعلوم میں داخلہ کے خواہشمند طالبان علوم نبوت کی آمد قطار در قطار شروع ہوگئی اور دور دراز علاقوں، شہروں اور ملکوں سے طلباء دارالعلوم کا رخ کرنے لگے اور یہ سلسلۂ آمد طلباء ۱۰/شوال المکرم کی شام تک برقرار رہا، اس کے بعد طلباء کی آمد کا یہ سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا اور ان کی آمد بند ہوگئی۔

چند ساتھیوں کی آمد

چنانچہ اس سلسلہ میں ہمارے ضلع بانکا سے بھی چند طلباء آنے والے تھے، جس کی وجہ سے میں نے مولوی افتخار الحس سے کہا کہ "بہت دنوں سے ہی اسٹیشن کی طرف گھومنے پھرنے نہیں گئے ہیں، اس لئے آج چلو اسٹیشن کی طرف چلتے ہیں، آج فلاں فلاں آرہے ہیں وہ سب جالندھر اکسپریس سے اتریں گے"۔ اس کے بعد مولوی افتخار الحسن اسٹیشن کی طرف چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ اور پھر میں، مولوی افتخار الحسن اور مولوی سبیل الرحمان اسٹیشن کی طرف نکل گئے۔ وقف دارالعلوم ہوکر ریلوے لائن ہوتے ہوئے ہم تینوں اسٹیشن پہنچے، مگر ٹرین میں کچھ تاخیر تھی جس کی وجہ سے کچھ انتظار کرنا پڑا۔

اس کے بعد جب ٹرین پلیٹ فارم پر آکر لگی اور ہمارے ساتھی ٹرین سے اترے تو ہم نے ان سب کا سامان اسٹیشن کی دوسری طرف منتقل کرنے میں مدد کی اور پھر اس کے بعد دارالعلوم جانے کے لئے رکشہ والے سے بات کرنے لگے اور پھر گھر سے آئے ان ساتھیوں کو سامان کے ساتھ رکشہ پر بٹھا دیا، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سب ہم تینوں کو اپنے ساتھ چلنے پر اصرار کرنے لگے، لیکن ہم سب ان سب کے ساتھ چلنے سے کسی دوسری وجہ سے انکار کر رہے تھے۔ لیکن ان سب کے اصرار کی وجہ سے ایک ساتھی چلنے کے لئے تیار ہوگیا اور پھر اس کی وجہ سے دوسرا ساتھی بھی تیار ہوکر مجھ سے اصرار کرنے لگا کہ چلو آپ بھی ساتھ میں چلو،

دارالعلوم پہنچ کر آپ دوسری طرف چلے جانا۔
گھر سے آئے ان ساتھیوں نے تو اپنا اپنا کرایہ خود ہی دیا، مگر ہم سب کا کرایہ مولوی سبیل الرحمن نے ہی خود اپنی طرف سے دیا۔ چنانچہ جب ہم دارالعلوم کے صدر گیٹ پر پہنچے تو میرا ایک ساتھی تو رکشہ سے اتر کر فوراً چلتا بنا۔ اب میں اور ایک دوسرا ساتھی بچ گیا، اور میں جس بات سے بھاگنا چاہ رہا تھا اس کا تعلق مجھ سے اور رکشہ سے اتر کر فوراً وہاں سے چلے جانے والے ساتھی سے تھا۔ جب کہ دوسرا ساتھی جو میرے ساتھ رہ گیا تھا اس سے وہ بات بالکل بھی متعلق نہ تھی۔ چنانچہ رکشہ سے اترنے کے بعد جب کرایہ رکشہ والے کو دے دیئے تو اس کے بعد میرے ساتھ رکے ہوئے ساتھی نے مجھ سے اس مخفی بات کے سلسلہ میں اصرار کرنے لگا اور مجھے میرے ارادے سے روکنے لگا، جس کی وجہ سے اس ساتھی کے اصرار کی وجہ سے مجھے بات ماننی ہی پڑی۔

اعظمی منزل میں قیام

چنانچہ میں اس کے بعد ان ساتھیوں کو ساتھ لے کر صدر گیٹ سے دارالحدیث اور مدنی گیٹ ہوتے ہوئے اعظمی منزل لے آیا اور ان میں سے بعض کو اعظمی منزل میں ٹھہرادیا، جہاں کچھ جگہیں خالی تھیں، اگرچہ کہ اسی دن آدھ گھنٹہ قبل بنارس سے کچھ طلباء نے آکر تمام جگہوں پر قبضہ کرلیا تھا، مگر چار سیٹ میں سے وہ دو سیٹ خالی کروالیا جو کہ طلبۂ بانکا کی سیٹ تھی اور ان دو سیٹ پر ان ساتھیوں میں سے بعض کو ٹھہرادیا اور کچھ باقی ساتھی اعظمی منزل کے ہی دوسرے کمرہ میں قیام پذیر ہوگئے۔

مزید ساتھیوں کی آمد

اس کے بعد دوسرے دن ٹھیک اسی وقت عشاء سے کچھ قبل جس وقت کہ گذشتہ دن میرے ساتھی آئے تھے میرا ایک اور ساتھی اپنے دیگر چند ساتھیوں کے ساتھ آیا جو کہ سال گذشتہ جامعۃ الشیخ دیوبند میں پڑھتا تھا اور اس سال وہ دارالعلوم میں امتحان دینا چاہتا تھا، وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آیا، جن میں سے ایک وقف دارالعلوم کا اور دیگر دو مدرسہ رشیدی گنگوہ کے تھے اور یہ تینوں بھی دارالعلوم میں حصول داخلہ کے خواہشمند تھے، چنانچہ یہ تینوں بھی اسی کمرہ میں ہم سب کے ساتھ رہنے لگے۔

ایک طالب علم

پھر اس کے بعد دوسرے دن صبح کے وقت میں کسی جگہ سے جب کمرہ واپس آیا تو کمرہ میں ایک کم عمر طالب علم میری سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے نام و پتہ دریافت کیا، تو اس نے اپنا پورا تعارف کرایا اور بتایا کہ مجھے فلاں نے یہاں بھیجا ہے اور ان دو الماریوں کی کنجیاں بھی مجھے دی ہیں۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے، لیکن اس نے ان دونوں الماریوں کی کنجیاں تو مجھے دے کر گیا ہے۔ پھر بھی اگر اس نے تم کو یہاں بھیجا ہے تو یہیں رہو"۔ اس کے بعد میں نے ہی اس کا سامان وغیرہ ایک مناسب جگہ پر رکھ دیا اور سونے اور آرام وغیرہ کرنے کے لئے بھی مناسب جگہ تیار کر دیا، اس کے بعد وہ بھی میرے ساتھ ہی رہنے لگا۔

نئی رفاقت میں میرے ایام

یہ طالب علم جو میرے ساتھ رہنے لگا تھا، اس کا نام عبدالکریم تھا جو مدرسہ رشیدی گنگوہ میں پڑھتا تھا اور وہ میرے ہی علاقے کا تھا۔ اس کے ساتھ اچھی رفاقت قائم ہو گئی اور پھر اس دن سے میرے اکثر اوقات اس کے ساتھ ہی گذرنے لگے تھے، گھومنے پھرنے اور ادھر ادھر اسی کے ساتھ نکلنا ہوتا تھا۔ اسی دوران کہ دارالعلوم میں داخلہ امتحان کا آغاز ہو گیا، عبدالکریم کا ایام امتحان میں سے پہلے دن کسی کتاب کا امتحان نہیں تھا۔ میں اس کے ساتھ چند دیگر ساتھیوں کو لے کر مسجد رشید کا تہہ خانہ والا امتحان ہال پہنچا اور وہاں ان ساتھیوں کو ان کی متعینہ سیٹوں پر بیٹھانے کے بعد میں امتحان ہال کے اندر ہی ادھر ادھر گھوم پھر رہا تھا اور ایک دوسرے کی رہنمائی بھی کر رہا تھا، کہ اسی دوران امتحان دینے والے ایک طالب علم نے مجھ سے دریافت کیا کہ "آپ کو دارالعلوم کی طرف سے نگرانی کے لئے متعین کیا گیا ہے؟" میں نے کہا "نہیں!" تو اس نے پھر دوبارہ پوچھا کہ "پھر آپ اس طرح نگرانی کیوں کر رہے ہیں؟" تو میں نے کہا کہ "بس یوں ہی میں گھوم پھر رہا ہوں"۔ پھر اس کے بعد میں اور عبدالکریم امتحان ہال سے نکلا اور ایک دوکان میں چائے نوشی سے فراغت کے بعد تفریح کے لئے نکل پڑا۔

جامعہ طبیہ کی سیر

۱۴/ شوال المکرم بروز اتوار کی بات ہے کہ میں اس دن بھی عبدالکریم کے ساتھ امتحان ہال گیا لیکن تہ خانے کے بجائے مسجد کا بالائی حصہ، وہاں بھی پہلے دن کی طرح ادھر ادھر گھومنے پھرنے اور ایک دوسرے کی رہنمائی کرنے کے بعد امتحان ہال سے نکلا اور اس کے بعد ایک دوکان میں ناشتہ کیا اور دوسری دوکان میں جا کر چائے نوشی کی اور اس کے بعد تفریح کی غرض سے جی ٹی روڈ کا قصد کیا۔ جب جی ٹی روڈ کا بس اسٹینڈ پہنچا تو میں نے عبدالکریم سے کہا کہ "ابھی تو نو بھی نہیں بجا ہے، بارہ بجنے میں ابھی بہت دیر ہے، چلو طبیہ کالج چلتے ہیں"۔ تو عبدالکریم اس کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ میں اور عبدالکریم دونوں پیدل ہی چلتے ہوئے طبیہ کالج جانے لگے۔

تقریباً نصف گھنٹہ چلنے کے بعد ہم دونوں طبیہ کالج پہنچے اور ہم یہ دوسری مرتبہ طبیہ کالج گئے تھے، جب کہ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ مولوی افتخار الحسن وغیرہ کے ساتھ طبیہ کالج گیا تھا، مگر اس مرتبہ صرف بیرونی حصے کا ہی مشاہدہ کر سکا تھا۔ لیکن اس مرتبہ چونکہ اتوار کا دن تھا، جس کی وجہ سے طبیہ کالج میں چھٹی تھی، اس لئے اس مرتبہ اندر باہر سے اچھی طرح سے طبیہ کالج دیکھنے کا موقع ملا۔

کانچ کا ڈھانچہ اور خوف و وحشت

ہم نے تمام عمارتوں کا تفصیلی مشاہدہ کیا، چنانچہ اسی طرح جب ہم بائیں جانب کی عمارت کا مشاہدہ کرتے ہوئے جس جس روم میں بھی اندر داخل ہوئے، ان سب روم میں فریم لٹکے ہوئے نظر آئے، جن پر طب سے متعلق قرآن و حدیث اور حکماء و اطباء وغیرہ کے اقوال زریں لکھے ہوئے تھے، یا اس کالج کے ٹیچرس کے متعلق تفصیلات درج تھیں۔ اسی دوران جب میں دوران مشاہدہ گھومتے پھرتے ایک روم کے بازو سے گذر رہا تھا اور عبدالکریم مجھ سے آگے تھا کہ اچانک اس نے مجھے آواز دی کہ "ادھر دیکھو!" جب میں نے اس بند روم کی طرف جھانکا تو اس میں پلاسٹک یا کانچ کے ڈھانچے بنے ہوئے تھے جو ڈاکٹری تعلیم کے لئے اس روم میں رکھے ہوئے تھے۔ مگر ان ڈھانچوں کا منظر اتنا زیادہ خوفناک اور وحشتناک معلوم ہو رہا تھا کہ بند

کمرہ ہونے کے باوجود باہر سے ہی دل دھڑک اٹھا اور دل خوف و وحشت سے لرز گیا۔ اور عبد الکریم تو مجھ سے پہلے ہی مجھ سے بھی زیادہ ڈر گیا تھا، مگر چند لمحے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے مجھے آواز دی اور اپنے پاس بلایا۔

دارالعلوم واپسی

جب ہم اس عمارت سے باہر آئے، تو وقت کافی ہو چکا تھا، اس لئے عبد الکریم نے مجھ سے کہا کہ "وقت بہت چکا ہے، چلو! جلدی چلو!" پھر ہم دونوں وہاں سے پیدل ہی ظہر کے وقت دارالعلوم پہنچے جب کہ ظہر کی اذان ہو رہی تھی۔ چنانچہ دارالعلوم پہنچتے ہی میں نے ضروریات بشریہ سے فارغ ہو کر وضو کیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے لئے مسجد رشید چلا گیا اور نماز ادا کرنے کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔

دارالعلوم میں داخلہ امتحان اختتام پذیر

اس کے بعد ۱۶/ شوال المکرم منگل کے روز دارالعلوم میں حصول داخلہ کے خواہشمند طلباء کا داخلہ امتحان ختم ہو گیا۔ جب کہ کچھ درجات کا داخلہ امتحان ۱۵/ شوال المکرم ہی کو ختم ہو چکا تھا، مگر ۱۶/ شوال المکرم کو سارے طلباء کا داخلہ امتحان ختم ہو گیا۔

عبد الکریم جو میرے ساتھ قیام پذیر تھا اس کا بھی داخلہ امتحان ۱۶/ شوال المکرم کو ہی ختم ہوا، چنانچہ اس کے بعد اس نے اپنا سابقہ مدرسہ رشیدی گنگوہ جا کر وہیں تجدید داخلہ کرانے کا قصد کیا، تاکہ بصورت دیگر کچھ پریشانی لاحق نہ ہو، اس لئے وہ ۱۶/ شوال المکرم کو امتحان ختم ہونے پر نماز ظہر کے بعد عصر سے کچھ پہلے مدرسہ رشیدی گنگوہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

* * * * * * *

آخری ایام

حصول تصدیق نامہ

چونکہ میں اس کے چند روز بعد دارالعلوم سے رخصت ہو کر یہاں (حیدر آباد) کے لئے روانہ ہونے والا تھا، اس لئے دارالعلوم کا تعلیمی تصدیق نامہ حاصل کرنا میرے لئے انتہائی ضروری تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے ۱۴/ شوال المکرم کو نماز عصر کے بعد تکمیل تفسیر کی درسگاہ (جو ان دنوں کثرت امور کی وجہ سے دفتر تعلیمات کے طور پر استعمال کی جا رہی تھی) میں جا کر "درخواست برائے حصول تصدیق نامہ" منشی اسعد صاحب کے پاس جمع کر دیا، منشی صاحب نے درخواست پڑھ کر کہا کہ ٹھیک ہے کل مغرب کے بعد آنا۔ چنانچہ میں اس کے بعد دوسرے دن ۱۵/ شوال المکرم بروز سوموار (جو دراصل ۱۶/ شوال کی تاریخ تھی اور منگل دن کا آغاز ہو چکا تھا) کو مغرب کے بعد دفتر تعلیمات (تکمیل تفسیر کی درسگاہ) میں حاضر ہوا اور منشی صاحب سے بات کی تو انھوں نے کہا کہ "تھوڑی دیر ٹھہرو ابھی مل جائے گا"۔ چنانچہ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں اور بھی دیگر بہت سارے طلباء تصدیق نامہ کے حصول کے لئے جمع ہو گئے تھے، پھر اس کے بعد مولانا مقیم الدین صاحب بہت سارے تصدیق نامے لے کر آ گئے، اور انھوں نے ایک ایک طالب علم کا نام پکارنا شروع کیا اور دوسری طرف ایک منشی صاحب نام پکارے جانے والے طلباء سے سالانہ امتحان کے نمبرات والے رجسٹر (یا کاغذ) پر دستخط لیتے گئے اور اس کے بعد مولانا مقیم الدین صاحب نے سب کو تصدیق نامہ دیا۔ اس طرح سے میں بھی تعلیمی تصدیق نامہ برائے دورۂ حدیث لے کر واپس ہوا۔

آخری وظیفہ

مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ میں داخلہ کارروائی کی تکمیل کے بعد ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ سے ہی مجھے وظیفہ ملنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پورے سال ہر ماہ کی سولہویں تاریخ کو (سوائے چند مہینے کے) وقت پر وظیفہ حاصل کرتا رہا، تا آنکہ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ کا مہینہ آ گیا اور اس کی بھی سولہویں تاریخ ہو گئی، چنانچہ میں

اس دن ۱۶/ شوال المکرم بروز منگل دفتر محاسبی پہنچا اور ماہ شوال المکرم کا ستر روپئے وظیفہ حاصل کیا، جو مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی طرف سے میرے لئے آخری وظیفہ تھا۔

آخری سفر مظاہر علوم

اس کے بعد چونکہ میں یہاں (حیدرآباد) کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اب پھر میں دوبارہ کب دارالعلوم آؤں گا نہیں آؤں گا؟ اس لئے آخری مرتبہ سمجھ کر ہی سہی لیکن مظاہر علوم چلنا چاہیئے۔ چنانچہ میں ۱۶/ شوال المکرم کو عبدالکریم کے رشیدی گنگوہ چلے جانے کے بعد ۱۷/ شوال المکرم بروز بدھ نماز ظہر کے بعد بذریعہ ٹرین مظاہر علوم کے لئے روانہ ہوا اور وہاں سے دوسرے دن جمعرات کو بارہ بجے تک دارالعلوم واپس ہوا۔ اور اس طرح یہ خواہش پوری ہوئی کہ آخری مرتبہ سمجھ کر ہی سہی لیکن مظاہر علوم کا دیدار کرلیا جائے، فالحمدللہ۔

رومال مبارک کا آخری دیدار

مدرسہ مظاہر علوم سے واپسی کے بعد دارالعلوم میں آخری دن گذر رہا تھا اور اس کے بعد ہی دوسرے دن ۲۲/ شوال المکرم کو مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے رخصت ہو کر حیدرآباد کے لئے سفر پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ قلب وجگر میں یہ بات میرے لئے پریشان کن بن رہی تھی کہ کل مجھے دارالعلوم کی سکونت سے محروم ہونا پڑے گا، جس کی وجہ سے میرے دل نے فیصلہ کیا اور مجھ سے کہا کہ "اب تو تم کل حیدرآباد چلے جاؤ گے اس لئے تمہارے لئے انتہائی ناگزیر اور لازمی ضرورت ہے کہ آج تم رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے مس شدہ رومال کی زیارت کرلو، ہو نہ ہو یہ زیارت رومال تمہارے لئے آخری دیدار ثابت ہو جائے اور اس کے بعد تمہاری زندگی تمہارے ساتھ وفا نہ کرے اور تم دنیائے بے ثبات سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہو جاؤ، اس لئے تم آج ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے مس شدہ اس رومال کی زیارت کرلو"۔ چنانچہ میں نے آخری مرتبہ سمجھ کر رسول اللہ ﷺ کے بابرکت کپڑے سے مس شدہ رومال کی زیارت کی اور کافی دیر تک افسردہ دلی کے ساتھ ضعیف نگاہوں سے اس کو دیکھتا رہا اور ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کر رہا تھا کہ

الہ العالمین !اس کے بعد مزید اس مبارک رومال کی زیارت نصیب فرماتے رہنا۔ پھر اس کے بعد رنجیدہ دلی کے ساتھ اپنا کمرہ واپس ہوا۔

دارالعلوم کا آخری کھانا

پھر اس کے بعد اسی دن عصر سے پہلے جب میں کھانا لانے کے لئے مطبخ گیا، تو کھانا حاصل کرنے کے بعد دوسرے دن کی ٹکٹ طعام کھانا تقسیم کرنے والے کے حوالہ کردیا اور اس سے کہا کہ یہ ٹکٹ دفتر میں جمع کردیجئے اور پھر کھانا لے کر کمرہ آگیا اور اسی وقت عصر سے پہلے ہی کھانا کھانے لگا۔ اس درمیان یہ بات بھی میرے خیال میں بار بار آرہی تھی کہ دارالعلوم کا یہ کھانا میرے لئے آخری مرتبہ ہے۔ یہ باتیں سوچتے ہوئے اس دن (۲۱/ شوال المکرم بروز اتوار) دارالعلوم کا آخری کھانا گوشت اور روٹی کھایا، جو میرے لئے دارالعلوم کی طرف سے آخری کھانا تھا۔

سامان کی تیاری

کھانے سے فراغت کے بعد مسجد میں باجماعت نماز عصر ادا کی اور پھر اس کے بعد جنگل کی طرف تفریح کے لئے نکل پڑا، اور مغرب سے کچھ پہلے واپس ہوا۔ اور پھر نماز مغرب کے بعد سفر کے لئے سامان سمیٹنے لگا۔ میرے سامان کا دو تہائی حصہ صرف کتابیں ہی تھیں اور بقیہ ایک حصہ کتاب کے علاوہ دوسری ساری چیزیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر ایک چیز کو ٹھکانہ پر رکھنے لگا تاکہ سفر پر نکلنے کے وقت کوئی دشواری نہ ہو۔ اور پھر اس کے بعد احباب ورفقاء سے ملنے کے لئے نکل پڑا۔ اور نماز عشاء ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دس بجے کے قریب کمرہ میں آیا اور پھر چند باقی ماندہ سامان کی تیاری کرنے لگا اور اس کے بعد رات کی تاریکی میں آرام کرنے لگا۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

آخری لمحات

صبح صادق اوراذان فجر

جیسے ہی ۲۲/ شوال المکرم کی رات نے اپنا دامن ظلمت و تاریکی سمیٹنا شروع کیا اور طلوع فجر کے بعد مؤذن نے اذان فجر دی، جس سے سب سے پہلے دارالعلوم کی مسجد قدیم کا مینارہ گونج اٹھا اور اس سے دارالعلوم کی فضاؤں میں سحر انگیزی اور پر کیف ماحول بن گیا۔ پھر اس کے بعد دیوبند قصبہ میں یکے بعد دیگرے اذانوں کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا اور میں اس کے کچھ دیر کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہوا، اور ضروریات بشریہ سے فارغ ہو کر وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کمرہ سے نکل گیا۔

دارالعلوم میں اول و آخر نمازیں

چنانچہ فجر کی اس آخری نماز کے لئے میں نے مسجد چھتہ جانے کا ارادہ کیا اور وہاں جا کر دارالعلوم میں آخری نماز نماز فجر مسجد چھتہ میں ادا کی۔ جب میں پہلے دن گھر سے دارالعلوم پہنچا تھا تو دارالعلوم میں سب سے پہلی نماز نماز عشاء مسجد رشید میں ادا کی تھی، پھر اس کے بعد چند دنوں تک مسجد رشید ہی میں نماز پنجگانہ ادا کرتا رہا، مگر کچھ ہی دنوں کے بعد میں نے مسجد قدیم میں نماز ادا کرنا شروع کیا، مگر یہ سلسلہ کچھ ہی ایام تک برقرار رہا کہ پھر اس کے بعد مسجد رشید میں ہی نماز ادا کرنے لگا، لیکن دو تین مہینہ کے بعد مسجد رشید کے بجائے مسجد چھتہ کا انتخاب کیا اور وہیں مسلسل نماز کے لئے آتا جاتا رہا اور پھر کئی مہینوں کے بعد ادھر چھوڑ کر مسجد قدیم کا رخ کیا اور پھر یہ سلسلہ سالانہ امتحان کے قریب تک باقی رہا، اور پھر آخر میں مسجد رشید میں دوبارہ آمد و رفت شروع کر دیا تا آنکہ رمضان المبارک کا چاند نکل آیا، جس کے بعد مسجد قدیم اور مدنی مسجد آنے جانے لگا، لیکن سب سے آخر میں چل کر دارالعلوم دیوبند میں آخری نماز نماز فجر مسجد چھتہ ہی میں ادا کی، فالحمدللہ۔

دارالعلوم کا یادگار چکر

۲۲/شوال المکرم ۱۴۲۵ھ سوموار کے روز نمازِ فجر مسجد چھتہ میں ادا کرنے کے بعد حسب ارادہ غمگین دل، نمناک آنکھوں اور بوجھل اجسام کے ساتھ پورے دارالعلوم کا آخری مرتبہ ایک چکر لگانے کے لئے نکل پڑا۔ چنانچہ مسجد چھتہ سے نکل کر باب قاسم (صدر گیٹ) سے ہوتے ہوئے احاطۂ مولسری میں کنواں کے قریب اور نودرہ کی بائیں جانب سے گذر کر دارجدید کے اندر داخل ہوا اور دارالحدیث کے سامنے کھڑے ہو کر دارجدید کی عمارتوں کو ہر چہار جانب حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ چنانچہ اس وقت دارجدید کے باب الظاہر سے لے کر باب معراج تک کا حصہ جس کے انہدامی عمل کا آغاز بیس رمضان کو ہو چکا تھا اس کو تو دیکھ کر قلب و جگر دہل رہا تھا، پھر یہ کہ دارالعلوم کی طرف سے جس کمرہ میں قیام کے لئے مجھے سیٹ دی گئی تھی وہ دارجدید کے اسی حصے میں واقع ایک کمرہ تھا، جو باب الظاہر اور باب معراج کے درمیان ہی کونے پر واقع تھا، جس کے انہدام کا کام ابھی تو شروع نہیں ہوا تھا مگر اس کمرہ کا بھی انہدامی نمبر عنقریب ہی جلد آنے والا تھا۔

دارالحدیث اور مزار قاسمی پر آخری نگاہ

چنانچہ دارجدید بالخصوص دارجدید میں واقع اپنے کمرہ کو بہت دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہنے کے بعد میں باب الظاہر کی طرف کچھ آگے بڑھا جہاں سے دارالحدیث کا الوداعی دیدار کرنے لگا اور اسے بھی کافی وقت تک دیکھتا رہا۔ اس کے بعد مدنی گیٹ سے گذر کر اعظمی منزل کے سامنے سے ہوتے ہوئے شیخ الاسلام منزل اور حکیم الامت منزل گیا، جس کے بہت دیر تک مشاہدہ کے بعد مدنی آئی ٹیکنیکل کے قریب سے ہوتے ہوئے مزار قاسمی پہنچا کہ جہاں چند کے علاوہ جمیع اکابرین دارالعلوم اور اولیائے کرام مدفون ہیں۔ چنانچہ مزار قاسمی پہنچ کر خصوصیت کے ساتھ بانیٔ دارالعلوم حضرت نانوتوی، حضرت حکیم الاسلام، حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلام وغیرہ کے مزارات پر حاضری دی اور ان سبھوں کے نام ایصال ثواب کر کے اعظمی منزل (شیخ الہند منزل) واپس ہوا اور کمرہ میں آکر آرام کرنے لگا۔

الوداع دارالعلوم، الوداع دارالحدیث

اس کے بعد ساڑھے نو بجے صبح میں ایک ساتھی کے ساتھ مع سامان کمرہ سے نکلااور رکشہ پر سوار ہوکردیوبنداسٹیشن کے لئے نکل پڑا۔ جب ہم رکشہ پر بیٹھے اور پھر رکشہ راں نے آہستہ آہستہ رکشہ چلانا شروع کیااوراعظمی منزل سے دور ہٹنے لگا کہ ہماری نگاہیں دائیں جانب میں واقع مسجد رشید اور پھرمدنی گیٹ کوآخری مرتبہ دیکھ رہی تھیں کہ اتنے میں رکشہ آگے بڑھ گیا، اور پھر اسی کے ساتھ دارالعلوم میری نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل ہوگیا، اور اس کے بعد دیوبند کی پرپیچ گلیاں گذرتے ہوئے دیوبند اسٹیشن پہنچا، اوردل سے یکایک آواز نکلی :

الوداع دارالعلوم، الوداع دارالحدیث، الوداع دیوبند

دیوبند سے روانگی

اسٹیشن پہنچنے کے بعد حیدرآباد کے لئے مجھے ایک اور ساتھی مل گیاجودارالعلوم سبیل السلام کا طالب علم تھااور اس کے ساتھ بھی اس کا کوئی ساتھی تھا۔ چنانچہ میں دیوبند اسٹیشن سے ان دونوں کی معیت میں سوادس بجے صبح جالندھر اکسپریس سے بغرض حیدرآباد نئی دہلی کے لئے روانہ ہوا، جہاں ہم ایک بجے دوپہر میں پہنچے۔ لیکن وہاں سے حیدرآباد کے لئے آندھراپردیش اکسپریس پانچ بجے شام میں تھی۔ جس میں اس وقت چار گھنٹے باقی تھے، اس لئے ہم تینوں گیارہ نمبر پلیٹ فارم پر آگئے جہاں آندھراپردیش اکسپریس آکر لگتی ہے، وہاں جانے کے بعد ایک مناسب جگہ پر ہم سب بیٹھ گئے اور چار گھنٹے پہلے سے ہی ٹرین کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

حیدرآباد دوبارہ واپسی

چنانچہ شام پانچ بجے آندھراپردیش اکسپریس پلیٹ فارم نمبر گیارہ پر آکر لگی اور ہم تینوں دیگر مسافرین کے ساتھ ٹرین پر سوار ہوئے۔ اس کے بعد ٹھیک پانچ بجے ٹرین اسٹیشن سے کھلی اور اپنے دور دراز مکمل ایک دن کے سفر کا آغاز کرکے حیدرآباد کے لئے روانہ ہوگئی۔ اور پھر آگرہ، بھوپال اور ناگپور ہوتے ہوئے دوسرے دن رات میں آٹھ بجے کے قریب حیدرآباد پہنچی، جہاں سے ہم بذریعہ آٹو ساڑھے نو بجے دارالعلوم سبیل السلام پہنچے۔

یک سالہ زندگی ایک نظر میں

اس طرح سے میں نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں ۶/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز سوموار سے ۲۲/ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ بروز سوموار تک کل مدت ایک سال سترہ دن گذارا۔ اور ۲۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ بروز سنیچر کو دارالعلوم سبیل السلام سے رخصت ہونے کے بعد ۴/ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ بروز اتوار گھر سے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے لئے روانہ ہوا، اور پھر ایک سال دوماہ تین دن دارالعلوم سبیل السلام سے دور رہنے کے بعد دوبارہ ۲۴/ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ بروز بدھ رات کے وقت دارالعلوم سبیل السلام حاضر ہوا، اور پھر ۲۴/ شوال المکرم کو ہی دارالعلوم سبیل السلام میں تکمیل کے شعبہ میں داخلہ کی کاروائی مکمل کرلی گئی اوراس طرح دارالعلوم سبیل السلام ہی میں دوبارہ حصول تعلیم میں مشغول ہوگیا۔

کتاب تمام شد، فالحمدللہ

طالب دعا

محمد آفتاب عالم بانکوی، حیدرآباد

۹ / جمادی الاول ۱۴۲۶ھ بروز جمعہ

دیگر کتب

۱۔ستارۂ منزل (مجموعۂ مضامین)

۲۔وہ نجم تاباں کا غروب (سوانح مولانا محمد رضوان القاسمیؒ)

۳۔انگریزی تعلیم اور علمائے اسلام ... ایک تحقیق ایک تجزیہ

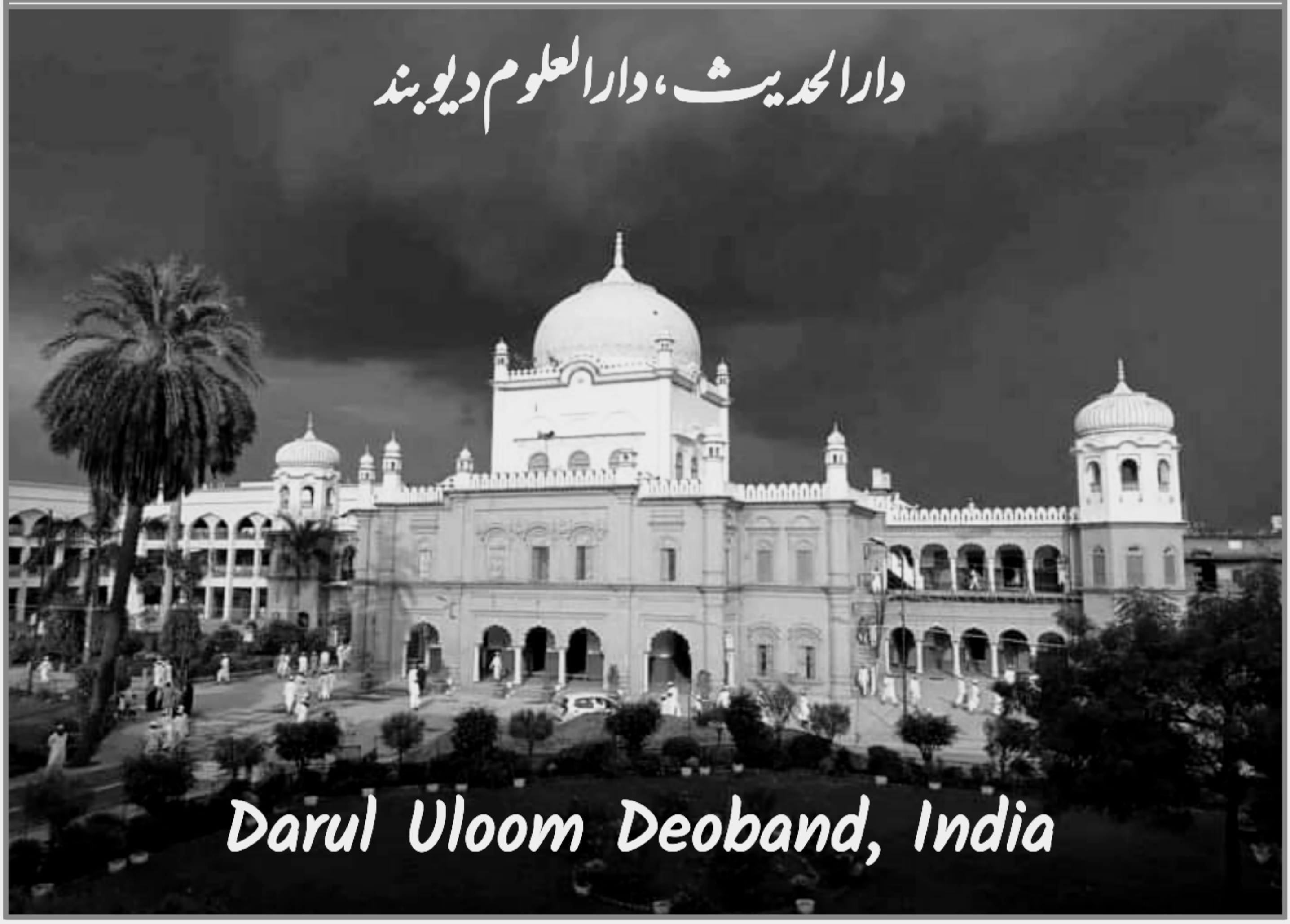
۴۔دعوت و تبلیغ اور تبلیغی جماعت ... چند حقائق اور چند تلخیاں

نوٹ : چاروں کتابیں غیر شائع شدہ ہیں۔

برائے رابطہ : aftabalamqasmi@gmail.com

* * * * * * *


مسجد رشید، دارالعلوم دیوبند


دارالحدیث، دارالعلوم دیوبند
Darul Uloom Deoband, India